اصطلاحاتِ تخریجِ احادیث

واصولِ دراسۃِ اسانید

مؤلف

افتخار احمد قاسمی بستوی

ناشر

مکتبہ ابوعبدالفتاح، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندوربار، مہاراشٹر

نام کتاب	:	اصطلاحاتِ تخریجِ احادیث واصولِ دراسۃِ اسانید
مرتب	:	افتخار احمد قاسمی بستوی
تعداد صفحات	:	۲۵۲
سن طباعت	:	۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۷ء
کمپوزنگ وسیٹنگ	:	محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ ابوعبد الفتاح، جامعہ اکل کوا، نندوربار، مہاراشٹر

☆ ملنے کے پتے ☆

☆ مکتبہ ابوعبد الفتاح، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندوربار، مہاراشٹر

موبائل نمبر: 8007882520

☆ مکتبہ نعیمیہ دیوبند، یوپی ☆ فرید بک ڈپو، دہلی

☆ مکتبہ مدنیہ دیوبند، یوپی ☆ دار الکتاب دیوبند

فہرست مضامین

تقریظ

سخنہائے گفتنی

اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ رسال کی طویل مدت میں جس کتاب کو دستور زندگی بنا کر اتارا ہے، اسی کی قولی و عملی تشریح وتفسیر کو سنت وحدیث کہتے ہیں۔ ۶۶۶۶ رآیاتِ قرآنیہ کی تشریح چالیس ہزار متن حدیث کے ذریعے امت کے پاس احادیث کے ذخیرے میں موجود ہے۔ قرآن کریم وحی متلو ہے اور احادیث شریفہ وحی غیر متلو، پھر قرآن وحدیث وحی جلی ہیں اور اجماع وقیاس وحی خفی؛ کیوں کہ یہ دونوں قرآن و حدیث میں خفی احکام کو واضح کرتے ہیں۔

سارے احکام شریعت کا مبنی ومدار اللہ کی وحی ہے، متلو ہو یا غیر متلو، جلی ہو یا خفی۔ قرآن کریم کی بلا واسطہ تشریح وتفسیر احادیثِ نبویہ کی شکل میں امت کے سامنے کتابوں کے ذخیروں میں محفوظ ومنضبط ہے، جہاں سے پیش آمدہ مسائل کے شرعی دلائل فراہم کیے جاتے ہیں۔ مسائل کے انہیں دلائل کو تعیین وتحدید کے ساتھ حدیث کے مصادرِ اصلیہ سے باخبر کر دینے کا نام ''تخریج حدیث'' ہے۔

فنِ تخریج ایسا فن ہے جس کا جاننا ہر طالب حدیث کے لیے ضروری ہے، مسائلِ شرعیہ کو حدیث کے دلائل فراہم کرنا اہلِ تحقیق کا کام ہے، اور دلائلِ حدیث کو مراجع اصلیہ سے نکالنا اہلِ تخریج کا کام ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، مسندِ احمد، مسندِ حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، الجمع بین الصحیحین

للحمیدی، تحفۃ الاشراف للمزی، تہذیب ابی داؤد للمنذری، تفسیر طبری، کتاب الام للشافعی وغیرہ کتابیں حدیث کے لیے مراجعِ اصلیہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

احادیث کو ان کے اصلی مراجع سے نکالنے کے لیے بھی صحابی کے نام کو بنیاد بنایا جاتا ہے تو کبھی متنِ حدیث کا پہلا لفظ معلوم ہونے کو، کبھی حدیث کا موضوع معلوم ہوتو حدیث تلاش کر لی جاتی ہے، کبھی حدیث میں مذکور کوئی بھی لفظ یاد ہوتو اس کو بنیاد بناکر حدیث کی تخریج کی جاتی ہے؛ اسی طرح متن وسند کی خصوصیات کے حوالے سے بھی تخریج حدیث کا عمل انجام دیا جاتا ہے۔

اکابر محدثین نے حدیث کی جو کتابیں تالیف فرمائی ہیں ان کو اپنی امتیازی الگ الگ خصوصیات کی وجہ سے مختلف علاحدہ علاحدہ ناموں سے جانا جاتا ہے۔ مسانید، معاجم، کتبِ اطراف، صحاح، جوامع، سنن، مصنفات، اجزاء، اربعین، مستخرجات اور مستدرکات، یہ سب احادیث کی کتابوں کی مختلف اقسام ہیں۔

احادیث کو تلاش کرنے لیے کون سی کتاب مفید مطلب ثابت ہوگی، اور احادیث تلاش کرنے کے لیے کیا طریقۂ کار اختیار کرنا بہتر ہوگا، اور طالبِ حدیث اپنے مطلوبہ مقصد تک آسانی سے کیسے پہنچ سکے گا، یہ کام فنِ تخریج کی وافر معلومات ہی سے انجام دیا جاسکتا ہے۔

انھیں بنیادی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے، اردوداں طبقہ اور طالبان حدیث کے لیے ”اصطلاحاتِ اصولِ تخریج“ کے نام سے یہ کتاب مرتب کرنے کی ایک حقیری سی کوشش کی گئی ہے، جس کی ترتیب میں علامہ محمود طحان کی کتاب ”اصول تخریج الحدیث“ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

اس کتاب میں تخریج حدیث کے پانچ طریقے، مشہور کتب تخریج اور ان کے مصنفین، تخریج حدیث کے چند نمونے، مسانید، جوامع، مستدرکات، مستخرجات، اطراف، اجزاء، مفاتیح وفہارس، سنن، مصنفات، موطآت، معاجم، صحاح، کتب ترغیب وترہیب اور کتب احکام پر بے حد مفید گفتگو کی سعی کی گئی ہے۔

اخیر میں دراسۃ الاسانید کے نام سے ایک مختصر رسالے کو بھی کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے تاکہ متون واسانید دونوں پہلوؤں سے گفتگو مفید تر ہو جائے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی رضا کا ذریعہ بنائے طالبان علوم حدیث کے لیے بالخصوص اردو داں طبقے کے لیے بالعموم اس کتاب کو نافع بنائے اور مؤلف، اس کے والدین، اساتذہ اور خیر خواہان امت کے لیے اس کتاب کو نجات اور سعادت دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

افتخار احمد قاسمی بستوی

استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار، مہاراشٹر، الہند

۱۱ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ-۱۰ جنوری ۲۰۱۷ء، بدھ بعد نماز عصر متصلاً

تخریج کی تعریفات

تخریج کی لغوی تعریف:

تخریج باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کے معنی آتے ہیں دو متضاد باتوں کا ایک جگہ جمع ہونا۔ قاموس لغت کی کتاب ہے، اس میں ہے "**عام فيه تخريج خصب وجدب**" ایسا سال جس میں تخریج تھی یعنی خشک سالی اور خوش حالی دونوں جمع تھیں اسی طرح بولتے ہیں "**أرض مخرجة**" ایسی زمین جس میں بعض جگہ گھاس اور ہریالی ہو اور بعض جگہ کچھ نہ ہو۔(۱)

تخریج مشترک لفظ ہے:

لفظِ تخریج چند معانی کے لیے بولا جاتا ہے جن میں مشہور معانی حسب ذیل ہیں:

(۱) استنباط: قاموس میں درج ہے "**الإستخراج والإختراج الإستنباط**" یعنی استنباط کے معنی استخراج اور اختراج کے ہیں: کسی جگہ سے پوری کاوش سے کچھ نکالنا۔

(۲) تدریب: تخریج کے دوسرے معنی تدریب اور مشق کرانے کے ہیں، قاموس میں لکھا ہے "**خَرَّجَه في الأدب فتخرج، و هو خريج بمعنى مفعول**" یعنی کسی کو ادب کی مشق کرائی تو وہ مشق و تمرین سے ماہر ہوا اور خریج یعنی ماہر بن کر نکلا۔(۲)

---

(۱) اسی طرح کتب لغت میں اور بھی مثالیں ہیں، مثلاً **خرج اللوح تخريجا: كتب بعضا وترك بعضا** یعنی تختی پر اس طرح لکھا کہ کہیں لکھ دیا اور کہیں چھوڑ دیا۔ اور کہتے ہیں: "الخرج": لونان من بياض وسواد۔ خرج نام ہے دو ایسے رنگوں کا جو سفیدی اور سیاہی سے ملے جلے ہوں۔ (القاموس: ج۱/ ۱۹۱، ۱۹۲)۔ (۲) القاموس: ج۱/ ص ۱۹۲

(۴) توجیہ: تخریج کے تیسرے معنیٰ ''توجیہ'' کے آتے ہیں یعنی شکل بیان کرنا، حل پیش کرنا، آپ کہیں گے "خرّج المسئلة" أي وجّهها معناه، بين لها وجها۔ مطلب یہ ہوا کہ اس نے مسئلہ کی شکل بیان کردی۔ مسئلے کو حل کردیا۔ ''لسان العرب'' میں ہے "والمخرج: موضع الخروج يقال: خرج مخرجا حسنا، و هذا مخرجه" (۱) مخرج کسی چیز کے خروج کی جگہ کو کہتے ہیں، اسی لیے محدثینؒ فرماتے ہیں "هذا حديث عرف مخرجه" یہ حدیث ایسی ہے جس کی سند اور اس سند میں آنے والے راوی معلوم ہیں۔

''لسان العرب: ۲/۲۴۹'' میں مذکور ہے "الخروج نقيض الدخول وقد أخرجه وخرج به" خروج دخول کی نقیض ہے، لہٰذا اخرج اور خرج کے معنیٰ ہوں گے ظاہر کرنا، واضح کرنا، محدثین اسی معنیٰ میں اس طرح بولتے ہیں "أخرجه البخاري" امام بخاریؒ نے اس حدیث کو لوگوں کے نفع کے لیے اپنی کتاب میں لکھا اور ظاہر کیا، اس کی سند کو اور راویوں کو ذکر کیا۔

محدثینؒ کے نزدیک تخریج چند معانی کے لیے مستعمل ہے: ایک معنیٰ تخریج کا محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ ''تخریج''، ''اخراج'' کے مرادف ہے، دونوں لفظوں کے ایک ہی معنیٰ ہیں مثلاً "خرج البخاري هذا الحديث" کے جو معنیٰ ہوں گے وہی معنیٰ "أخرج البخاري هذا الحديث" کے بھی ہوں گے۔ اور اس کے معنیٰ ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہ حدیث سند کے ساتھ ذکر کی۔

---

(۱) لسان العرب: ۲/۲۴۹

علامہ ابن صلاح کا قول: علامہ ابن صلاحؒ (۱) نے ''علوم الحدیث'' میں لکھا ہے

"وللعلماء بالحديث في تصنيفه طريقتان: إحداهما: التصنيف على الأبواب، وهو تخريجه على احكام الفقه وغيرها"۔(۲)

یعنی محدثین کرامؒ اپنی تصنیفات کے سلسلے میں دو طریقوں کے پابند رہے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ تو یہ رہا ہے کہ مختلف ابواب کو مدنظر رکھ کر فقہی احکام کے مطابق کتاب ترتیب دی۔ یہاں تخریج ترتیب دینے اور تالیف کرنے کے معنی میں ہے۔

محدثین کے نزدیک تخریج کے دوسرے معنی:

محدثین کے نزدیک تخریج کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ''حدیث کو کتابوں سے نکال کر اسے بیان کیا جائے''۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فتح المغیث: ۲/ ۳۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں:

"والتخريج" إخراج المحدث الأحاديث من بطون الأجزاء

---

(۱) علامہ ابن صلاحؒ: آپ کا نام ''عثمان'' ہے، والد کا نام ''صلاح الدین عبد الرحمٰن'' ہے۔ ابوعمرو کنیت ہے، تقی الدین لقب ہے۔ ''موصل'' اور ''ہمدان'' کے درمیان بلاد مرلتہ میں ایک شہر کا نام ''شہر زور'' ہے، اسی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ''شہرزوری'' کہتے ہیں، اس شہر کو ''زور بن ضحاک'' نے بسایا تھا، معجم البلدان: جلد ۳/صفحہ ۳۷۵ پر ایسا ہی لکھا ہے، یہیں آپ پیدا ہوئے تھے، پھر دمشق میں جا کر بس گئے تھے اس لیے نزیل دمشق کہلائے۔ دمشق میں ان دنوں ایک مدرسہ چلتا تھا، جس کا نام تھا ''مدرسہ اشرفیہ'' اسی میں آپ پڑھاتے تھے۔ اس مدرسے میں امام نووی شارح مسلمؒ (یحییٰ بن شرفؒ) نے بھی پڑھایا ہے۔..... امیر صارم الدین قانماز بن عبد اللہ النجمی کا ایک مکان تھا جسے الملک الاشرف مظفر الدین موسیٰ بن عادل نے ۶۲۸ھ میں دار الحدیث'' بنانے کا حکم صادر فرمایا اور دو سال میں دار الحدیث کی مکمل شکل دے دی گئی، پھر اسی میں موسیٰ بن عادل نے علامہ ابن صلاحؒ کو شیخ الحدیث مقرر کر دیا، آپ ہی کی کتاب ''مقدمہ ابن صلاح'' اصول حدیث میں بڑی شہرت رکھتی ہے۔

(۲) علوم الحدیث: ص/ ۲۲۸

والمشیخات والکتب ونحوها، وسیاقها من مرویات نفسه، أو بعض شیوخه أو أقرانه أو نحو ذلک، والکلام علیها وعزوها لمن رواها من إصحاب الکتب والدواوین ....

''فتح المغیث'' کی اس عبارت میں علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ تخریج کہتے ہیں کہ محدث کسی حدیث کو کتابوں، یا اساتذہ سے نقل کر کے دوسروں سے بیان کرے اور جس کتاب یا جس استاذ سے نقل کیا ہے اس کی طرف حدیث کی نسبت کو بھی ذکر کرے۔

تخریج کا یہی معنی علامہ ذہبیؒ کی کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' کی اس عبارت میں لیا گیا ہے عبارت یہ ہے "الحافظ الثقة أبو الحسن البصری الصفار، مصنف السنن، الذی یکثر أبوبکر البیهقیؒ من التخریج منه فی سننه"۔(۱)

علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں احمد بن عبید بن اسماعیل الصفار کا ترجمہ ذکر کیا ہے، ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''حافظ، ثقہ ابوالحسن بصری صفار سنن کے مصنف ہیں، یہی وہ بزرگ ہیں جن سے ابوبکر بیہقیؒ اپنی سنن میں حدیث نقل کرتے ہیں اور نقلِ حدیث کی نسبت انہیں کی طرف کرتے ہیں۔

محدثین کے نزدیک تخریج کے تیسرے معنی:

''حدیث کے اصل مصادر ومراجع کی رہنمائی کرنا'' بھی تخریج کے ایک معنی بیان کیے گئے ہیں۔ یعنی آدمی حدیث کو ذکر کرے پھر جہاں سے حدیث نقل کی ہے اس کو ذکر کرے تو اس کو بھی ''تخریج'' کہتے ہیں۔

علامہ مناویؒ نے ''فیض القدیر'' میں علامہ سیوطیؒ کے قول نقل فرماتے ہوئے لکھا

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۳/۸۶۷

ہے کہ یا تو یہ عبارت ہو، علامہ سیوطیؒ کا قول نقل الخ، یا تو یہ ہو علامہ سیوطیؒ کے قول نقل الخ
"وبالغت في تحرير التخريج" جس کے معنی ہیں کہ میں نے اس بات میں خوب محنت صرف کی کہ احادیث کو اچھی طرح ان ائمہ کی طرف منسوب کروں جنہوں نے احادیث کو جوامع، سنن اور مسانید میں ذکر کیا ہے۔ تو میں کوئی بھی حدیث اس وقت تک کسی مصدرِ حدیث کی طرف منسوب نہیں کرتا جب تک کہ حدیث اور اس کے بیان کرنے والے کے حالات کی مکمل تفتیش نہ کرلوں۔ اور تحقیق وتفتیش میں حدیث کو کسی غیرِ اہل کی طرف منسوب نہیں کرتا چاہے وہ بالذات بڑے ہی کیوں نہ ہوں، جیسے بڑے بڑے مفسرین۔

ڈاکٹر محمود طحان کی رائے:

جامعہ ملک سعود کے کلیۂ اصول الدین کے استاذ ڈاکٹر محمود طحان کہتے ہیں کہ تخریج کے یہی تیسرے معنی محدثین کے یہاں کثیر الاستعمال ہیں پچھلی صدیوں سے یہی معنی زیادہ شائع ذائع ہوئے ہیں جب سے علمائے امت نے مختلف کتابوں میں منتشر احادیث کو لوگوں کے استفادے کے پیش نظر یکجا کرنا شروع کیا ہے۔

اسی تیسرے معنی کو سامنے رکھ کر ہم تخریج کی اصطلاحی تعریف سپردِ قلم کرتے ہیں۔

تخریج کی اصطلاحی تعریف:

التخريج: هو الدلالة على موضع الحديث في مصادره الأصلية التي أخرجته بسنده ثم بيان مرتبته عند الحاجة.

تخریج کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ حدیث کے مصادرِ اصلیہ میں جہاں حدیث موجود ہو اس کو حدیث کی سند کے ساتھ اور عند الضرورۃ حدیث کا درجہ بھی بتلا دینا تخریجِ حدیث کہلاتا ہے۔

تشریح: الدلالۃ علی موضع الحدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان مؤلفات وکتب کو بتا دیا جائے جن میں وہ حدیث پائی جاتی ہے، جیسے کہ یہ کہا جائے: "أخرجه البخاري في صحیحه، یا کہا جائے: أخرجه الطبراني في معجمه، یا یوں کہا جائے: أخرجه الطبري في تفسیره " وغیرہ۔

حدیث کے مصادر اصلیہ:

(۱) حدیث کی وہ کتابیں جنہیں مؤلفین نے اپنے اساتذہ سے، احادیث کو سند متصل کے ساتھ سن کر جمع کیا ہے، وہ مصادرِ اصلیہ کہلاتی ہیں۔

مثال: صحاح ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، نسائی، موطا مالک، مسند احمد، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق وغیرہ۔

(۲) حدیث کی وہ کتابیں بھی مراجع ومصادرِ اصلیہ کا درجہ رکھتی ہیں جو مذکورہ کتابوں کی مانند ہیں، مذکورہ کتابوں کی مانند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں بھی مؤلفین کتاب نے اپنے اساتذہ سے احادیث کو سند متصل کے ساتھ سن کر جمع کیا ہے، جیسے حدیث کی وہ کتابیں جو مذکورہ کتب حدیث میں سے بعض کی جامع ہوں، جیسے: علامہ حمیدی کی کتاب "الجمع بین الصحیحین " یا حدیث کی وہ کتابیں جو بعض کتب حدیث کے ''اطراف'' کی جامع ہوں، جیسے: "تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف" یہ علامہ مزیؒ کی تصنیف ہے، اسی طرح وہ کتابیں بھی مراجع کا درجہ رکھتی ہیں جو مذکورہ کتب حدیث کا اختصار ہوں، جیسے: "تہذیب سنن ابی داوٗد" یہ کتاب علامہ منذریؒ نے لکھی ہے، منذریؒ نے اس کتاب میں اگرچہ سندِ حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے لیکن اس کو حکماً مذکور ہی مانا جائے گا، کیوں کہ جس کو بھی سندِ حدیث کی ضرورت پڑے گی وہ سننِ ابی داوٗد کو دیکھ لے گا۔

(۳) وہ کتابیں بھی مصادر ومراجع کا درجہ رکھتی ہیں جو تفسیر، فقہ اور تاریخ وغیرہ مختلف فنون پر لکھی گئی ہیں اور ان میں احادیث پائی جاتی ہیں لیکن یہ بات ضروری ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین احادیث کو اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ درج کریں کسی دوسری کتاب پر اعتماد کرکے حدیث نقل نہ کریں۔

اس کی مثال ''تفسیری طبری'' ہے، اسی طرح ''تاریخ طبری''۔ ''تفسیر طبری'' میں ''تفسیر'' موضوعِ کتاب ہے، لیکن اس کتاب میں جو احادیث ہیں انہیں علامہ طبری نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے، اس لیے یہ بھی مصادر ومراجع کا درجہ رکھتی ہے، ''تاریخ طبری'' میں بھی موجودہ احادیث امام طبریؒ نے اپنی سند سے ذکر کی ہیں، لہٰذا تاریخ طبری بھی مراجعِ حدیث میں شمار کی جائے گی۔

اسی طرح امام شافعیؒ (پ: رجب ۱۵۰ھ، و: رجب ۲۰۴ھ) کی ''کتاب الام'' ہے، امام شافعیؒ نے یہ کتاب احادیث کو جمع کرنے کے لیے نہیں تصنیف فرمائی ہے، اسی طرح امام طبریؒ نے تاریخ طبری اور تفسیر طبری کو جمعِ احادیث کے مقصد سے نہیں لکھا ہے، لیکن جہاں کہیں احادیث سے دلیل پیش کرنے کی ضرورت پڑی ہے، احادیث کو اپنی سند سے پیش کیا ہے، کسی پیش رو حدیث کی کتاب سے احادیث کو نہیں لیا ہے، اسی لیے ''کتاب الام'' ''تفسیر طبری'' اور ''تاریخ طبری'' بھی احادیث کے لیے مصادر ومراجع کا درجہ رکھیں گی۔

اب رہ گئیں حدیث کی وہ کتابیں جن میں احادیث کو اپنے اساتذہ سے سن کر نہیں جمع کیا گیا ہے بل کہ دوسری کتابوں سے لے کر جمع کیا گیا ہے۔ تو ایسی کتابوں کی طرف تخریج احادیث کے موقع پر رخ کرنا اور ان کا حوالہ دینا، مراجع اصلیہ کا حوالہ دینا، نہیں کہلائے گا، بل کہ یہ عام کتبِ حدیث کا حوالہ کہلائے گا، جس سے فنِ تخریج کا حق ادا نہ

ہوگا، اور نہ یہ صحیح عمل تخریج ہی کہلائے گا، حدیث پڑھنے والے کو تو یہ پتہ چل جائے گا کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں ہے، لیکن یہ پتہ نہ چلے گا کہ یہ حدیث مراجع اصلیہ میں سے کسی اصلی مرجعِ حدیث میں موجود ہے۔

یہ کتابیں مراجع ومصادر نہیں:

حدیث شریف کی وہ کتابیں تخریج احادیث کے لیے حوالے میں نہیں پیش کی جاسکتیں جن میں ''احادیث احکام'' کو جمع کیا گیا ہو۔ مثلاً ''**بلوغ المرام من أدلة الأحكام**'' یہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ شافعی (پ: ۷۷۳ھ، و: ۸۵۲ھ) کی تصنیف ہے جس میں علامہ ابن حجرؒ نے ''احادیثِ احکام'' کو یکجا کیا ہے، تخریجِ حدیث کے لیے یہ کتاب مراجع کا درجہ نہیں رکھتی۔

اس طرح وہ کتابیں بھی مراجع ومصادر کا درجہ نہیں رکھتیں جن میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے احادیثِ رسول کو جمع کیا گیا ہو، جیسے علامہ جلال الدین سیوطیؒ (پ ۸۴۹ھ، و: ۹۱۱ھ) کی ''جامع صغیر'' یہ کتاب بھی تخریج احادیث کے لیے مرجع اصلی نہیں بن سکتی، لیکن علامہ نوویؒ (یحییٰ بن شرف نووی: ۶۳۱ھ تا ۶۷۶) کی ''اربعین'' اور ''ریاض الصالحین'' اسی طرح دیگر احادیث کی کتابیں جو گذشتہ کتب حدیث ہی سے ماخوذ ہوں اور مراجع ومصادر کا درجہ رکھتی ہوں تو انہیں مصادر اصلیہ کے لیے استعمال (۱) کیا جاسکتا ہے اور وقتِ ضرورت ان کتب سے مدد لی جاسکی ہے۔ (۲)

---

(۱) اربعین اور ریاض الصالحین مصادرِ اصلیہ کا درجہ نہیں رکھتیں، جبکہ انہیں مصادرِ اصلیہ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ (راقم سطور)

(۲) تخریج کے عمل میں حدیث کے درجات کی تعیین یعنی صحیح وضعیف کا فیصلہ کوئی بنیادی امر نہیں ہے، صرف ضرورت کے وقت صحیح وضعیف کا فیصلہ سپردِ تحریر کیا جاتا ہے۔

تخریجِ حدیث کی اہمیت وضرورت:

علومِ شرعیہ کے طالب علم کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے، کہ ''فنِ تخریج'' کو بھی حاصل کرے۔ اس کے قواعد وضوابط اور اصول وقوانین کو اچھی طرح پڑھے اور سمجھے تاکہ یہ جان سکے کہ حدیث کے جو اصل مراجع ومصادر ہیں ان میں یہ حدیث موجود ہے یا نہیں۔

اور بات کتنی اہم اور شدید ضرورت کی ہے کہ علوم حدیث کو حاصل کرنے والا فنِ تخریج کے اصول وقواعد کی روشنی میں حدیث کے مرجع تک پہنچ جاتا ہے اور اصل کتاب اور بنیادی تصنیف تک اس کی رسائی ہو جاتی ہے جس کو اس کے بڑے بڑے ائمہ کرام نے اپنی سند سے حدیث کو حضورؐ تک پہونچا کر تالیف کیا ہے۔ ایسا طالب علم جو فنِ تخریج سے واقف ہوگا وہ جب کسی حدیث کی تشریح کرے گا یا اس کو کسی مضمون یا مقالے میں ذکر کرے گا تو فنِ تخریج کی مدد سے وہ جلد ہی یہ بھی معلوم کر لے گا کہ متقدمین محدثین میں سے کس محدث نے اپنی کس کتاب میں یہ حدیث کون سی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ حدیث پڑھنے والے اور پڑھانے والے دونوں کو اس کی شدید ضرورت پڑتی ہے، اور اسی ضرورت کو ''فنِ تخریج حدیث'' پورا کرتا ہے؛ لہٰذا حدیث سے دلچسپی رکھنے والے ہر طالب علم کو تخریجِ حدیث کا فن آنا ازبس ضروری ہے۔

تخریجِ حدیث کی مختصر مگر جامع تاریخ:

متقدمین علمائے امت اور علم حدیث سے وابستگی رکھنے والے صلحائے امت کو اپنے زمانوں میں، پہلے ان اصول وقواعد کی چنداں ضرورت نہ تھی جن کو تخریج میں بیان کیا جاتا ہے کیوں کہ حدیث کے مصادرِ اصلیہ اور مراجع ضرور یہ وہ اچھی طرح جانتے تھے، ان کا شب وروز کا مشغلہ ہی یہی رہتا تھا کہ احادیث کی سند متصل کے ساتھ معلومات

حاصل کی جائے، کس شیخ کے پاس، کون سی حدیث مختصر سند یعنی سند عالی کے ساتھ ملے گی، کس شیخ کو کتنی زیادہ احادیث یاد ہیں۔ اپنے شیخ کی مرویات کو اپنی سند سے کیسے جمع کرنا ہے، یہی سب ان کا دن اور رات کا مشغلہ ہوا کرتا تھا۔ جب انہیں کسی حدیث سے استشہاد پیش کرنا ہوتا تھا تو وہ حدیث مراجع اصلیہ سے نکال کر دلیل میں پیش کر دیتے، اس عمل میں ان کو نہ دشواری معلوم ہوتی، نہ زیادہ وقت صرف ہوتا، حدیث کی کتابیں کس نوعیت کی لکھی گئی ہیں؟ فلاں حدیث کس کتاب کی کس جلد میں شیخ کی سند متصل کے ساتھ مل جائے گی؟ کون سی کتاب کس ترتیب سے لکھی گئی ہے، حدیث تلاش کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ یہ سب ان کو اچھی طرح معلوم ہوتا تھا۔

علمِ حدیث سے دل چسپی اسی طرح چند صدیوں تک باقی رہی، پھر جیسے جیسے علمِ حدیث سے دل چسپی کم ہوتی گئی، حدیث کے اصلی مراجع ومصادر سے لوگوں کی واقفیت گھٹتی چلی گئی، اب لوگوں کے لیے یہ مرحلہ انتہائی دشوار گزار ہو گیا کہ وہ احادیث جن کو شریعت کے احکام وعلوم میں علما ومصنفین استشہاد کے طور پر پیش کرتے ہیں انہیں کہاں اور کیسے تلاش کیا جائے؟ جیسے کہ فقہ کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں بھی احادیثِ رسول موجود تھیں۔(۱)

---

(۱) یہاں پر حافظ عراقی کی نظر میں ایک دوسرا سبب ہے جس کی وجہ سے متقدمین علمائے کرام اپنی کتابوں میں تخریج احادیث کا ذکر نہیں کرتے، وہ سبب یہ ہے کہ جس فن کی جو کتاب لکھی جا رہی ہے اس کے اصل موضوع سے ذہول نہ ہو جائے۔ چناں چہ حافظ عراقی نے اپنی تخریج کبیر الاحیاء کے خطبے میں بیان کیا ہے کہ ”متقدمین علما کا یہ معمول رہا ہے کہ اپنی کتابوں میں جو حدیث ذکر کرتے ہیں ان پر سکوت فرماتے ہیں اور صحیح ضعیف کا تذکرہ نہیں کرتے، کس محدث نے وہ حدیث بیان کی ہے اس کا بھی ذکر نہیں کرتے، اگرچہ وہ حدیث کے امام ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں تک کہ جب امامِ نووی کا زمانہ آیا تو انھیں نے تخریجِ حدیث کا ذکر بھی شروع کر دیا۔ اسلاف ومتقدمین کا مقصد عدم ذکر تخریج سے صرف =

لیکن ان پر صحیح وضعیف کا حکم موجود نہیں رہتا تھا اور نہ ہی ان محدثین کا نام ہوتا تھا جنھوں نے وہ حدیث سند سے بیان کی ہے۔ یہی طرز چلتا رہا یہاں تک کہ بعض علمائے امت نے کمر ہمت کسی اور حدیث کے علاوہ موضوعات پر لکھی گئی کتابوں میں موجود احادیث کی تخریج کر ڈالی، ان احادیث کو کتبِ حدیث میں ان کتابوں کی طرف نسبت فرمائی جو مصادر ومراجع کا درجہ رکھتی ہیں، حدیث کی مختلف سندیں ذکر کیں، حدیث پر کلام کیا، صحیح وسقیم کا فیصلہ کیا، مقام کے اعتبار سے صحیح وضعیف حدیثوں کو ممتاز کیا۔ اس طرح ''تخریج کی کتابیں'' منصۂ شہود پر آئیں۔

خطیب بغدادیؒ کا کارنامہ:

(۴۶۳ھ) استقرا سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ ایسے محدث ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تخریجِ احادیث پر کتابیں لکھیں، تخریجِ احادیث پر سب سے مشہور کتاب ''تخریج الفوائد المنتخبة الصحاح والغرائب'' ہے جس کو ''شریف ابوالقاسم حسینیؒ'' نے تصنیف کیا ہے، اسی نام سے ابوالقاسم المہروانیؒ نے بھی کتاب لکھی ہے، یہ دونوں کتابیں ابھی تک مخطوطے کی شکل میں ہیں، اسی طرح محمد بن موسیٰ حازمی شافعیؒ (م۵۸۴ھ) کی تصنیف ''تخریج أحاديث المهذب'' بھی تخریجِ حدیث پر اولین کتابوں میں سے ہے؛ ''المهذب'' یہ فقہ شافعی کے موضوع پر ابواسحاق شیرازیؒ کی تصنیف ہے۔

= یہی تھا کہ لوگ کتاب کے اصل موضوع سے غافل نہ ہو جائیں، اس لیے امام رافعیؒ باوجود یہ کہ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے پھر بھی انہوں نے فقہائے کرام کے طرز کو اختیار کیا، امام رافعیؒ امام نوویؒ سے زیادہ حدیث کا علم رکھتے تھے۔

(فیض القدیر شرح جامع صغیر: ۲۱/۱)

کتبِ تخریج کی کثرت:

بعد ازاں تخریجِ حدیث پر تسلسل اور کثرت سے کتابیں لکھی گئیں، اور مختلف مصنفین کی دسیوں کتابیں اس موضوع پر منظرِ عام پر آئیں۔ محدثین نے ان کتابوں پر بڑا علمی کام بھی کیا، جن کی احادیث کی تخریج کی گئی تھی، اور احادیث وسنن پر قابلِ قدر خدمات انجام دیں، اس طرح حدیث کی کتابوں میں خوب اضافہ ہوا اور حدیث کے تعمیر شدہ محل میں پیدا کیا جانے والا نقص بھی دور ہوا۔ تخریج احادیث کے میدان میں اگر علمائے کرام اور محدثینِ عظام نے اپنی خدمات جلیلہ نہ پیش کی ہوتیں تو علومِ شریعت کی تشریح وخدمت میں ایک نقص رہ جاتا۔ اسی لیے آج ہم اگر کسی حدیث کو اصل مرجع میں تلاش کرنا چاہیں تو ہمیں کتبِ تخریجِ حدیث سے بڑی رہنمائی مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان محدثین ومصنفین کو اور اسلافِ امت کو ہماری اور امت کی طرف سے اپنی شایانِ شان بدلہ عطا کرے جنہوں نے پورے خلوص وللّٰہیت سے حدیث کی خدمت کی خاطر تخریجِ احادیث کی طرف رخ کیا اور فنِ تخریج کو نکھارا۔

عصرِ حاضر میں فنِ تخریج:

وقت گذرتا رہا، حالات نے کروٹ لی، گردشِ زمانہ کی نیرنگی دیکھئے کہ اب اس وقت موجودہ زمانے میں ہم طلبہ وعلماء کا یہ حال ہو چکا ہے کہ اگر ہم کسی کتاب میں کوئی حدیث دیکھتے ہیں اور اس جگہ حدیث جہاں سے لی گئی ہے اس کا بھی تذکرہ مختصراً ملتا ہے، اب ہم اس کتاب کی ابھی پڑھی ہوئی حدیث کو ذرا تفصیل سے دیکھنا چاہتے ہیں تو حوالہ دی گئی حدیث کو ہم اس کی اصل جگہ اور اصل کتاب میں حدیث کے اصل الفاظ کو نہیں تلاش

کر پاتے، اس لیے کہ ہم کو یہ نہیں معلوم رہتا کہ اس کتاب کی ترتیب کس نوعیت کی ہے، اور کون سی ترتیب سے ابوابِ حدیث لائے گئے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی حدیث سے ہم استدلال کرنا چاہتے ہیں، حدیث کے بارے میں کسی طرح یہ بھی معلوم ہے کہ یہ حدیث مثلاً: بخاری شریف میں ہے، یا ''مسند احمد'' یا مستدرک حاکم'' میں ہے، لیکن ہم ان کتابوں میں وہ حدیث نہیں تلاش کر پاتے کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کتابوں کی تصنیف کا طریقہ اور احادیث کی ترتیب کا پتہ نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے ہمیں شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگر آپ کسی بڑے ادارے میں تدریسی زندگی گذار رہے ہوں تو آپ کو بخوبی معلوم ہوگا کہ اگر کسی طالب علم کو ''حدیث'' و''سنت'' کے عنوان پر دوسو صفحات پر مشتمل مقالہ لکھنے کے لیے کہا جائے جس سے اس کو پی، ایچ ڈی یا ایم فل کی ڈگری مل جائے تو وہ طالب علم اصل مراجع ومصادرِ احادیث سے ازخود استفادہ کر کے مقالہ تیار کرنے میں کافی مایوسی کا شکار ہوگا اور کماحقہ اصل کتبِ حدیث سے استفادہ نہ کر سکے گا۔

تخریجِ حدیث کی ضرورت:

مذکورالصدر حالات کے پیشِ نظر اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم طالبانِ علومِ نبوت اس بات سے واقف ہوں کہ تخریج حدیث کے اصول وضوابط کیا ہیں، تخریج کے کیا کیا طریقے ہیں، کس مصنف نے اپنی کتاب میں احادیث لکھنے میں کس ترتیب و طریقے کو مدنظر رکھا ہے، ابواب وفصول کے جاننے اور مراجعت کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

مشہور کتب تخریج:

محدثین کرامؒ نے فن تخریج پر دسیوں کتابیں تحریر فرمائی ہیں، کچھ مشہور کتابیں یہ ہیں:

(۱) ابواسحاق شیرازیؒ کی "تخريج أحاديث المهذب" یہ محمد بن موسیٰ حازمی رحمہ اللہ (۵۸۴ھ) کی تصنیف ہے۔

(۲) ابن حاجبؒ کی "تخريج أحاديث المختصر الكبير" یہ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسیؒ (۷۴۴ھ) کی تصنیف ہے۔

(۳) علامہ مرغینانیؒ کی "نصف الرايه لأحاديث الهدايه" یہ "عبداللہ بن یوسفؒ (۷۶۲ھ) کی تصنیف ہے،۔

(۴) "تخريج احاديث الكشاف"، علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، حافظ زیلعیؒ نے بھی تخریج کی ہے۔

(۵) عمر بن علی بن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) کی تصنیف "البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعه في الشرح الكبير للرافعي"۔

(۶) "المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الأحياء من الأخبار" عبدالرحیم بن الحسین العراقی (المتوفی ۸۰۶ھ) کی تصنیف۔

(۷) "تخريج الأحاديث التي يشير إليها الترمذي في كل باب" حافظ عراقیؒ کی تصنیف ہے۔

(۸) "التلخيص الحبير في تخريج أحاديث شرح الوجيز الكبير، للرافعي"، یہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی یعنی علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے (متوفی ۸۵۲ھ)۔

(۹) "الدرايه في تخريج أحاديث الهداية" از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔

(۱۰) "تحفة الراوي في تخريج أحاديث البيضاوي" عبدالروف بن علی المناویؒ (۱۰۳۱ھ) کی تصنیف ہے۔

کتب تخریج اور ان کے مصنّفین

(۱) نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ:

ابھی پچھلے زمانوں میں فنِ تخریج پر جو کتابیں طبع ہو کر منظرِ عام پر آئی ہیں ان میں مشہور ترین کتاب "نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ" ہے، یہ کتاب علامہ عبداللہ بن یوسفؒ زیلعی کی تصنیف ہے، آپ حافظ زیلعی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، آپ حنفی مقلد ہیں ابومحمد آپ کی کنیت ہے اور لقب جمال الدین، آپ کا سن وفات ۷۶۲ھ ہے۔(۱)

نصب الرایہ ایسی کتاب ہے جس میں علامہ زیلعی حنفیؒ نے ان احادیث کی تخریج کی ہے جنہیں علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفیؒ (متوفی ۵۹۳ھ) نے فقہ حنفی پر تحریر کردہ اپنی مشہور کتاب "ہدایہ" میں مسائل کی دلیلوں کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔

---

(۱) **زیلعی**: حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفیؒ، زیلعی: زیلع کی طرف نسبت ہے، حبشہ کے ساحل پر ایک شہر کا نام ہے، یہ شہر بندرگاہ بھی رہ چکا ہے، فی الحال صومالیہ میں پڑتا ہے، حافظ زیلعیؒ کی علمی نشو ونما ہوئی، فقہ وحدیث میں مہارت پیدا کی، کتابیں تصنیف کیں، احادیث کی تخریج کی اور اپنے وقت کے کبار علماء سے کسبِ فیض کیا، آپ کے ایک استاذ شارح کنز الفخر الزیلعی گذرے ہیں، اسی طرح قاضی علاؤالدین ترکمانیؒ بھی آپ کے استاذ رہے ہیں، مطالعہ کتب بالخصوص کتب احادیث کے مطالعہ کے دلدادہ تھے، اسی شوق نے ہدایہ کی احادیث کی تخریج پر آمادہ کیا اور تفسیر کشاف کی احادیث کی بھی تخریج فرمائی۔ دونوں کتابوں میں موجود احادیث کی تخریج کا عمدہ احاطہ فرمایا۔ حافظ عراقیؒ بھی تخریج احادیث کے لیے احادیث کی کتابوں کا مطالعہ کرنے میں آپ کے رفیق رہے ہیں، آپ کا انتقال قاہرہ میں ہوا، وہیں مدفون بھی ہوئے، سن وفات ۷۶۲ھ ہے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ (آمین!)

''نصب الرایہ'' کتبِ تخریج میں بہت عمدہ کتاب ہے، جس کا نفع بڑا عام وتام ہے، اس لیے کہ مصنف نے حدیث کی سندوں کو بھی بیان کیا ہے، پھر حدیث کی کتابوں میں وہ حدیث کہاں کہاں مل سکتی ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے، مزید برآں حدیث کی سند کے راوی پر جرح وتعدیل کے سلسلے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال بھی بڑے صاف اور واضح انداز میں ذکر کیے ہیں۔

انہیں معلومات واسالیب سے ان لوگوں نے بھی خوب استفادہ کیا ہے جو آپ کے بعد پیدا ہوئے اور تخریجِ حدیث کا کام کیا، خاص طور پر علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس اسلوب اور تخریجِ حدیث سے خوب مدد لی ہے۔

یہ کتاب علامہ زیلعیؒ کی، حدیث اور علومِ حدیث میں مہارت وتبحر علمی کی کافی شہادت ہے، اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ زیلعیؒ حدیث کے بنیادی مصادر ومراجع پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، ان مصادر سے احادیث کے استخراج وبیان پر مہارت تامہ کے حامل تھے۔

علامہ سید محمد بن جعفر کتانی "الرسالة المستطرفه" میں ''نصب الرایہ'' کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''وهو تخريج نافع جدا به استمد مَن جاء بعده مِن شراح الهداية، بل منه استمد كثيرا الحافظ بن حجر في تخاريجه وهو شاهد على تبحُره في فن الحديث واسماء الرجال، وسعة نظره في فروع الحديث إلى الكمال''. (۱)

---

(۱) الرسالة المستطرفة: ص ۱۸۸

یہ بہت نفع بخش تخریج ہے، بعد کے شارحینِ ہدایہ نے اس سے مدد لی ہے، بل کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اپنی تخریجوں میں اس سے کافی تعاون لیا ہے، اس سے علامہ زیلعیؒ کے فن حدیث میں تبحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی نظر اسماء الرجال اور فروع حدیث میں بڑی کامل وتام ہے۔

طریقۂ تخریج:

علامہ زیلعیؒ نے اپنی کتاب "نصب الرایہ" میں تخریجِ حدیث کا طریقۂ کار، یہ اپنایا ہے کہ سب سے پہلے وہ حدیث ذکر کرتے ہیں جسے صاحبِ ہدایہ نے "ہدایہ" میں ذکر کی ہے، پھر کتبِ حدیث کے مصنفین میں سے جس جس محدث نے وہ حدیث ذکر کی ہے اس کا نام بیان کرتے ہیں، اس حدیث کی سند اور موضعِ سند کا ذکر کرتے ہیں، پھر اس حدیث کے ہم معنی دوسری احادیث بھی ذکر کرتے ہیں جن سے اس حدیث کو اور صاحبِ ہدایہ کے استدلال کو قوت ملتی ہے، پھر اپنی ذکر کردہ احادیث کی تمام سندوں کو بھی ذکر کرتے ہیں اور جس جس نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اس کا نام بھی لیتے ہیں، اِن ہم معنی احادیث کو "احادیث الباب" کے نام سے بیان کرتے ہیں۔ پھر اگر مسئلہ اختلافی ہوتا ہے تو احنافؒ کے علاوہ دیگر ائمہ کی رائے کو، اور ان احادیث کو بھی ذکر کرتے ہیں جن سے ان ائمہ نے استدلال کیا ہے اور ان ائمہ کی مستدل احادیث کو "احادیث الخصوم" کے نام سے ذکر کرتے ہیں، جن حضرات نے ان احادیث کی تخریج کی ہے ان کا نام بھی بیان کرتے ہیں۔

پھر ان سب باتوں کو نہایت صفائی، انصاف اور اعتدال پسندی سے ذکر کرتے ہیں، جس میں مذہبی تعصب کی بُو تک نہیں آتی۔

نصب الرایہ کے نسخے:

نصب الرایہ کے دو نسخے ہیں، ایک نسخہ ہندوستان میں اسی صدی ہجری کے آغاز میں طبع ہوا ہے لیکن اس میں کثرت سے سند و متن دونوں میں بڑی اغلاط ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرا نسخہ قاہرہ سے طبع ہو کر منظرِ عام پر آیا ہے، یہ طباعت ادارۂ مجلس علمی پاکستان کی نگرانی میں، ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں مکتبہ دار المأمون سے ہوئی ہے، اس نسخے پر اعتماد کیا جانا چاہیے، یہ نسخہ ۴ر جلدوں میں محقق انداز میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا ہے۔

تخریج احادیث کا کام فقہی کتابوں کی ترتیب کے مطابق کیا گیا ہے، چناں چہ کتاب الطہارۃ سے متعلق احادیث کی تخریج سے کتاب کا آغاز کیا گیا ہے، یہی سلسلہ فقہی ابواب کے آخر تک چلا گیا ہے، ابواب کی ترتیب میں بھی علامہ زیلعیؒ نے اصل کتاب ''ہدایہ'' کے ابواب کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے، جس سے استفادہ سہل تر ہو گیا ہے، اس لیے کہ جس کو جو حدیث جس باب کی دیکھنا ہے وہ وہی باب کھولے حدیث پوری تحقیق کے ساتھ اسے اپنی جگہ مل جائے گی۔

علامہ زیلعیؒ (م۷۶۲ھ) کی کتاب ''نصب الرایہ'' یقیناً احادیثِ احکام کی تخریج کا ایک بڑا مجموعہ ہے جسے مذاہب اربعہ کے مستدلات کا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے، کیوں کہ مصنف نے ہدایہ کی تخریجِ احادیث کے ساتھ ساتھ مذاہب ثلاثہ کے مستدلات و دلائل پر بھی نہایت انصاف واعتدال کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام اہل اسلام کی طرف سے مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین!

''نصب الرایہ'' میں ''تخریج احادیث'' کا ایک نمونہ:

یہاں تخریج حدیث کا ایک نمونہ پیش کیا جا رہا ہے، صاحب ہدایہ نے کپڑے سے منی پاک کرنے کی کیفیت سے متعلق ایک حدیث ''ہدایہ'' میں ذکر کی ہے، چناں چہ فرمایا ہے، "الحدیث الثالث: روي عن النبي صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم أنّه قال لعائشة في المني: "فاغسلیه إن کان رطبا وافرکیه إلا کان یابسا".

یہ عبارت اور حدیث، ہدایہ کی ہے، علامہ زیلعیؒ نے اس کے بعد فرمایا ہے:

"قلت غریب، و روی الدارَقطني في سننه من حدیث عبد اللّٰہ بن الزبیر ثنا بشر بن بکر ثنا الأوزاعي عن یحیٰی بن سعید عن عمرة عن عائشة قالت: کنت أفرک المني من ثوب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم إذا کان یابسا وأغسله إذا کان رطبا، انتهی،ورواہ البزار في سندہ وقال: لا یعلم أسندہ عن عائشة إلا عبد اللّٰہ بن الزبیر هذا و رواہ غیرہ عن عمرہ مرسلا، انتهی! قال ابن الجوزي في "التحقیق" والحنفیة یحتجون علی نجاسة المني بحدیث روَوْہ عن النبي صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم انه قال لعائشة: اغسله إن کان رطبا وافرکیه إلا کان یابسا، ثم ذکر حدیث الدار قطني المذکور. واللّٰہ أعلم!

اتنی عبارت کے بعد علامہ زیلعیؒ نے فرمایا ہے کہ بعض محدثین نے منی کو کپڑے سے رگڑنے والی حدیث کو اس کپڑے پر محمول کیا ہے جس کو آپ نماز کے وقت اتار دیتے تھے، لیکن اس قول کو علامہ زیلعیؒ رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قول اس حدیث سے مسترد کر دیا جائے گا جس میں مذکور ہے کہ کنت أفرکه من ثوب رسول اللّٰہ صلی

اللّٰـه علـيه وآله وسلم فيصلي فيه – کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھی پھر اسی کپڑے میں آپ نماز پڑھتے تھے۔ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔

ابوداؤد شریف میں "فيصلي فيه" کی جگہ پر "ثم يصلي فيه" ہے، لیکن "فا" کا فائدہ یہ ہے کہ (وہ تعقیب مع الوصل کی وجہ سے) رگڑنے کے بعد پانی سے دھونے کا احتمال ختم کرتا ہے۔ بعض مالکیہ نے "پانی سے رگڑنے" پر محمول کیا ہے، لیکن یہ بات بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ مسلم شریف میں ایک حدیث اس طرح ہے "لقد رأيتني واني لأحكه من ثوب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يابسا بظفري" واللّٰه أعلم! (یہ مالکیہ کے قول کی تردید کرتی ہے، کیوں کہ اس میں ہے کہ "میں اپنے ناخن سے منی کو رگڑتی تھی جو خشک ہوتی تھی) اس کے بعد علامہ زیلعیؒ نے فرمایا:

أحاديث الباب: روى البخاري و مسلم عن حديث عائشة أنها كانت تغسل المني من ثوب رسول صلى اللّٰه عليه وسلم فيخرج فيصلي فيه و أنا أنظر إلى بقع الماء في ثوبه انتهى! و هذا لامنافاة بينه وبين قولها: كنت أفرك المني من ثوبه فيصلي فيه كما منافاة بين غسله و قدميه و مسحه على الخفين. انتهى! وقال ابن الجوزي ليس في هذا الحديث حجة، لأن غسله كان للاستقذار لاللنجاسة.

علامہ زیلعی رحمہ اللہ احادیث الباب کا عنوان دے کر اسی طرح احادیث نقل کرتے ہیں جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث نقل کی ہے، پھر امام بیہقیؒ کا قول اور ابن جوزیؒ کا قول نقل کیا ہے۔

حدیث: انما يغسل الثوب عن خمس وسياتي قريبا.

الآثار: علامہ زیلعی "الآثار" کے تحت لکھتے ہیں "روي ابن أبي شيبة في "مصنفة" حدّثنا حسين بن علي بن جعفر بن برقان بن خالد بن أبي غزة قال: سأل رجل عمر الخطاب فقال: إني احتلمت على طنفسة، فقال: ان كان رطبا فاغسله، وان كان يابسًا فاحككه، وإن خفي عليک فارششه. انتهى!

احادیث الخصوم: روى أحمد في "مسنده" حدّثنا معاذ بن معاذ أنبأنا عكرمة بن عمار عن عبد اللّٰه بن عبيد اللّٰه بن عمير عن عائشة قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يسلت المني من ثوبه بعرق الإذخر، ثم يصلي فيه، ويحتّه يا بسا، ثم يصلي فيه. انتهى!

حديث آخر: أخرجه الدارقطني في "سننه" والطبراني في "معجمه" عن اسحاق بن يوسف بن الأزرق عن شريک القاضي عن محمد بن عبدالرحمن عن عطاء عن ابن عباس قال: سئل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن المني يصيب الثوب، قال: انما هو بمنزلة المخاط أو البزاق، وقال: انما يكفيک هو بمنزلة المخاط أو البزاق، وقال: انما يكفيک ان تمسحه بخرقة أو باذخرة". انتهى! قال الدارقطني: لم يرفعه غير إسحاق الأزرق عن شريک. انتهى! قال ابن الجوزي في "التحقيق": واسحاق إمام مخرج له في "الصحيحين" "التحقيق": ورفعه زيادة، وهي من الثقة مقبولة، ومن وقفه لم يحفظ. انتهى! ورواه البيهقي في "المعرفة" من طريق الشافعي ثنا سفيان عن عمرو بن دينار وابن جرير جريج كلاهما

عن عطاء عن ابن عباس موقوفا وقال: هذا هو الصحيح موقوفا، وقد روى عن شريک عن ابن ابى ليلى عن عطاء مرفوعا، ولايثبت. انتهى ا(۱)

(۲) "الدراية في تخريج أحاديث الهداية الدرايه في تخريج احاديث الهـدايـه"، یہ کتاب بھی کتبِ تخریج میں سے ہے، جیسے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۲) (۷۷۳ھ۔۸۵۲) نے "نصب الرایہ" سے تلخیص کیا ہے۔نصب الرایہ حافظ زیلعیؒ کی کتاب ہے جس پر پچھلے صفحات میں کلام ہو چکا ہے۔

---

(۱) نصب الرایہ: ۱/ ۲۰۹، ۲۱۰

(۲) علامہ ابن حجر کا پورا نام حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر کنانی عسقلانی شافعی ہے، آپ کی پیدائش اور پرورش و پرداخت مصر میں ہوئی، قاہرہ میں قیام پذیر ہوگئے تھے، سن ولادت ۷۷۳ھ ہے، ۴/سال کی عمر میں ۷۷۷ھ میں آپ کے والد اس دنیا سے رحلت کر گئے، جب کہ اس سے قبل آپ کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا، اس طرح یتیمی کی زندگی گزارنے پر آپ مجبور ہوئے، آپ نے بچپن ہی میں ۹ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا، نورالدین علی الخروبیؒ جو آپ کے وصی تھے آپ کو (۷۸۴ھ میں) ۱۱/سال کی عمر میں حج کے لئے اپنے ساتھ لے گئے، اور مکہ مکرمہ میں انہیں کے ساتھ رہے، وہیں عفیف الدین عبد اللہ نشاوری مسند الحجاز سے بخاری شریف پڑھی، پھر مختصرات العلوم کے عنوان پر مختلف کتابیں زبانی یاد کیں، بعد ازاں تاریخی کتابیں دیکھنے کا شوق ہوا، ادب کی کتابیں بھی مطالعہ کرنا شروع کیں، کچھ اشعار بھی کہے، پھر ۷۹۶ھ میں حافظ عراقی سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں دس سال تک رہ گئے، ۲۳/سال کی عمر تک حافظ عراقی کی خدمت کی اور فن حدیث میں خوب دلچسپی پیدا کی، یہاں سے اسکندریہ کے لیے دوبارہ حج کیا پھر یمن گئے، شام گئے، اور اکثر شہروں میں جا کر احادیث سنیں۔ پھر بے شمار مفید کتابیں تصنیف کیں، قاضی بھی بنے، مدرس رہے، افتا کی ذمے داری بھی نبھائی، اس طرح طلب علما نے بھی آپ کے علم و فضل، وسعت مطالعہ اور قوت حافظہ کی کھل کر گواہی دی بالآخر ۸۵۲ھ میں ۷۹/سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ آمین!

(اصول التخریج: ص ۴۵، حاشیہ)

صاحبِ کتاب نے الدرایہ کو مستقلاً نہیں لکھا ہے، بل کہ ''نصب الرایۃ'' کی تلخیص کی ہے اس لیے اس کی ترتیب بھی اصل کتاب نصب الرایہ ہی کی ترتیب پر ہے۔ ابواب کی ترتیب بالکل اصل کتاب کی مانند ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ علامہ زیلعیؒ کی نصب الرایہ کے کچھ مقاصد تلخیص کرنے میں بیان نہیں کیے ہیں، جس سے استغنا برتا مصنف نے عمدہ خیال کیا ہے اور اسے مقدمۃ الکتاب میں ذکر بھی کیا ہے؛ چناں چہ فرماتے ہیں:

"أما بعد فاني لما لخصتُ ...."

حمد وصلاۃ کے بعد عرض ہے کہ جب میں نے امام ابوالقاسم رافعیؒ کی ''شرح الوجیز'' کی احادیث کی تخریج کی تلخیص کی اور (الحمدللہ) تلخیص اصل کے تمام مقاصد کو جامع ہوکر منظرِ عام پر آئی، مزید برآں اس میں بہت سارا اضافہ بھی تھا، تو اس وقت میرے مطالعے میں علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعیؒ کی **"تخریج أحادیث ھدایۃ"** بھی تھی تو بعض دوستوں نے مجھ سے آکر کہا کہ آپ علامہ زیلعی کی تخریجِ احادیثِ ہدایہ کی بھی تلخیص فرمادیں تو نفع عام ہوجائے اور اہلِ مذہب کی معلومات بڑھ جائے تو میں نے ان کی باتوں میں غور کیا اور ان کی درخواست منظور کرلی۔ اور عمدہ سے عمدہ تلخیص کرنے کے ارادے سے کام کا بیڑا اٹھالیا تاکہ مقاصدِ اصل میں کوئی خلل نہ آنے پائے، اللہ سے مدد کا طالب ہوں وہی عبادت کے لائق ہے، اسی سے ہر امر میں استعانت ہونی چاہیے اسی لیے اسی سے مدد کا طالب ہوکر کام کا میں نے آغاز کیا ہے۔

"درایۃ في تخریج أحادیث الھدایۃ" یہ کتاب اگرچہ مختصر اور طلبہ کے لیے سہل ہے لیکن اصل کتاب کے ہوتے ہوئے کوئی زیادہ فائدہ مند نہیں ہے، کیوں کہ تخریج کا مبنیٰ یہ ہے کہ نفع بخش تخریج اسی وقت ہوتی ہے جب کہ اس میں حدیث کی

سندوں کی کثرت ہو اوران کی جگہوں کی نشان دہی ہو، اوران سب کی خوب خوب توضیح بھی ہو، اسی وقت طالب علم کو مکمل فائدہ ہوتا ہے، اور وہ تخریج کی گہرائی تک پہنچ جاتا ہے۔ علامہ زیلعیؒ کی کتاب اسی طرح کی ہے، نہ اس میں حشو و زوائد ہیں اور نہ ایسا اختصار کہ مخل مطلب ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی جگہ حدیث کی دوسری سندوں کی بھی ضرورت ہے اور تلخیص میں اس کو حذف کر دیا گیا ہے تو کتاب طالب علم کے لیے مقصود میں خلل انداز ہوگی اوراس سے نفع کم ہوگا درایہ کی تخریج کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے۔

"درایہ" کی تخریج حدیث کا نمونہ:

قال المؤلفؒ: "حديث قال النبي صلى الله عليه وسلم لعائشة في المني: فاغسليه إن كان رطبا، وافْرُكِيه إن كان يابسا لم أجده بهذه السياقة. و هو عند البزار و الدارقطني من حديث عائشة قالت: كنت أفرك المني من ثوب رسول الله صلى عليه وسلم إذا كان يابسا، واغسله إذا كان رطبًا، ولمسلم من وجه آخر، لقد رأيتُني وإني أحكه من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم يابسا بظفري ولأبي داؤد: كنت أفركه من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فركا فيصلي فيه.

ولأحمد من طريق عبدالله بن عبيد بن عمير بن عائشة: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسلت المني من ثوبه بعرق الإذْخِر ثم يصلي فيه، ويحتّه يابسا ثم يصلي فيه، وفي الصحيحين عن عائشة إنها كانت تغسل المني من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وروى ابن أبي شيبة من طريق خالد بن أبي عزة: سال رجل عمر فقال: إني احتلمت

علـى طـنـفـسة فـقال: إن كان رطبا فاغسله وإن كان يابسا فاحككه، فأن خـفـي عـليـك فـارشـه، وروى الشـافـعي ثم البيهقي من طريقه بإسناد صـحيـح عـن عـطـاء عـن ابـن عباس في المني: وانما هو بمنزلة المخاط والبـزاق، قـال البيـهـقي هذا هو الصـحيـح موقوف، ورفعه شريك عن ابن أبي ليلى عن عطاء، و لايثبت. انتهى! وهو عند الدار قطني والطبري".

(۳) التلخيص الحبير في تخريج أحاديث شرح الوجيز الكبير:

یہ کتاب بہت عمدہ اور مفید ہے، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے "البـدر المنير في تـخـريـج الأحـاديـث والآثـار الـواقعه في الشرح الكبير" کی تلخیص کی ہے، "البـدر الـمنيـر علامه سراج الدين عمر بن علي بن ملقن" (م۸۰۴ھ) کی تصنیف ہے، اور "الشـرح الـكبيـر" کی بھی تلخیص کی ہے جو ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد رافعیؒ (۶۲۳ھ) کی، فقہ شافعیؒ کے موضوع پر لکھی ہوئی تصنیف ہے، ابوالقاسم نے اس میں "الوجیز" کی شرح کی ہے جو امام ابوحامد محمد بن محمد غزالیؒ (۵۰۵ھ) کی تصنیف ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ "الشـرح الكبير" ایسی کتاب ہے جس کی احادیث کی تخریج بہت سارے علمائے امت نے کی ہے، ان میں پانچ علمائے کرام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی:۸۵۲ھ) سے پہلے گزرے ہیں، وہ پانچ علماء حسب ذیل ہیں:

(۱) سراج الدین بن ملقنؒ (متوفی ۸۰۴ھ)

(۲) عزالدین بن جماعۃؒ (متوفی ۷۶۲ھ)

(۳) بدرالدین بن جماعۃؒ (عزالدینؒ کے پوتے) (متوفی ۸۱۹ھ)

(۴) ابوامامہ محمد بن عبدالرحمان بن النقاشؒ (متوفی ۸۴۵ھ)

(۵) بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشیؒ (متوفی ۷۷۴ھ)

اورایک عالم علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) کے بعد ہیں، اور وہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) ہیں، انہوں نے اپنی کتاب کا نام رکھا "نشر العبير في تخريج أحاديث الشرح الكبير"۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ علامہ سراج الدین بن الملقنؒ (۸۰۴ھ) نے اپنی کتاب "البدرالمنیر" کو سات جلدوں میں لکھا ہے، پھر اس کی تلخیص ۴ر جلدوں میں کی ہے، اس تلخیص کا نام "خلاصة البدر المنير" ہے، پھر اس تلخیص کی بھی تلخیص کی ہے، جو صرف ایک جلد میں ہے، اس کا نام "منتقى خلاصة البدر المنير" ہے، علامہ ابن حجرؒ (۸۵۲ھ) نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن علامہ ابن الملقن (۸۰۴ھ) کی "خلاصة البدر المنير" کا اللہ جانے کیوں ذکر نہیں کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے اپنی مذکورہ کتاب کے مقدمے میں ذکر کیا ہے کہ "الشرح الکبیر" کی احادیث کی تخریج پیش کرنے والی کتابوں میں مفصل اور ملخص کتاب سراج الدین بن ملقن (۸۰۴ھ) کی کتاب ہے، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اس میں تکرار بہت ہے جس سے کتاب لمبی اور مفصل ہوگئی ہے، اور ملخص میں مقاصدِ اصل کی بہت ساری باتیں تلخیص کی نذر ہوگئی ہیں، اسی لیے علامہ ابن حجرؒ نے ابن ملقن کی تلخیص میں ان کی کتاب کا ایک تہائی حصہ بڑھایا ہے جس میں مقاصدِ اصل کی متروک باتوں کو ذکر کرنے کا خصوصی التزام فرمایا ہے، اور مذکورہ بالا کتبِ تخریج کے فوائد زائدہ سے خوب کسبِ فیض کیا ہے اور علامہ زیلعیؒ کی نصب الرایہ سے بھی بہت کچھ لیا ہے، اور علامہ زیلعیؒ کی کتاب سے فقہ شافعی کی کتاب کی احادیث کی تخریج میں مدد لینے کی وجہ بیان کی ہے کہ علامہ زیلعی حنفیؒ

نے دوسرے مذاہب کے مستدلات کو بھی اچھی طرح نہایت انصاف سے بیان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے امید وابستہ کی ہے کہ یہ کتاب فقہائے امت کے جمیع مستدلات ودلائل کو جامع ہوگی، جو فروعی مسائل کے لیے ان کی بے شمار تصنیفات میں بکھرے ہوئے ہیں۔

لیجیے! آپ کی خدمت میں علامہ ابن حجرؒ کی "التلخيص الحبير" کا پورا مقدمہ بعینہٖ پیش ہے تاکہ مذکورالصدر تمام تفصیلات سے آپ باضابطہ اور بلاواسطہ واقف ہوجائیں:

التلخيص الحبير کا مقدمہ:

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"**أما بعد: فقد وقفت على تخريج أحاديث شرح الوجيز للإمام أبي القاسم الرافعي شكر الله سعيه، لجماعة من المتأخرين منهم القاضي عز الدين بن جماعة، والإمام أبو أمامة بن النقاش، والعلامة سراج الدين عمر بن علي الأنصاري، والمفتي بدرالدين محمد بن عبد الله الزركشي وعند كل منهم، ماليس عند الآخر من الفوائد والزوائد، وأوسعها عبارة، وأخلصها إشارة كتاب شيخنا سراج الدين إلا أنه إطاله بالتكرار، فجاء في سبع مجلدات، ثم رأيته لخّصه في مجلدة لطيفة أخل فيها بكثير من مقاصد المطول وتنبيهاته، فرأيت تلخيصه في قدر ثلث حجمه مع الالتزام بتحصيل مقاصده فمنّ الله بذلك، ثم تتبعت عليه الفوائد الزوائد من تخاريج المذكورين معه، ومن تخريج أحاديث الهداية في فقه الحنفية للإمام جمال الدين الزيلعي، لأنه ينبه فيه على ما يحتج به مخالفوه، وأرجو الله إن تم هذا التتبع، أن يكون حاويا لجل ما يستدل به**

الفقهاء في مصنفاتهم في الفروع، وهذا مقصد جليل ".(۱)

"التلخيص الحبير" کے اس مقدمے کی وضاحت سے پتہ چلا کہ یہ کتاب تمام فقہائے کرام کے مستدلات پر مشتمل ہے،اور مختلف مذاہب کے فقہا کے لیے احادیث کے ذریعے احکام کے دلائل پیش کرنے میں ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا طریقہ تقریبا وہی رہا ہے جو"الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ" کا تھا احادیث ،اس کتاب میں فقہی ابواب کی ترتیب پر لائی گئی ہیں۔

اس کتاب میں احادیث کی تخریج کا کیا طریقہ رہا ہے، اس کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے۔

التلخيص الحبير میں تخریج حدیث کا ایک نمونہ:

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (۸۴۲ھ) فرماتے ہیں: حديث علي رضي الله عنه ان العباس سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم في تعجيل صدقته قبل أن تحل، فرخص له أحمد وأصحاب السنن والحاكم والدارقطني والبيهقي، من حديث الحجاج بن دينار عن الحكم عن حجية بن عدي عن علي، ورواه الترمذي من رواية إسرائيل عن الحكم عن حجر العدوي عن علي، وذكر الدار قطني الاختلاف فيه على الحكم، ورجح رواية منصور عن الحكم عن الحسن بن مسلم بن يناق عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلا، وكذا رجحه أبو داؤد، وقال البيهقي: قال الشافعي: رُوي عن النبي صلى الله عليه وسلم وسلم أنه تسلف صدقة

(۱) مقدمة التلخيص الحبير: ص ۹

مال العباس قبل أن تحل، ولا أدرى أثبت أم لا؟ قال البيهقي: عني بذلك هذا الحديث ويعضده حديث أبي البختري عن علي أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: انا كنا احتجنا فاستسلفنا العباس صدقة عامين، رجاله ثقات، إلا أن فيه انقطاعا، وفي بعض ألفاظه: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لعمر: إنا كنا تعجلنا صدقة قال العباس عام أول، رواه أبوداود الطيالسي من حديث ابي رافع. (۱)

(۴) المغني عن حمل الأسفار في تخريج ما في الأحياء من الأخبار

"المغني عن حمل الأسفار ...." یہ کتاب حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقیؒ (۸۰۶ھ) نے لکھی ہے، اس کتاب میں مؤلفؒ نے امام غزالیؒ کی کتاب "احیاء علوم الدین" کی احادیث کی تخریج کی ہے۔

یہ تخریج "احیاء علوم الدین" کے حاشیے پر چھپی ہے، یہ بہت عمدہ اور معلومات افزا ہے، جس سے علامہ عراقیؒ کی علوم حدیث میں مہارت و پختگی معلوم ہوتی ہے۔

طریقۂ تخریج:

علامہ زین الدین عراقیؒ کا طریقۂ تخریج یہ ہے کہ حدیث اگر بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے، یا صرف کسی ایک میں، تو مصنفؒ انہیں کی طرف منسوب کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) التلخيص الحبير: ۱۶۲/۲، ۱۶۳

اور اگر ان دونوں کتابوں میں حدیث نہیں ہے تو سنن اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) کے مصنفین میں سے جس محدث نے بھی حدیث کی تخریج کی ہے اس کا نام لیتے ہیں، اور اگر حدیث صحاحِ ستہ میں سے کسی کی ہوتی ہے تو اس کو انہیں کی طرف منسوب کرتے ہیں، کسی اور کی طرف منسوب نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی مفید مقصد ہو تو اور بات ہے۔

گویا کہ جس نے بھی آپ کی کتاب کی حدیث کی تخریج کی ہے، اس نے صحت کا التزام کیا ہے، اور اگر حدیث صحاحِ ستہ میں نہیں ہے تو مشہور کتب حدیث میں سے حدیث جہاں ہے اس کا ذکر کر دیتے ہیں، اور اگر حدیث احیاء علوم الدین میں دوبارہ آرہی ہے تو اگر ایک باب میں مکرر ہے، تو پہلی مرتبہ اکثر تخریج کر دیتے ہیں۔

اور کبھی کسی غرض سے دوبارہ بھی تخریج کرتے ہیں، کبھی بھول جاتے ہیں اور یاد نہیں رہتا کہ پہلے تخریج کر چکے ہیں تو دوبارہ کر دیتے ہیں، اگر تکرار حدیث دوسرے باب میں ہو تو تمام مقامات پر تخریج کرتے ہیں اور یہ تنبیہ بھی کرتے ہیں کہ اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے، کبھی کبھی تنبیہ کرنا بھول جاتے ہیں۔

تخریج پیش کرنے کا آپ کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ احیاء العلوم کی حدیث کا ایک حصہ ذکر کرتے ہیں، اس کے صحابی کا نام بتاتے ہیں، حدیث جہاں سے لی ہے اسے بتاتے ہیں، صحیح، حسن اور ضعیف کو بتلاتے ہیں، اور اگر حدیث کی کوئی اصل احادیث کی کتابوں میں نہیں ہے تو یہ بتلاتے ہیں کہ، "لا اصل لہ" اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

کبھی کبھی "لا أعرفه" فرماتے ہیں، یعنی وہ کہتے ہیں اور نہایت احتیاط سے کہتے ہیں کہ کتب حدیث میں یہ حدیث میری نظر سے نہیں گزری، اور یہ تخریج مختصر تخریج

ہوتی ہے اس تخریج کبیر سے، جو لمبی اور وسعت لیے ہوتی ہے، اسی کی طرف علامہ عراقیؒ نے اپنے مقدمے میں اشارہ کیا ہے: فلمّا وفّق اللّٰہ تعالیٰ لإكمال الكلام على أحاديث إحياء علوم الدين، في سنة إحدى وخمسين، تعذر الوقوف على بعض أحاديثه، فأخرت تبيضه إلى سنة ستين، فظفرت بكثير مما عذب عني علمه ثم شرعت في تبيضه في مصنف متوسط حجمه وأنا مع ذلك متباطئي في إكماله، غير متعرض لتركه وإهماله، إلى أن ظفرت بأكثر ما كنت لم أقف عليه، وتكرر السؤال من جماعة في إكماله، فأحببت وبادرت إليه، ولكني اختصرته في الأسفار، فاقتصرت فيه على ذكر طرف الحديث، وصحابيه، ومخرجه، وبيان صحته أو حسنه وضعف مخرجه، فإن ذلك هو المقصود الأعظم عند أبناء الآخرة، وبل عند كثير من المحدثين عند المذاكرة والمناظرة، وأبين ما ليس له أصل في كتب الأصول، والله أسأل أن ينفع به إنه خير مسئول".

یہ تخریج بڑی اہم اور ضروری ہے، اس لیے کہ ''احیاء علوم الدین'' نامی کتاب میں بہت سی حدیثیں ضعیف بل کہ موضوع بھی ہیں، اس تخریج سے ضعیف اور موضوع احادیث کا پتہ چل گیا ہے اور صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز ہوگیا ہے اور یہ سب باتیں بڑی آسان عبارت اور اختصار میں پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر محدثین کرام کو خدمتِ حدیث کا بہترین اجر عنایت کرے اور ان کی تصنیفات سے امت کو نفع پہنچائے۔ (آمین!)

تخریج کا ایک نمونہ پیشِ خدمت ہے:

تخریج کا نمونہ: قال العراقي رحمه الله تعالیٰ: "حديث (خلق الله الماء طهورًا لا ينجسه شيء، إلا ما غير لونه أو طعمه أو ريحه) أخرجه ابن ماجة من حديث أبي أمامة بإسناد ضعيف، وقد رواه بدون الإستثناء أبو داؤد والنسائي والترمذي من حديث أبي سعيد، وصححه أبو داود وغيره".

تخریج کے طریقے:

تخریج کے پانچ طریقے ہیں:

(۱) روایت کرنے والے صحابی کا نام معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج۔

(۲) متنِ حدیث کا پہلا لفظ معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج۔

(۳) حدیث کا کوئی لفظ معلوم ہونے کی بنیاد پر تخریج حدیث۔

(۴) حدیث کا موضوع معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج۔

(۵) متن وسند کے اعتبار سے حدیث میں غور کرنے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج۔

تخریجِ حدیث کا لائحۂ عمل

حدیث پر غور وخوض اور تخریج حدیث کا آسان طریقہ:

جب ہمارے سامنے کوئی حدیث ہو، اور ہم اس کی تخریج کرنا چاہتے ہیں، (یعنی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ کہاں ہے، اس حدیث پر تصحیح کا حکم ہے یا تحسین کا، اس حدیث کے صحیح الفاظ کیا ہیں، کن راویوں سے مروی ہے) تو ہمارے لیے سب سے پہلے یہ کام ضروری

ہے کہ ابھی کتاب میں حدیث تلاش نہ کریں۔ پہلے اس حدیث کے احوال کے سلسلے میں غور کریں جس کی ہمیں تخریج کرنا ہے، مثلاً یہ دیکھیں کہ یہ حدیث کون سے صحابی نقل کر رہے ہیں، اگر حدیث میں صحابی موجود ہیں تو اس کو ذہن میں رکھیں، یا یہ دیکھیں کہ حدیث کا موضوع کیا ہے؟ یا حدیث کے الفاظ کو ذہن میں رکھیں؟ یا یہ دیکھیں کہ حدیث کا پہلا لفظ کیا ہے؟ یا سند و متن میں کوئی خاص بات نظر آئے تو اسے ذہن میں رکھیں۔

یہ سب باتیں ذہن میں رکھنے سے تخریج حدیث کا کام، ہم بہت آسانی سے کر لیں گے۔ تخریجِ حدیث کے موضوع پر نظر رکھنے والے علما کی چھان بین اور تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ تخریجِ حدیث کے کل پانچ طریقے ہیں:

تخریج حدیث کے پانچ طریقے:

۱) روایت کرنے والے صحابی کا نام معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج۔

۲) متنِ حدیث کا پہلا لفظ معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج۔

۳) حدیث کا کوئی لفظ معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج۔

۴) حدیث کا موضوع معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج۔

۵) متن وسند کی خصوصی صفات میں غور کرنے کے اعتبار سے حدیث کی تخریج۔

آگے انہیں طریقوں کی تفصیل ۵ فصلوں میں آئے گی۔ ان شاء اللہ!

پہلی فصل:

تخریجِ حدیث کا پہلا طریقہ

حدیث روایت کرنے والے صحابی کا نام معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج کی جائے، یہ تخریجِ حدیث کا پہلا طریقہ ہے، اس طریقے میں جس حدیث کی تخریج کی جاتی ہے اس میں راوی صحابی کا نام مذکور ہوتا ہے۔ اگر صحابی راوی کا نام حدیث میں موجود نہ ہو تو ظاہر ہے کہ تخریجِ حدیث کا یہ پہلا طریقہ نہیں استعمال ہوگا۔

چناں چہ جب ہم نے تخریجِ حدیث کے لیے ایک حدیث منتخب کی، اس میں راوی کا نام بھی موجود ہے تو ہمارے لیے اب لازم ہے کہ تخریج کے عمل میں تین طرح کی کتبِ حدیث سے مدد حاصل کریں:

۱) مسانید ۲) معاجم ۳) کتبِ اطراف

مسانید:

مسانید مُسْنَد کی جمع ہے، "مسند" حدیث کی ایسی کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں مؤلفِ کتاب نے ہر صحابی کی تمام روایات کو علیحدہ جمع کیا ہو۔

مسانید کی تعداد جنہیں محدثین نے تصنیف فرمایا ہے بے شمار ہے، بعض حضرات نے مسانید کی تعداد ۱۰۰ تک بیان فرمائی ہے، بعض اس سے بھی زیادہ بتلاتے ہیں۔

"الرسالة المستطرفة" میں "علامہ کتانی" نے مسانید کی تعداد ۸۲ بتائی ہے۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص:۷۴) پھر فرمایا ہے "المسانيد كثيرة سوى ما ذكرناه" مسانید

کی تعداد ۸۲ر کے علاوہ اور بھی ہے۔ مسانید میں صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نام استعمال کرنے کے کئی طریقے رائج ہیں: کبھی تو نام حروفِ تہجی کے اعتبار سے لائے جاتے ہیں، تو کبھی اسلام میں تقدم وسابقیت اور اولیت کی بنیاد پر۔ اسی طرح کبھی قبائل اور خاندان کے لحاظ سے اسمائے صحابہ کا استعمال ہوتا ہے کہ ایک قبیلے کے تمام صحابہ کے تذکرے کے بعد دوسرے قبیلے کے صحابہ کے اسماء آتے ہیں اور شہروں اور قصبات کا لحاظ کیا جاتا ہے کہ ایک شہر کے تمام صحابہ جب پورے ہوجاتے ہیں تو دوسرے شہر کے صحابہ کا نمبر آتا ہے، لیکن ان تمام طریقوں میں حروفِ تہجی کا طریقہ سب سے زیادہ مفید اور سہل ہے۔

مسانید اور اس کی ترتیب میں یہی مذکورہ باتیں مشہور ہیں۔ البتہ کبھی کبھی ایسی کتبِ حدیث کو بھی محدثین مسانید کہہ دیتے ہیں جو حروفِ تہجی یا ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر جمع کی گئی ہوں، صحابہ کے ناموں پر جمع نہ کی گئی ہوں، اس لیے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تک احادیث مسند ومرفوع پہنچتی ہیں، مثلاً مسند بقی بن مخلد اندلسیؒ (متوفی: ۲۷۶ھ) یہ کتاب ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر جمع کی گئی ہے پھر بھی اس کو مسند کہتے ہیں۔

اب آگے بعض مسانید کے نام برائے حفظ وافادہ دیے جارہے ہیں:

چند مسانید کے نام:

۱) مسند احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)

۲) مسند ابی بکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدیؒ (۲۱۹ھ)

۳) مسند ابی داؤد سلیمان بن داؤد الطیالسیؒ (۲۰۴ھ)

۴) مسند اسد بن موسیٰ امویؒ (۲۱۲ھ)

۵)مسند مُسَدَّد بن مُسَرہَدْ الاسدی البصریؒ (۲۲۸ھ)

۶)مسند نُعیم بن حمادؒ

۷)مسند عبید اللہ بن موسیٰ العبسیؒ

۸)مسند خیثمہ زہیر بن حربؒ

۹)مسند ابی یعلی احمد بن علی المثنی الموصلی (۳۰۷ھ)

۱۰)مسند عبد بن حُمیدؒ (۲۴۹ھ)

۱۰؍مسانید کا اوپر ماسبق میں تذکرہ ہوا۔ان میں سے ہم صرف دو مسانید: ’’مسند الحمیدی‘‘ اور ’’مسند احمد‘‘ کا قدرے تفصیل سے تذکرہ کریں گے۔اس لیے کہ یہ دو مسانید بڑی مشہور ہیں، اور چھپ کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں، کسی کو کچھ دیکھنا اور رجوع کرنا ہو، تو ان دونوں کتابوں سے رجوع آسان ہے۔اور چوں کہ ’’مسند الحمیدی‘‘، ’’مسندِ احمد‘‘ سے پہلے لکھی گئی ہے اس لیے مسند الحمیدی کا تذکرہ پہلے کرنا زیادہ اچھا ہے۔

’’مسند الحُمیدی‘‘:

یہ مسند امام بخاری کے استاذِ گرامی کی تالیف ہے، جن کا نامِ نامی ’’حافظ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی‘‘ ہے، سنِ وفات ۲۱۹ھ ہے۔لیکن یہ مسند کوئی بہت بڑی ضخیم تصنیف نہیں ہے۔پھر بھی حدیث کی گیارہ جلدوں میں موجود ہے، نیا مطبوعہ نسخہ حدیث کی دس جلدوں میں طبع ہوا ہے۔

مطبوعہ نسخے کی ترقیم اور نمبرنگ کے لحاظ سے اس کتاب میں کل ’’ایک ہزار تین سو‘‘ احادیث ہیں۔کتاب پوری مسانیدِ صحابہ کی ترتیب پر ہے، صحابہ کے ناموں کی ترتیب حروفِ تہجی کے اعتبار سے نہیں ہے، علامہ حمیدیؒ نے اس سلسلے میں ایک علیحدہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مسند سے کتاب کا آغاز کیا ہے، پھر بقیہ خلفائے راشدین کا ان کی تاریخی ترتیب پر ذکر ہے، بعدازاں بقیہ دوسرے عشرہ مبشرہ کی مسانید کا تذکرہ ہے۔ البتہ طلحہ بن عبید اللہ کا ذکر نہیں ہے۔ بقیہ صحابہ کے ناموں میں مصنف نے جس ترتیب کا لحاظ کیا ہے اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ ظاہر یہ ہے کہ اسلام لانے میں سابقیت وتقدم کا لحاظ کر کے پہلے اسلام لانے والے صحابہ کا نام ان کی مسانید کے ساتھ پہلے مذکور ہے، بعد میں اسلام لانے والوں کا بعد میں۔ پھر امہات المومنین کی احادیث کا ذکر ہے اس کے بعد دیگر صحابیات کی احادیث کا تذکرہ ہے۔ پھر انصاری صحابہ کی احادیث کا ذکر ہے، اس کے باقی صحابہ کی احادیث کا ذکر ہے، البتہ کسی خاص مربوط ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔

رہی بات ان صحابۂ کرام کے تعداد کی جن سے اس مسند میں احادیث منقول ہیں تو ان کی کل تعداد ۱۸۰ ہے۔ ان میں سے بھی صحابہ کی ایک بڑی تعداد سے ایک ایک حدیث ہی منقول ہے۔

یہ کتاب ''مجلس علمی پاکستان'' نے طبع کرائی ہے۔ جس پر تحقیق وتعلیق کا کام ''محدثِ کبیر شیخ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ'' نے کیا ہے۔ آپ نے اس کی تحقیق وتعلیق میں بڑی عرق ریزی سے کام کیا ہے، پھر بھی طباعت کی غلطیاں موجود ہیں۔ آپ نے ایک کام بہت اچھا یہ کر دیا ہے کہ احادیث پر نمبرات ڈال دیے ہیں، اور ابوابِ فقہیہ کے اعتبار سے احادیث کو مرتب فرما کر حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے، اور مسند میں اس حدیث کے نمبر کا اشارہ بھی دے دیا ہے، یہ کام بڑا قابلِ قدر اور لائقِ شکر ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ صحابہ کا نام بھی حروفِ تہجی کے اعتبار سے ذکر فرما دیتے تو پڑھنے والوں کو مراجعت کرنے میں بڑی سہولت

ہو جاتی۔ کتاب متوسط سائز کی دو جلدوں میں چھپی ہے۔ ایک مرتبہ ۱۳۸۲ھ میں، پھر اب تک دوبارہ نہیں چھپی۔

اس کتاب میں حدیث تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس صحابی کا نام تلاش کریں جس کی سند سے وہ حدیث مروی ہے، پھر وہ حدیث مسند کے اندر تلاش کریں، اگر مل جائے تو بہتر، ورنہ یہ سمجھیں کہ اس مسند میں یہ حدیث نہیں ہے، اب کسی اور کتاب میں تلاش کریں۔

مسند امام احمد بن حنبل:

یہ بڑی ضخیم کتاب ہے، جس میں تقریباً چالیس ہزار احادیث ہیں، اس کو امام احمد بن حنبل شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف کیا ہے، آپ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی ہے۔

اس کتاب کو امام احمدؒ نے مسانیدِ صحابہ کی ترتیب پر جمع کیا ہے، یعنی ہر صحابی کی احادیث کو علیحدہ نقل کیا ہے۔ اس نقل کرنے میں موضوعِ حدیث سے صرفِ نظر کیا ہے۔

البتہ امام احمدؒ نے بھی صحابہ کے ناموں کی حروفِ تہجی کے اعتبار سے ترتیب نہیں دیا ہے، ناموں کی ترتیب میں دیگر دوسرے متعدد امور کا خیال کیا ہے، مثلاً افضل صحابہ کے اسمائے گرامی کو پہلے ذکر کیا ہے، اسی طرح جن شہروں میں ان کا قیام ہوگیا تھا ان کا لحاظ کیا ہے، اسی طرح مختلف قبائل کا بھی لحاظ کیا ہے۔

بعض صحابہ کی احادیث کو امام احمدؒ نے ایک سے زائد مقامات پر ذکر کیا ہے، اسی وجہ سے جو شخص کسی ایک صحابی کی حدیث کو جاننا چاہتا ہے تو اسے تمام جلدوں کی فہرست دیکھنا پڑتی ہے، تب صحیح جگہ کی رہنمائی ہو پاتی ہے۔

البتہ یہ بات ہے کہ مسند کے ناشرین نے ضرور تسہیل کی ہے مثلاً "المکتب الإسلامي" اور "دار صادر" بیروت نے۔ انہوں نے ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں مسند کا فوٹو قاہرہ کے "الطبعة الميمنية" سے لیا، پھر فوٹو والے نسخے میں صحابہ کے اسماء کی فہرست ڈال دی، ناموں کی ترتیب میں حروف تہجی کا خیال رکھا، اور ہر صحابی کے نام کے سامنے جلد نمبر اور صفحہ ڈال دیا۔

اب جس کو کسی ایسی حدیث کی تخریج کرنی ہے جس میں صحابی کا نام موجود ہے تو اسے چاہیے کہ پہلے اس فہرست کی طرف مراجعت کرے جس کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا تاکہ جلدی سے جلد نمبر اور صفحہ نمبر کی مدد سے اس صحابی کی مسند کا پتہ چل جائے، پھر اس صحابی کی دیگر مسند احادیث کے لیے مراجعت کرے تاکہ اگر امام احمدؒ نے مسند احمد میں حدیث نقل کی ہو تو پتہ چل جائے، ورنہ پھر دوسری کتابوں میں تلاش کیا جائے۔

مسند احمد بن حنبل میں صحابہ کی ۹۰۴ / مسانید موجود ہیں بعض مسانید میں سیکڑوں احادیث ہیں، جیسے کہ "مسند ابی ہریرہ" اور مکثرین (۱) صحابہ کی مسانید، اور بعض مسانید میں صرف ایک ہی حدیث موجود ہے، اور بعض میں کم اور زیادہ مسانید ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے عشرہ مبشرہ صحابہ کی مسانید کو بالکل ابتدا میں ذکر کیا ہے، ان میں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے مقدم کیا ہے، پھر عمرؓ پھر

---

(۱) مکثرین: م کے ضمے، ک کے جزم اور ث کے زیر کے ساتھ: ان صحابہ کو کہتے ہیں جن سے ایک ہزار سے زیادہ احادیث منقول ہیں، وہ یہ ہیں: "مکثرین صحابہ سات ہیں جن کے نام مع مرویات حسب ذیل ہیں: (۱) حضرت ابوہریرہؓ: مرویات: ۵۳۷۴۔ (۲) حضرت ابن عمرؓ: مرویات: ۲۶۳۰۔ (۳) حضرت انسؓ: مرویات: ۲۲۸۶۔ (۴) حضرت عائشہؓ: مرویات: ۲۲۱۰۔ (۵) حضرت ابن عباسؓ: مرویات: ۱۶۶۰۔ (۶) حضرت جابر بن عبداللہؓ: مرویات: ۱۵۴۰۔ (۷) حضرت ابوسعید خدریؓ: مرویات: ۱۱۷۰۔ (اصطلاحاتِ حدیث: ص ۱۱، از راقم سطور)

عثمانؓ پھر علیؓ پھر بقیہ عشرہ مبشرہ کی مسانید لائے ہیں، پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی احادیث لائے ہیں اس کے بعد تین صحابہ کی تین احادیث ذکر کی ہیں، پھر اہلِ بیت کی احادیث بیان کی ہے، اسی طرح شداد بن الہار کی حدیث تک پہنچ گئے ہیں۔

کتاب چھ ضخیم جلدوں میں چھپی ہے، کتاب کے حاشیے میں ''منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' نامی کتاب چھپی ہے، یہ کتاب شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جن کا نام علی بن حسام الدین ہے۔

معاجم

''معاجم'' معجم کی جمع ہے، ''معجم'' حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو مسانید صحابہ کی ترتیب پر، یا اساتذۂ حدیث، یا شہروں وغیرہ کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہو، یہ تعریف محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے ہے۔

اکثر وبیشتر اس میں ناموں کی ترتیب حروف معجم کی ترتیب پر ہوتی ہے، یہاں پر ہم ان معاجم کو ذکر کریں گے جو مسانید صحابہ کی ترتیب پر جمع کی گئی ہیں۔

مشہور معاجم:

معاجم کی تعداد بہت ہے ان میں مشہور ترین معاجم حسبِ ذیل ہیں:

(۱) المعجم الکبیر (۲) المعجم الصغیر

(۳) المعجم الاوسط (۴) معجم الصحابۃ

۱- المعجم الکبیر: یہ معجم ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) کی تصنیف ہے، یہ مسانید صحابہ پر مرتب ہے اور صحابہ کے نام حروف معجم کی ترتیب پر ہیں، ہاں مسند ابی ہریرہ مستثنیٰ ہے۔

مصنفؒ نے اس کو الگ سے ذکر کیا ہے، کہا جاتا ہے کہ اس میں ساٹھ ہزار احادیث ہیں، اسی کتاب کے بارے میں ''ابن دحیہؒ'' کہتے ہیں کہ دنیا کی سب سے بڑی معجم ''المعجم الکبیر'' ہے، اور جب کوئی معجم بولتا ہے تو اس سے یہی ''معجم کبیر'' مراد ہوتی ہے۔

۲-المعجم الصغیر: یہ بھی سلیمان بن احمد طبرانیؒ (متوفی ۳۶۰ھ) کی تصنیف ہے، آپ نے اس میں اپنے ایک ہزار شیوخ سے احادیث بیان کی ہے، اور اکثر و بیشتر ایک شیخ سے ایک ہی حدیث بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۳-المعجم الاوسط: یہ بھی سلیمان بن احمد طبرانیؒ (متوفی ۳۶۰ھ) کی تصنیف ہے، یہ اپنے شیوخ کے ناموں کی ترتیب پر ہے، جن کی تعداد تقریباً ۲ ہزار ہے، اس میں، کہتے ہیں کہ، تیس ہزار احادیث ہیں۔

۴-معجم الصحابہ: احمد بن علی بن لال ہمدانیؒ (متوفی ۳۹۸ھ) کی تصنیف ہے۔

(۵)-معجم الصحابہ: ابو یعلی احمد بن علی موصلیؒ (متوفی ۳۰۷ھ) کی تالیف ہے۔

۳-کتب الاطراف

کتب حدیث کی مختلف اقسام میں ایک قسم ''کتب الاطراف'' ہے، اس طرح کی کتابوں میں حدیث کا ایک طرف / جز ذکر کیا جاتا ہے جو بقیہ حدیث کو بتلاتا ہے۔ مؤلفین، کتب اطراف میں طرفِ حدیث (جزوِ حدیث) ذکر کرتے ہیں پھر ان سندوں کو ذکر کرتے ہیں جن سے حدیث کا یہ متن منقول ہے، پھر یہ بات ہے کہ حدیث کے متن کی تمام سندوں کو بالاستیعاب ذکر کرتے ہیں یا مخصوص کتابوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے بعض سندوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

پھر بعض مؤلفین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اس متن کی تمام سندیں ذکر کرتے ہیں اور بعض، مؤلف کے شیخ پر اکتفا کرتے ہیں۔

کتبِ اطراف کی ترتیب:

کتبِ اطراف کے مؤلفین نے اکثر و بیشتر کتب اطراف کو مسانیدِ صحابہ پر مرتب کیا ہے، اور صحابہ کے ناموں کو حروفِ معجم پر جمع کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ان صحابہ کے اسمائے گرامی کو ذکر کیا ہے جن کے نام کے شروع میں ''الف'' ہے، پھر ''ب'' سے جن صحابہ کے نام شروع ہوتے ہیں ان کو ذکر کیا ہے، پھر ''ت'' ''ج'' ''خ'' اسی طرح اخیر تک کیا ہے۔

اور بعض مؤلفین نے حدیث کے اولِ متن کی طرف نسبت کرتے ہوئے حروفِ تہجی کے اعتبار سے کتبِ اطراف کو جمع کیا ہے، ابوالفضل بن طاہرؒ نے دار قطنی کی کتاب ''أطراف الغرائب والإفراد'' میں اسی طرح کیا ہے، حافظ محمد بن علی حسینیؒ(۱) نے بھی اپنی کتاب ''الكشاف في معرفة الأطراف''(۲) میں اسی طرح کیا ہے۔

الاطراف کی وضاحت:

الاطراف جمع ہے، اس کا واحد ''طرف'' ہے؛ طرف الحدیث کے معنی ہیں متنِ حدیث کا وہ حصہ جو بقیہ حدیث کو بتلائے۔

---

(۱) حافظ محمد بن علی حسینی حافظ مزیؒ کے شاگرد ہیں، جن کا انتقال ۷۶۵ھ میں ہوا۔

(۲) الکشاف کتب ستہ کے ''اطراف'' میں لکھی گئی ہے۔

مثال: جیسے کہ ہم یوں کہیں: "**كلكم راع**" یہ طرف الحدیث ہے، جو بقیہ حدیث کو بتلا رہا ہے، اسی طرح "**بني الإسلام على خمس**" اور "**الإيمان بضع وسبعون شعبة**" اطرافِ حدیث ہیں۔

کتبِ اطرافِ حدیث کی تعداد: اطراف حدیث نامی کتابوں کی تعداد بے شمار ہے، ان میں کچھ مشہور کتابیں یہ ہیں:

مشہور کتابیں:

مشہور کتبِ اطراف یہ ہیں:

(۱) **اطراف الصحیحین:** از ابو مسعود ابراہیم بن محمد دمشقیؒ (متوفی ۴۰۱ھ)

(۲) **اطراف الصحیحین:** از ابو محمد خلف بن محمد واسطیؒ (متوفی ۴۰۱ھ)

(۳) **الاشراف علی معرفۃ الاطراف:** (اطراف السنن الاربعہ)

بقلم: حافظ ابو القاسم علی بن الحسنؒ، آپ ہی "ابن عساکر" کے نام سے مشہور ہیں، دمشقی ہیں (متوفی ۵۷۱ھ)

(۴) **تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف:** یعنی اطراف الکتب الستۃ للحافظ ابی الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن المزی (متوفی ۷۴۲ھ)

(۵) **اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ**(۱): از حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ متوفی (۸۵۲ھ)

---

(۱) **العشرۃ سے مراد یہ کتابیں ہیں:** ۱- الموطأ، ۲- مسند الشافعی، ۳- مسند احمد، ۴- مسند الدارمی، ۵- صحیح ابن خزیمہ، ۶- مستخرج ابی عوانہ، ۷- صحیح ابن حبان، ۸- مستدرک الحاکم، ۹- مستخرج ابی عوانہ، ۱۰- شرح معانی الآثار للطحاوی۔ سنن الدارقطنی، گیارہ کی تعداد اس لیے ہوگئی کہ صحیح ابن خزیمہ کا صرف چوتھائی حصہ اس کتاب یعنی اتحاف "المہرۃ باطراف العشرۃ" میں آیا ہے جیسا کہ "لحظ الالحاظ" ذیل تذکرۃ الحفاظ ص ۳۳۳ پر ہے بحوالہ اصول التخریج، ص ۱۴۸۔

(۶) اطراف المسانید العشرۃ (۱): از ابو العباس احمد بن محمد البوصیریؒ متوفی ۸۴۰ھ

(۷) ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث: از عبد الغنی نابلسیؒ (متوفی ۱۱۴۳ھ)

کتبِ اطراف کے فوائد:

کتبِ اطراف کے بے شمار فوائد ہیں، مشہور فائدے حسبِ ذیل ہیں:

(۱) حدیث کی مختلف سندیں ایک ہی جگہ اکٹھا معلوم ہو جاتی ہیں، نیز حدیث کا درجہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ "حدیث غریب" ہے یا "عزیز" ہے یا یہ حدیث مشہور ہے یا متواتر۔

(۲) حدیث کے مصادرِ اصلیہ کے مصنفین میں سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے، اس کا بھی پتہ چل جاتا ہے، نیز کس باب میں نقل کیا ہے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

(۳) ہر صحابی کی کل احادیث جو ان سے ان کتابوں میں منقول ہیں جن سے کتب الاطراف مرتب کی گئی ہیں، وہ معلوم ہو جاتی ہیں۔

اہم بات: یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کتب الاطراف حدیث کا پورا متن نہیں بتاتیں، نیز کتبِ اطراف میں بعینہٖ حدیث کا وہی لفظ نہیں ہوتا جو اصل کتبِ حدیث میں مکمل حدیث کے ساتھ موجود ہے، ہاں حدیث کے معنی کی صحیح ادائیگی کر دیتی ہیں۔

البتہ جو شخص حدیث کا مکمل متن پورے الفاظ کے ساتھ دیکھنا چاہے اسے ان حوالوں اور مصادر و مراجع کی طرف رجوع کرنا چاہیے جن کا ذکر کتبِ اطراف نے کیا ہے

---

(۱) مسانیدِ عشرہ: یہ دس مسانید حسبِ ذیل ہیں: (۱) مسند ابی داود الطیالسی (۲) مسند ابی بکر الحمیدی (۳) مسند مسدد بن مسرہد (۴) مسند محمد بن یحییٰ العدنی (۵) مسند اسحاق بن راہویہ (۶) مسند ابی بکر بن ابی شیبہ (۷) مسند احمد بن منیع (۸) مسند عبد بن حمید (۹) مسند حارث بن محمد بن ابی اسامہ (۱۰) مسند ابی یعلی الموصلی۔

گویا کہ کتب اطراف کے یہ مصادر ومراجع پوری حدیث کے لیے ایک رہنمائی کا کام انجام دیتے ہیں، یہ کتابیں مسانید کی طرح نہیں ہوتیں کہ وہ حدیث مکمل بتلا دیتی ہیں اور مصادر و مراجع کی کسی کتاب کی طرف جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف

مصنف: اس کتاب کے مصنف حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن المزی علیہ الرحمۃ ہیں جن کی وفات ۷۴۲ھ میں ہوئی۔

غرض وغایت: اس کتاب کے تصنیف کی بنیادی غرض وغایت یہ تھی کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، اور سنن نسائی یعنی صحاح ستہ اوران کی بعض ملحقات کو سہل انداز میں جمع کر دیا جائے، تا کہ پڑھنے والوں کو ان احادیث کی مختلف سندیں اکٹھا ایک ہی جگہ مل جائیں۔

موضوع: اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ صحاحِ ستہ کی احادیث کے اطراف واجزا کو، نیز ان سے متعلق بعض ملحقات کے اطراف واجزا کو ذکر کیا جائے۔

صحاح ستہ کی ملحقات: صحاحِ ستہ کی بعض ملحقات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) مقدمہ صحیح مسلم

(۲) کتاب المراسیل لابی داؤد

(۳) کتاب العلل الصغیر للترمذی

(۴) کتاب الشمائل للترمذی

(۵) کتاب عمل الیوم واللیلۃ للنسائی

تحفۃ الاشراف کے رموز: احادیث کی جن کتابوں سے اطرافِ حدیث کو علامہ مزیؒ نے جمع کیا ہے، ان کے کچھ رموز واشارے مقرر کیے ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

خ : بخاری **خت** : بخاری تعلیقاً

م : مسلم **ک** : استدراکِ مصنف علی ابن عساکر

د : ابوداؤد فی مراسیلہ **ز** : زیادتی مصنف کی، حدیث پر کلام کرتے ہوئے

ت : ترمذی **تم** : ترمذی فی الشمائل

ق : ابن ماجہ **ع** : مجموعہ صحاح ستہ کی روایت

س : نسائی **ی** : نسائی فی "العمل واللیلۃ"

ترتیب کتاب:

یہ کتاب اسمائے صحابہ کے تراجم پر حروفِ معجم کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے، اس میں ان صحابہ کے تراجم ہیں جن کی نقل کردہ احادیث اس کتاب میں شامل ہیں، چناں چہ اس صحابی کا ترجمہ کتاب میں سب سے پہلے ہے جن کے نام کے شروع میں "ہمزہ" ہے دوسرے حرف کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے، جس طرح لغات میں کلمات کی ترتیب کا لحاظ ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس کتاب میں سب سے پہلی مسند: "ابیض بن حمال" کی مسند ہے جو ہمزہ سے شروع ہے۔

یہی کتاب کی عام ترتیب ہے، اس کتاب میں مسانیدِ صحابہ کی تعداد ۹۰۵ رہے، اور تابعین وتبعِ تابعین تک پہنچنے والی مراسیل کی تعداد ۴۰۰ رمسانید تک پہونچتی ہے، اس طرح ہر صحابی سے منقول احادیث کی تعداد علیحدہ سے معلوم ہوجاتی ہے۔

اور جب صحابی کا شمار مکثرین فی الحدیث (۱) میں ہو، تو ان کی مرویات کو ان سے روایت کرنے والے تمام صحابہ وتابعین کے تراجم پر تقسیم کرتے ہیں، اور ان تمام کو معجم کے حروف کی ترتیب پر بھی مرتب کرتے ہیں۔

اور جب کسی صحابی کے کسی تابعی شاگرد کی مرویات کی تعداد کثیر ہو جائے اور ان کے شاگردوں کی تعداد بھی کثیر ہو تو اس تابعی کی مرویات کو بھی ان کے شاگرد تبع تابعین کے تراجم پر تقسیم کر دیتے ہیں جب کہ ان کے شاگردوں کی تعداد زیادہ ہو، تو ان کی مرویات تبع اتباع التابعین کے تراجم پر تقسیم کرتے ہیں، تو اس طرح کبھی ترجمہ ذکر کرتے ہیں: **حماد بن سملة، عن محمد بن عمر عن أبي سلمة، عن أبي هريرة رضي الله عنه۔**

تکرارِ حدیث اور اس کے اسباب:

مصنف علیہ الرحمہ بعض احادیث کو متعدد مقامات پر لائے ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ احادیث کو اسمائے صحابہ کی ترتیب پر لاتا ہے، اور جب بعض احادیث کئی صحابہ سے مروی ہوتی ہیں تو مصنف مجبوراً ان احادیث کو بار بار صحابہ کی تعداد کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جنہوں نے احادیث کو صحاحِ ستہ میں نقل کیا ہے، یہاں تک کہ حدیث تلاش کرنے والا کسی بھی احتمالی مقام پر کتاب کے طریقے کے مطابق حدیث کو بآسانی پا سکتا ہے، اسی لیے اس کتاب کی احادیث کی کل تعداد ۱۹۵۹۵ر تک پہنچ گئی ہے، جب کہ "**ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الحديث**" نامی حدیث کی کتاب میں، حدیث کی کل تعداد ۱۲۳۰۲ر ہے۔

---

(۱) دیکھیے ص ۵۷ کا حاشیہ

سیاقِ حدیث کی ترتیب:

مصنف علیہ الرحمۃ ہر ترجمے کی احادیث کے ذکر میں، ان احادیث کو مقدم رکھتے ہیں جن کے تخریج کنندگان کی تعداد مصنفینِ کتب میں سے زیادہ ہو، پھر اسی طرح آگے بھی کثرت کا لحاظ کرتے ہیں، پھر اس حدیث کو ذکر کرنے میں مقدم رکھتے ہیں جس کو صحاح ستہ کے مصنفین نے ذکر کیا ہے، اس حدیث کو مؤخر رکھتے ہیں جس کو صحاح ستہ میں سے صرف پانچ مصنفین نے بیان کیا ہے، پھر اصحابِ خمسہ کی حدیث کو اصحابِ اربعہ کی حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔

ایک راوی کی حدیث میں بخاری کی روایت کو تمام کتب حدیث پر مقدم رکھتے ہیں، پھر مسلم کی روایت کو مقدم رکھتے ہیں، ابن ماجہ پر سلسلہ ختم کرتے ہیں۔

مراجعت کا مقصد:

اس کتاب کی مراجعت کا مقصد یہ ہے کہ صحاحِ ستہ اور ان کے ملحقات کی احادیث کی سندیں معلوم ہو جائیں، البتہ متنِ حدیث کی مکمل معلومات کے لیے ان حوالوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جن کی طرف صاحبِ کتاب نے اشارہ کیا ہے، وہ حوالے خواہ صحاحِ ستہ کے ہوں یا ملحقات کے۔

حدیث بیان کرنے کا طریقہ:

جس حدیث کو مصنف بیان کرنا چاہتے ہیں، اس کو لکھنے سے پہلے ''حدیث'' کا لفظ لکھتے ہیں، اس لفظ کے اوپر رموز واشارات لکھتے ہیں جن سے حدیث کی تخریج کرنے والوں کی طرف اشارہ ملتا ہے، پھر ''طرفِ حدیث'' ذکر کرتے ہیں جو پورے متنِ حدیث کو

بتلائے، اور یہ حدیث جس کا ایک طرف/حصہ مصنف ذکر کرتے ہیں وہ یا تو قولِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتا ہے اگر حدیث قولی ہوتی ہے، یا صحابی کا کلام ہوتا ہے اگر حدیث فعلی ہوتی ہے، یا کبھی حدیث کے موضوع کے مشابہ، کوئی جملہ تامہ یا ناقصہ؛ ذکر کرتے ہیں، چناں چہ فرماتے ہیں: مثلاً ''حدیث العرنیین'' پھر اکثر وبیشتر ''الحدیث'' ذکر کرتے ہیں، جس کا مطلب ہوتا ہے کہ ''اقرء الحدیث'' پوری حدیث پڑھ ڈالیے، پھر متنِ حدیث کا ایک حصہ ذکر کرنے کے بعد وہ سندیں بیان کرتے ہیں جن جن سے حدیث، ان کتابوں میں مذکور ہوتی ہے، جن کے رموز واشارات کتاب میں دیے ہیں، چناں چہ پہلے ''اشارہ'' لکھتے ہیں، پھر کتاب کا نام لکھتے ہیں جس میں وہ حدیث، اس کتاب کی مذکور ہوتی ہے، پھر پوری سند ذکر کرتے ہیں، جس میں مترجَم کے نام تک ''عنہ، بہ'' کہہ کر پہنچتے ہیں، یعنی اسی سند سے جیسا کہ ترجمے میں ہے، پھر بقیہ رموز اور اس کی سندیں اسی طریقے سے ذکر کرتے ہیں، پھر اسی پر آتے ہیں، اور اگر حدیث اصل مخرج کی ایک کتاب سے زیادہ میں تکرار کے ساتھ آتی ہے تو تمام کتابوں کو ان کی سندوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اگر ایک حدیث کی سندیں متعدد ہوتی ہیں اور حدیث کے بعض رواۃ ایک ہی مشترک شیخ پر اکٹھا ہوجاتے ہیں تو ان مشترک رواۃ تک پہونچنے والی سندوں ہی کو ذکر کرتے ہیں، پھر اخیر میں فرماتے ہیں ''ثلاثتھم أو أربعتھم عن فلان'' أو عن الشیخ المشترک'' یعنی ان کے تین یا چار راوی فلاں سے، یا شیخ مشترک سے، حدیث نقل کرتے ہیں۔ اور مختلف اصول سے مشترک رواۃ کے درمیان اکثر وبیشتر اس طرح جمع ہوجاتا ہے، پھر ان کی اسانید کو، ان کے آپس کے شیخ مشترک کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

ایک مثال:

''تحفۃ الاشراف'' کے مصنف کہتے ہیں: ''حــرف الألف – مــن مسـنـد أبيض بن حَمَّال الحميري المأربي عن النبي صلى الله عليه وسلم– د ت س ق حديث: انّه وَفَد إلى النبي صلى الله عليه وسلم فاستقطعه الملح الذي بمأرب'' الحديث.

د: في الخراج عن قتيبة بن سعيد و محمد بن المتوكل العسقلاني، كلاهما عن محمد بن يحيى بن قيس المأربي عن أبيه عن ثمامة بن شراحيل عن سُمَيٍّ بن قيس عن شمير بن عبد المدان عن أبيض بن حمّال به.

ت: في الأحكام عن قتيبة و محمد بن يحيٰى بي أبي عمر، كلاهماعن محمد بن يحيى بن قيس بأسناده، وقال: غريب.

ک، س: في إحياء الموات (في الكبرى) عن إبراهيم بن هارون عن محمد بن يحيٰى بن قيس به، وعن سعيد بن عمرو عن بقية عن عبد الله بن المبارک عن معمر عن يحيى بن قيس المأربي عن أبيض بن حمال به.

وعن سعيد بن عمرو عن بقية عن سفيان عن معمر نحوه، قال سفيان: وحدثني ابن أبيض بن حمال عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله. وعن عبدالسلام بن عتيق، عن محمد بن المبارک عن اسماعيل بن عباس، وسفيان بن عيينة كلاهما عن عمرو بن يحيى بن قيس المأربي عن أبيه عن أبيض بن حمال نحوه.

ق: في الأحكام عن محمد بن يحيى عن أبي عمر عن فرج بن سعيد بن علقمة بن سعيد بن أبيض بن حمال عن عمه ثابت بن زيد عن أبيه سعيد عن أبيه أبيض نحوه.

ك: حديث س في رواية ابن الأحمر، ولم يذكره أبو القاسم.

ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الحديث

مصنف: اس کتاب کے مصنف شیخ عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفیؒ (۱۰۵۰ھ،۱۱۴۳ھ) ہیں۔

موضوع: اس کتاب کا موضوع موطا امام مالک اور صحاحِ ستہ کے اطراف واجزائے حدیث کو بیان کرنا ہے۔

ترتیب: شیخ عبدالغنی نابلسی نے اس کتاب کو مسانیدِ صحابہ کی ترتیب پر لکھا ہے۔

تقسیم: مصنف نے اس کتاب کو سات ابواب پر تقسیم کیا ہے، استخراج کی تسہیل کے لیے حروفِ معجم کی ترتیب پر ہر باب کی احادیث کو مرتب کیا ہے۔

کتاب کے ابواب حسب ذیل ہیں:

الباب الاول: مسانیدِ صحابہ کے بیان میں۔

الباب الثانی: کنیت سے مشہور صحابہ کی مسانید کے بیان میں، کنیت والے اسماء کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔

الباب الثالث: مبہم رواۃ کی مسانید کے بیان میں اسمائے رواۃ کی ترتیب پر مذکور اقوال کے اعتبار سے۔

الباب الرابع: صحابیات کی مسانید کے بیان میں۔

الباب الخامس: کنیت سے مشہور صحابیات کی مسانید کے بیان میں۔

الباب السادس: صحابیات میں سے مبہمات کی مسانید کے بیان میں، صحابیات سے روایت کرنے والوں کے ناموں کی ترتیب پر۔

الباب السابع: مرسل احادیث کے بیان میں، ارسال کرنے والوں کے ناموں کی ترتیب پر۔

اسی باب میں تین فصلیں ارسال کرنے والوں کی کنیت کے بیان ذکر کی گئی ہیں، نیز مراسیل النساء اور مبہمین کی مسانید بھی اسی میں مذکور ہیں۔

الباب السابع سے پہلے کے ابواب میں بھی بعض جگہ چند فصلیں قائم کر کے راویوں کی کنیتیں مذکور ہیں۔

رموز واشارات:

خ: بخاری، س: نسائی، م: مسلم، ہ: ابن ماجہ، د: ابوداؤد، ط: موطا، ت: ترمذی۔

مسانید واحادیث کے ذکر کرنے کا طریقہ:

مؤلفِ کتاب نے اپنی کتاب کا آغاز ''ہمزہ'' سے کیا ہے، چناں چہ فرمایا ہے: **''حرف الهمزة''** پھر فرمایا ہے: **''أبيض بن حمال الحميري المأربي، عن النبي صلى الله عليه وسلم''**، پھر بڑے خط اور جلی حرفوں میں لکھا ہے، ''حدیث'' پھر طرفِ حدیث کو ذکر فرمایا ہے، چناں چہ فرمایا ہے: **''انه وفد إلى النبي صلى الله عليه وسلم فاستقطعه الملح الذي بمأرب''** پھر فرمایا ہے: **''وفيه لا حمى في**

الأراک" پھر درج ذیل عبارت لکھی ہے: "د" في الخراج عن قتيبة بن سعيد ومحمد بن المتوكل وعن محمد بن أحمد القريشي، "ت" في الأحكام عن قتيبة (ه) فيه عن محمد بن يحيى بن أبي عمر " یہیں پر حدیث کو ختم کر دیا ہے، پھر اس صحابی کی دیگر احادیث کو اسی شکل میں ذکر کیا ہے۔

یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ مؤلف اسناد میں سے صرف مصنف کے شیخ کو ذکر کرتے ہیں جنہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے اور اختصار کے پیشِ نظر سند کے باقی رجال کو ترک کر دیتے ہیں جیسا کہ کتاب کے مقدمے میں مصنف نے اس کی صراحت کی ہے۔

علامہ مزیؒ کی تصنیف تحفۃ الاشراف میں اس کے برعکس ہے۔

مصنفؒ تمام روایات میں پورے معنی کا یا بعض معنی کا لحاظ کر کے طرفِ حدیث کو ذکر کرتے ہیں، الفاظ کا لحاظ نہیں کرتے۔ پھر رموز و اشارات کے ذریعے معنی میں موافق طرفِ حدیث کو ذکر کرتے ہیں، الفاظ کا اعتبار نہیں کرتے۔

اگر حدیث کئی صحابہ سے مروی ہوتی ہے، تو کسی ایک صحابی کی سند میں اس کو ذکر کر دیتے ہیں، تاکہ تکرار نہ ہو۔

لیکن علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے برعکس کیا ہے، وہ تحفۃ الاشراف میں اس طرح کرتے ہیں کہ اگر ایک حدیث کئی کئی صحابہ سے مروی ہوتی ہے تو تمام صحابہ کی مسانید میں اسی ایک حدیث کو نقل کرتے ہیں۔ اسی لیے بہت ساری احادیث ان کی کتاب میں مکرراً آگئی ہیں۔ اسی وجہ سے "ذخائر المواريث" میں احادیث کی تعداد (۱۲۳۰۲) ہے، لیکن "تحفة الأشراف" میں بڑھ کر (۱۹۵۹۵) ہوگئی ہے، جب کہ ذخائر المواریث ہی کی تخریج کی گئی ہے۔

ذخائر المواریث سے استفادہ کا طریقہ:

مصنف مقدمۂ کتاب میں لکھتے ہیں: جب آپ اس کتاب سے استفادہ کرنا چاہیں تو غور کریں کہ اس حدیث کا معنی ومفہوم کیا ہے جس کو آپ تلاش کرنا چاہتے ہیں، حدیث کس موضوع سے متعلق ہے، الفاظ کی خصوصیات کا زیادہ اعتبار نہیں، اس کے بعد اس صحابی کو غور کریں جو حدیث مطلوب کے راوی ہیں، مثلاً حدیث کے راوی حضرت عمرؓ ہیں یا حضرت انسؓ ہیں، صحیح طور پر تحقیق کرلیں کیوں کہ کبھی کبھی روایت کسی اور صحابی سے ہوتی ہے اور نام دوسرے صحابی کا ہوتا ہے، پھر حدیث کا مقام کتاب میں کھولیں ان شاء اللہ آپ کو حدیث کتاب میں ضرور مل جائے گی۔

''ذخائر المواریث'' اور ''تحفۃ الاشراف'' کا تقابل:

یہ بات یقینی ہے کہ ہر کتاب کی کچھ نہ کچھ خصوصیت اور امتیازی صفت ہوتی ہے جو دوسری کتاب میں نہیں ہوتی۔ چناں چہ علامہ مزیؒ کی کتاب ''تحفۃ الاشراف'' اُس کے لیے زیادہ اچھی ہے جو سندوں کی تحقیق چاہتا ہو اور کثرتِ طرق اور اختلافِ رجال کی بنیاد پر کوئی حکم لگانے کا ارادہ رکھتا ہو، نیز اس کتاب میں اس حدیث کو، جس کو صحابہ کی ایک تعداد نقل کرتی ہے، ان تمام صحابہ کی مسانید میں الگ الگ ذکر کیا گیا ہے، یہ بڑی اچھی اور امتیازی خوبی ہے، اس لیے کہ جو اس حدیث کے کسی صحابی راوی کو جانتا ہے تو وہ حدیث کو اس کی سند میں پالے گا، لیکن ''ذخائر الموارث'' میں ایسا نہیں ہے، کیوں کہ یہ حدیث بعض صحابہ کی مسانید میں نہیں ملے گی، جو کتاب کا ایک نقص ہے۔

ذخائر المواریث کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب مختصر ہے، علامہ مزی علیہ الرحمۃ کی کتاب تحفۃ الاشراف کا ایک چوتھائی ہے۔ اس اختصار کی بنا پر اس شخص کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے جو حدیث کے متن سے استدلال کرنا چاہتا ہے، حدیث کی تخریج کرنے والوں کی معرفت بھی آسانی سے ہو جاتی ہے، جنہوں نے مختلف کتابیں حدیث کے موضوع پر لکھی ہیں اور ان کا حوالہ ''ذخائر'' میں موجود ہے، پھر اس کتاب میں تمام احادیث کی سندیں بھی مل جاتی ہیں جن میں حوالہ دی گئی کتبِ حدیث سے مدد مل جاتی ہے۔

دوسری فصل:

تخریجِ حدیث کا دوسرا طریقہ

متنِ حدیث کا پہلا لفظ معلوم ہو، اس علم کے ذریعہ حدیث کی تخریج کرنا ''تخریجِ حدیث کا دوسرا طریق'' ہے۔

یہ طریقۂ تخریج اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب یہ بات یقینی ہو کہ متنِ حدیث کا پہلا لفظ یہی ہے، اس لیے کہ اگر یقینی طور پر حدیث کا پہلا لفظ معلوم نہ ہو تو حدیث کی تلاش میں حدیث ملنا مشکل ہوگا، صرف بلا فائدہ وقت ضائع چلا جائے گا۔

معاون تصنیفات:

تخریج کے اس دوسرے طریقے کے لیے تین طرح کی کتبِ حدیث معاون ومددگار ہوتی ہیں:

(۱) حدیث کی وہ کتابیں جن میں زبانوں پر مشہور حدیثیں جمع کی گئی ہوں۔

(۲) ایسی کتبِ حدیث جن میں احادیث حروفِ معجم کی ترتیب پر جمع کی گئی ہوں۔

(۳) حدیث کی مخصوص کتابوں کے لیے علمائے کرام کی ترتیب دی ہوئی فہرست۔

زبانوں پر مشہور احادیث کے لیے لکھی گئی کتبِ حدیث بہت ہیں، اگلے صفحات میں حدیثِ مشہور کا تعارف، اس موضوع کی کتابیں اور اس کے مؤلفین کا ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

لوگوں کی زبانوں پر مشہور احادیث

اس سے مراد ایسی احادیث ہیں جو لوگوں کی زبانوں پر ہر دم موقع پڑتے ہی آجاتی ہیں، لوگ انہیں آپس میں نقل کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے بیان کرتے رہتے ہیں، اس طرح کی احادیث میں بعض ''صحیح'' حدیث کا درجہ رکھتی ہیں اور بعض ''حسن'' کا۔ لیکن ان میں سے بیشتر ضعیف یا موضوع ہیں اور یا تو ان کی کوئی اصل ہی نہیں۔

چوں کہ اس طرح کی ضعیف یا موضوع حدیثوں کے پھیل جانے اور عام مسلمانوں میں مشہور ہو جانے کی وجہ سے ان کے دین وایمان کے فساد کا خطرہ ہے، اس لیے کہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ احادیث ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہیں ان کے تقاضوں پر عمل کرنے سے ہی اللہ کی رضا ملے گی، ان کے علاوہ سے اصلاح نہ ہوگی۔

اس طرح کے فسادِ ایمان وعمل کے خدشے کی وجہ سے، بڑے بڑے محدثین کرام نے اپنے اپنے زمانے میں ایسی کتابیں لکھیں، جن میں، اس زمانے میں لوگوں کی زبانوں پر مشہور احادیث جمع کیں۔ پھر صحیح وغیر صحیح احادیث کی نشان دہی بھی فرمائی، رواۃِ حدیث اور اہلِ تخریج کی تعیین فرمائی تا کہ لوگ غیر معتبر احادیث پر عمل کرنے سے بچ جائیں اور موضوع اور بے اصل احادیث سے کنارہ کش رہیں۔

احادیثِ مشہورہ میں شہرت سے مراد ''اصطلاحی شہرت'' نہیں ہے، کیوں کہ

اصطلاحی شہرت یا اصطلاحی حدیث مشہور اس کو کہتے ہیں کہ حدیث نقل کی جائے ۳/یا اس سے زیادہ سندوں کے ساتھ۔ یہاں شہرت سے لغوی شہرت مراد ہے: یعنی حدیث عام لوگوں میں معروف ومشہور ہے، لوگوں کی زبانوں پر جاری ہے۔

اس موضوع کی اکثر تصنیفات حروفِ معجم کے طریقے پر لکھی گئی ہیں، کچھ تصنیفات یہ ہیں:

کتب برائے احادیثِ مشہورہ:

(۱) **التذكرة في الأحاديث المشهورة:**
بقلم علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشیؒ (۷۹۴ھ)

(۲) **الدرر المنتشرة في الأحاديث المشهورة:**
از علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ (۹۱۱ھ)

(۳) **اللآلي المنثورة في الأحاديث المشهورة:**
از علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (متوفی: ۸۵۲ھ)

(۴) **المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشهورة على الألسنة:** از محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (۹۰۲ھ)

(۵) **تمييز الطيب من الخبيث فيما يدور على ألسنة الناس من الحديث:** از عبدالرحمٰن بن علی بن الدیبع الشیبانیؒ (۹۴۴ھ)

(۶) **البدر المنير في غريب أحاديث البشير النذير:**
از عبدالوہاب بن احمد الشعرانیؒ (۹۷۳ھ)

(۷) "تسهيل السبيل إلى كشف الالتباس عمادار من الأحاديث بين الناس": از محمد بن احمد خلیلی (۱۰۵۷ھ)

(۸) اتقان مايحسن من الأحاديث الدائرة على الألسن:
از نجم الدین محمد بن محمد الغزی (۹۸۵ھ) علامہ نجم الدینؒ نے اس کتاب میں علامہ سیوطیؒ، علامہ سخاویؒ اور علامہ زرکشیؒ کی کتابوں کو یکجا کر دیا ہے اور اس میں کچھ عمدہ اضافہ بھی کیا ہے۔

(۹) "كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس": از اسماعیل بن محمد بن عجلونیؒ (۱۱۶۲ھ)

(۱۰) "أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب":
محمد بن درویش معروف بہ حوت البیروتی" (۱۲۷۶ھ) آپ کے فرزند ابو زید عبدالرحمٰنؒ نے آپ کے حکم سے اس کو جمع کیا۔

لوگوں میں جن احادیث کا چرچا اور شہرت ہو گئی تھی اس پر امت کے ایک معتد بہ طبقۂ محدثین نے کام کیا ہے، ان کی اس موضوع پر بے شمار کتابیں ہیں، کچھ کتابوں کے نام ان کے مصنفین کے ساتھ مذکور ہوئے، اب کچھ کتابوں کا قدرے تفصیلی تعارف آ رہا ہے۔

۱- المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة

احادیث مشہورہ کا یہ ایک ضخیم مجموعہ ہے، کیوں کہ اس مجموعے میں لوگوں کی زبانوں پر مشہور احادیث کی کافی تعداد ہے، جس کی مقدار ۱۳۵۶/احادیث تک پہونچتی

ہے، اس کتاب میں حدیث کی صنعتیں جس کثرت سے ملیں گی کسی دوسری کتاب میں ملنا مشکل ہے۔ نیز اس کی تحریر مستحکم اور مضبوط ہے، علامہ عبدالحیؒ لکھنوی رحمہ اللہ علیہ نے "ظفر الأماني" میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن العماد حنبلیؒ شذرات الذہب: ۸/۱۶ میں لکھتے ہیں کہ "المقاصد الحسنة " علامہ سیوطیؒ کی کتاب "الدرر المنتشرة في الأحاديث المنتشرة" سے بھی اچھی اور جامع ہے، البتہ ہر ایک میں وہ باتیں ہیں جو دوسری میں نہیں، اس لیے علمائے امت نے اس کو بڑی اہم تصنیف مانا ہے، اس کو نصاب میں شامل کیا ہے، اس کا اختصار بھی چھاپا ہے۔ چناں چہ المقاصد الحسنة کے مصنف کے شاگرد عبدالرحمٰن بن علی بن الدبیع الشیبانی نے "المقاصد" کا اختصار پیش کیا ہے، جس کا نام "تمييز الطيب من الخبيث" رکھا ہے، اسی طرح علی بن محمد المتوفیؒ (۹۳۹ھ) نے اس کا اختصار کیا ہے جس کا نام "الوسائل السنية" رکھا ہے۔

علامہ سخاویؒ نے کتاب کی احادیث کو حروف معجم کے طریقے پر ترتیب دیا ہے، اس کی وجہ سے تلاش کرنے والے کو اپنے مطلب کی حدیث جلدی سے مل جاتی ہے۔ حدیث نقل کرنے کے بعد حدیث کی تخریج کرنے والے کا نام بھی ذکر کیا ہے، اگر حدیث کی کوئی اصل ہے۔

اور اگر حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے یعنی کوئی سند نہیں ہے اور کسی حدیث کی کتاب میں وہ حدیث موجود نہیں ہے، تو وہاں لکھ دیتے ہیں کہ کوئی اصل نہیں ہے، اگر حدیث قابلِ اعتماد ہے تو اس پر مبسوط کلام کرتے ہیں، حدیث کا مرتبہ بھی بیان کرتے ہیں اور اگر ایسا لگتا ہے کہ شاید کوئی اصل ہو لیکن انہیں پتہ نہ چلا ہو تو "لا اعرفه" کہہ کر گذر جاتے ہیں۔

کتاب اپنے باب میں بڑی قیمتی اور اپنے موضوع پر بڑی اہم ہے، اسی لیے ماضی میں بھی اور حال و مستقبل میں علما کے لیے یہ کتاب مشعلِ راہ رہی ہے اور رہے گی جس کے سبب احادیث مشہورہ علی السنۃ الناس کو لوگ جانتے رہیں گے۔

تمييز الطيب من الخبيث فيما يدور على ألسنة الناس من الحديث

یہ کتاب عبدالرحمٰن بن علی بن الدیبع الشیبانیؒ (۹۴۴ھ) نے لکھی ہے، اصل میں جس میں مصنف نے اپنے استاذ علامہ سخاویؒ کی کتاب "**المقاصد الحسنة**" کا اختصار کیا ہے، گویا کہ "**تمييز الطيب من الخبيث**" نامی یہ کتاب "**المقاصد الحسنة**" کا اختصار ہے، جسے علامہ سخاویؒ کے شاگرد نے کیا ہے۔

ان کے اختصار کا مقصود ہے کہ وہ ہر حدیث کے لیے صاحبِ تخریج کو ذکر کرتے ہیں، پھر حدیث کا درجہ متعین کرتے ہیں، رجالِ حدیث پر کلام نہیں کرتے، نہ ہی حدیث کے صحیح وضعیف ہونے کی وجہ پر گفتگو کرتے ہیں، لیکن مقاصدِ حسنہ کی تمام احادیث کو لیتے ہیں، کسی کو ترک نہیں کرتے، بل کہ قدرے قلیل احادیث کا اضافہ بھی کیا ہے۔

جہاں حدیث کا اضافہ کرتے ہیں تو شروع میں "**قلت**" کہتے ہیں اور اخیر میں "اللہ اعلم" لکھتے ہیں، اور ترتیبِ کتاب کو اصل کتاب کی ترتیب پر رکھتے ہیں۔

مصنف کے اختصار کا مطلب یہ ہے کہ کم وقت میں طلبہ علمی استفادہ کر سکیں، اس لیے کہ آج کل طبیعتوں کا میلان اختصار کی طرف زیادہ ہو گیا ہے، اور مصنف نے بڑے سلیقے سے اختصار کیا ہے، یہ کتاب بڑی عمدہ، نافع اور اصل کا نچوڑ پیش کرتی ہے لیکن فنِ حدیث کا ماہر اصل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اصل کتاب میں ایسے ایسے فوائد، علمی نکات اور باریک باتیں ہیں جو اس مختصر میں نہیں۔

كشف الخفاء و مزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس

یہ کتاب ایک عمدہ اور نفع بخش کتاب ہے، بے شمار مشہور احادیث پر مشتمل ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ اس موضوع پر یہ سب سے بڑی اور جامع کتاب ہے جس میں وافر مقدار میں احادیث مشہورہ ہیں، یہ کتاب حروف معجم پر ترتیب دی گئی ہے، اس کے مؤلف نے علامہ سخاویؒ کی "المقاصد الحسنة" کی تلخیص کی ہے، اس تلخیص میں ہر حدیث کی تخریج کرنے والے امام، راوی صحابی اور مختصر اً پسندیدہ فوائد، اور ائمہ حدیث کی کچھ عمدہ توضیحات درج ہیں، لیکن "المقاصد الحسنة" کی احادیث پر صرف اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ ان ائمہ حدیث کی کتب حدیث سے بھی احادیث لے کر ذکر کی ہیں جن کا ابھی اس باب میں تذکرہ ہوا ہے، مثلاً: علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب "اللآلي المنثورة في الأحاديث المشهورة" اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی " الدرر المنتثرة في الأحاديث المشهورة" وغیرہ۔

ہر حدیث میں صاحب تخریج کو بھی بتلاتے ہیں اور اکثر حدیث کے درجات کی بھی نشان دہی کرتے ہیں اور اس میں علماء کے اقوال کو بھی بیان کرتے ہیں، اگر حدیث کی کوئی اصل نہیں ہوتی تو اس کو بھی بیان کرتے ہیں اور "ليس بحديث" کہہ کر بیان کرتے ہیں، اور کبھی "ليس بحديث " کے بجائے "انه مَنَ الْحِكَمِ الْمَأْثُوْرَة" کہتے ہیں کہ یہ قول منقول حکمتوں میں سے ہے، یا کہتے ہیں کہ یہ "من كلام الصحابة" یہ صحابہ کا کلام ہے، یا "من احد العلماء" یا کسی عالم کا قول ہے۔

اس کتاب میں تین ہزار دو سو چوّن (۳۲۵۴) حدیثیں ہیں جیسا کہ ترقیم شدہ مطبوعہ نسخے میں لکھا ہے، چناں چہ اس کتاب میں احادیث کی تعداد "المقاصد الحسنة" کی تعداد سے دوگنا ہے، لہٰذا احادیث مشہورہ کے لیے یہی کتاب سب سے ضخیم مانی جائے گی۔

یہ کتاب مولانا حسام الدین قدسی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ۱۳۵۱ھ میں قاہرہ سے، عمدہ طباعت کے ساتھ، طبع ہو کر منظرِ عام پر آئی، پھر اسی کا عکس لے کر "داراحیاء التراث العربی" بیروت نے طبع کرایا۔

۴-أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب

یہ ایک مختصر نفع بخش کتاب ہے جس میں اس کتاب کے مصنف محمد بن درویش عرف "حوت" نے عبدالرحمٰن بن الدیبع کی احادیث کو بیان کیا ہے جس کو انہوں نے علامہ سخاویؒ کی "المقاصد الحسنۃ" سے مختصر کیا ہے، اس پر بہت ساری چیزوں کا اضافہ کیا ہے، محمد بن درویش کی وفات کے بعد آپ کے فرزند عبدالرحمٰن نے اس کتاب میں بہت کچھ اضافہ کیا، پھر فائدے کی آسانی کے لیے اس کو حروفِ تہجی پر مرتب کیا، اور "اسنی المطالب" کے نام سے موسوم کیا، کتاب کی سائز چھوٹی ہونے کے باوجود اس میں احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، جس پر مختصرا کلام کیا ہے، یہ کتاب بہت مفید ہے، خصوصا ان حضرات کے لیے زیادہ مفید ہے جو نتیجہ جلد چاہتے ہیں۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مطبع مصطفیٰ محمد قاہرہ سے ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوا۔

کتب اصول میں ایسی کوئی کتاب، حدیث کی نہیں ہے جس کو حروف معجم کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہو، اور اس کی سندیں بھی مستقلاً اس کے ساتھ ہوں، حروف معجم کی ترتیب پر جمع کرنے کا طریقہ متاخرین نے رائج کیا اور مختلف کتابیں اس نہج پر تصنیف

فرمائیں، احادیث کی سندوں کو حذف کر کے حروفِ معجم کی ترتیب پر قارئین کی آسانی کے لیے مرتب فرمایا، اگلے صفحات میں اسی نوعیت کی کچھ کتابیں ذکر کی جارہی ہیں:

الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر

اس کتاب کو علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۹۱۱ھ) نے تصنیف فرمایا ہے، اس میں تقریباً دس ہزار احادیث جمع کی ہیں۔ مطبوعہ نسخے میں معین طریقے پر احادیث کی کل تعداد دس ہزار اکتیس مرقوم ہے، جن کو اپنی کتاب ''جمع الجوامع'' سے اخذ کیا ہے اور اس کو حروف معجم کی ترتیب پر اول حدیث اور اسکے مابعد کی رعایت کرتے ہوئے جمع کیا ہے، تاکہ طالب علم کے لیے حدیث تلاش کرنا جلد از جلد ہو سکے، مختصر احادیث ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے، احکام کی حدیث بھی قدرے قلیل ذکر کی ہے۔ اس حدیث کو اپنی کتاب میں جگہ نہیں دی ہے جسے ان کی رائے کے مطابق کسی واضع حدیث یا کذاب نے اکیلے نقل کی ہے۔ اس کتاب میں حتی الامکان صحیح حسن اور ضعیف احادیث کو ان کی متعدد اقسام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) کا طریقہ حدیث کے ذکر کرنے میں یہ ہے کہ سند اور صحابی راوی کو متنِ حدیث کے بغیر ذکر کرتے ہیں، پھر متنِ حدیث ذکر کر کے آخر میں مصنفین محدثین میں تخریج کرنے والوں کا رمز یہ نشان ذکر کرتے ہیں، اس وقت یہاں اس صحابی کا نام ذکر کرتے ہیں جن کو اپنی سند سے ایک کتاب کے مصنف نے ذکر کیا ہے، پھر امور و اشارات سے حدیث کی صحت کے درجات کی تعیین وتحدید بیان کرتے ہیں۔ اور یہ باتیں کتاب کے مقدمے سے ماخوذ ہیں۔

چناں چہ علامہ سیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے حمد وصلاۃ سے فراغت کے بعد اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ ”میں نے اس کتاب میں ہزاروں حدیثیں اور بے شمار اقسام کی حکمتیں رکھ دی ہیں، اس کتاب میں مختصر احادیث لکھی گئی ہیں اور اختصار کے ساتھ احادیث کے معدن کو پیش کیا، تخریج اچھی طرح پیش کی ہے جس میں چھلکے چھوڑ دیے اور گودا لے لیا، اس کتاب کو واضع حدیث کی منفرد احادیث سے اور کذاب کی کذب بیانی سے بچا کر لکھا ہے۔ اسی وجہ سے اس نوع کی کتابوں سے یہ کتاب فائق ہوگئی، اور عمدہ قسم کی باریکیاں جن کا تعلق حدیث سے ہے اور اس کتاب میں موجود ہیں، اس موضوع کی دیگر کتابوں میں موجود نہیں۔

علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ اس کتاب کو میں نے حروف معجم پر ترتیب دیا ہے، اول حدیث اور اس کے بعد کی احادیث کی رعایت طلبہ کی سہولت کے لیے کی ہے۔ اس کتاب کا نام میں نے "الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر" رکھا ہے کیوں کہ بڑی کتاب سے اقتباس لیا گیا ہے جس کا نام ”جمع الجوامع“ ہے، اس ”جمع الجوامع“ میں، میں نے صرف تمام احادیث نبویہ جمع کرنے کا قصد کیا ہے۔

رموز کتاب: کتاب میں جن رموز واشارات کا بیان آیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱) خ : بخاری	۲) م : مسلم
۳) ق : متفق علیہ	۴) د : ابی داؤد
۵) ت : ترمذی	۶) ن : نسائی
۷) ھ : ابن ماجہ	۸) ۴ : ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ
۹) ۳ : ابوداود، ترمذی، نسائی	۱۰) حم : احمد فی مسندہ
۱۱) عم : لابنہ عبداللہ فی زوائدہ	۱۲) ک : حاکم فی مستدرک

۱۳) خد : بخاری فی الادب	۱۴) تخ : بخاری فی التاریخ
۱۵) حب: ابن حبان فی صحیحہ	۱۶) طب: طبرانی فی الکبیر
۱۷) طس: طبرانی فی الوسط	۱۸) طص: طبرانی فی الصغیر
۱۹) ص : سعید بن منصور فی سننہ	۲۰) ش : ابن ابی شیبہ
۲۱) عب : عبدالرزاق فی الجامع	۲۲) ع : ابو یعلی فی مسندہ
۲۳) قط : دار قطنی	۲۴) فر : الدیلمی فی مسند الفردوس
۲۵) حل : ابو نعیم فی الحلیہ	۲۶) ہب: بیہقی فی شعب الایمان
۲۷) ہق : بیہقی فی السنن	۲۸) عد : ابن عدی فی الکامل
۲۹) عق : عقیل فی الضعفاء	۳۰) خط : خطیب فی التاریخ

یہ رموز و اشارات کل ۳۰ رہوئے، البتہ حدیث کے درجات کی تعیین کے لیے ۳ ر اشارے ہیں: (۱) صح: صحیح (۲) ح: حسن (۳) ض: ضعیف

کتابِ مذکور سے ایک نمونہ پیشِ خدمت ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ کس طرح کتاب میں احادیث دی گئی ہیں مثلاً: حدیث نمبر ۲۲

"آیة ما بیننا وبین المنافقین انهم لا یتضلعون من زمزم" (تخ ہ ک) عن ابن عباس (صح).

اب اس کو سمجھنا ہے کہ "آیۃ سے زمزم" تک حدیث ہے قوسین میں "تخ" سے "بخاری فی التاریخ" کی طرف اشارہ ہے، "ہ" سے ابن ماجہ فی سننہ کی طرف اشارہ ہے، اور "ک" سے حاکم فی المستدرک کی طرف اشارہ ہے۔ عن ابن عباس کا مطلب ہے کہ راوی ابن عباسؓ ہیں، پھر قوسین میں "صح" کا مطلب ہے کہ حدیث کا درجہ "حدیث صحیح" کا ہے۔

حدیث کی درجہ بندی میں علامہ سیوطیؒ میں نے قدرے سہولت پسندی سے کام لیا ہے، اسی لیے علامہ مناویؒ نے ”فیض القدیر شرح الجامع الصغیر“ نامی اپنی شرح میں بعض حدیثوں پر اعتراض کیا ہے، اور علامہ سیوطیؒ نے حدیث پر دوسرا حکم لگایا ہے، اور اس دوسرے حکم کی دلیل بھی دی ہے، اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کو دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین!

بہرحال کتاب اچھی ہے، مفید ہے، اس کی ترتیب بھی عمدہ ہے، اہل علم کے حلقوں میں اس کتاب کا چرچا ہے، آپس میں اس کا ذکر چلتا رہتا ہے، اور جس حدیث کی تحقیق کی انہیں ضرورت پڑتی ہے تو اسی کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

کیوں کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عرق ریزی سے یہ کتاب لکھی ہے، اور اس کی ترتیب وتحسین میں بڑا جوکھم اٹھایا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین!

☆ اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام ”الجامع الکبیر“ ہے، یہ بڑی ضخیم کتاب ہے، علامہ سیوطیؒ نے تمام سنن کو اس میں جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے، اقوال کی قسم اس میں حروفِ معجم کے طریقے پر ہے، اس کی طباعت مصر سے ہورہی ہے، متعدد جلدیں چھپ چکی ہیں۔

☆ علامہ سیوطیؒ کی ایک کتاب **”الزیادۃ علی کتاب الجامع الصغیر“** ہے جامع صغیر پر کچھ احادیث کا اضافہ کیا ہے۔

☆ شیخ یوسف نبہانی نے ”جامع صغیر“ کی احادیث کے ساتھ **”الزیادۃ“** کی احادیث کو ملا کر ایک کتاب بنادی ہے جس کا نام رکھا ہے ”**الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر**“ اور تمام احادیث کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے، لیکن

حدیث کے درجات کی تعیین کے لیے جو رموز واشارات تھے انہیں پتہ نہیں کیوں حذف کر دیا ہے، حذف نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔(۱)

المفاتيح والفهارس التي صنفها العلماء لكتب مخصوصة

علمائے متاخرین کی ایک جماعت نے مخصوص کتابوں کی کنجی اور فہرست تیار کی ہے، ان کتابوں اور فہرست کو حروفِ معجم پر ترتیب دیا ہے، جس کا مقصد ان حدیث کی کتابوں کے پڑھنے میں آسانی پیدا کرنا ہے، اور اس کتاب سے مطلب کی حدیث تلاش کرنے میں وقت بچانا ہے۔

کنجی اور فہرست: کنجی اور فہرست کے لیے تیار کردہ کچھ کتابیں یہ ہیں:

۱) **مفتاح الصحيحين**: از علامہ توقادیؒ

۲) **مفتاح الترتيب لأحاديث تاريخ الخطيب**: از سید احمد الغماری

۳) **البغية في ترتيب أحاديث الحلية**: از سید عبد العزیز الغماری

۴) **فہرست لترتيب أحاديث "صحيح مسلم"**: از محمد فواد عبد الباقی

۵) **مفتاح لأحاديث موطأ مالك**: از محمد فواد عبد الباقی

ہر ایک کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

۱ — مفتاح الصحيحين

مؤلف: اس کتاب کے مؤلف کا نام "محمد الشریف بن مصطفیٰ توقادیؒ" ہے۔

طریقہ تصنیف: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری اور مسلم دونوں کتابوں کی قولی احادیث کے اطراف (۲) کو جمع کیا ہے، اور انہیں حروفِ معجم پر ترتیب دیا ہے، اور ہر حدیث

(۱) ۱۰ رشعبان ۱۴۳۲ھ/ ۱۲ جولائی ۲۰۱۱ء (۲) اطراف: شروع حدیث کے اجزا۔

کے سامنے اس کتاب اور باب کا حوالہ بھی لکھا ہے جہاں وہ حدیث پائی جاتی ہے، صحیحین میں سے ہر ایک کا متن صفحہ اور جلد کے حوالے کے ساتھ درج کیا ہے، اور مشہور شروحات جو بخاری ومسلم کے لیے لکھی گئی ہیں انہیں بہترین ترتیب کے ساتھ ایک جدول بنا کر لکھا ہے۔ رہی بات صحیح بخاری سے متعلق، تو اس میں صفحات نمبر اور مندرجہ ذیل کتابوں کے اجزا کو ذکر کیا ہے:

(ا) متن البخاری: طباعت: مصر ۱۲۹۶ھ

(ب) شرح القسطلانی: طباعت: مصر ۱۲۹۳ھ

(ج) شرح العسقلانی: طباعت: مصر ۱۳۰۱ھ

(د) شرح العینی: طباعت: قسطنطنیہ: ۱۳۰۹ھ

بخاری شریف کی دو حدیثوں کا نمونہ

(مفتاح صحیح البخاری کا صفحہ ۲ ملاحظہ کریں)

باب الهمزة مع الباء

قسطلانی		عسقلانی		عینی		بخاری		الاحادیث النبویۃ	الابواب	بحثوں کا نام
ص	ج	ص	ج	ص	ج	ص	ج			
۵۴۴	۹	۹۷	۱۲	۱۴۳	۱۰	۱۷	۸	ابايعكم على ان لا تشركوا شيئا	۱۴	کتاب الحدود
۵۰۹	۱۰	۳۷۷	۱۳	۵۷۹	۱۱	۱۷۹	۸	ابايعكم على ان لا تشركوا بالله	۱۴	کتاب الحدود

مسلم شریف کی دو احادیث کا نمونہ

نووی		مسلم		احادیث	باب	بحث
ص	ج	ص	ج			
۴۶۴	۲	۴۴۷	۱	إذا بعت طعاما	۸	بیوع
۳۹۳	۴	۳۲۲	۱	إذا اتبعتم جنازة	۲۴	جنائز

مراجعت اور استفادے کا طریقہ: صحیحین یا کسی ایک کی حدیث تلاش کرنے کا طریقہ۔

اس کتاب میں (مفتاح الصحیحین میں) طریقہ یہ ہے کہ آپ حدیث کا پہلا کلمہ لے لیں، پھر حدیث کو اس کی جگہ پر اس کے پہلے حرف کے اعتبار سے تلاش کریں، جو حد درجہ آسان ہے اور یہ بات طرفِ حدیث کے ذکر پر منحصر ہے۔

اگر آپ پوری حدیث تلاش کرنا چاہیں، تو جلد نمبر اور صفحہ نمبر دیکھیں، جس میں پوری حدیث کا متن پایا جاتا ہے، یا گذشتہ شروحات کی جلد اور صفحہ نمبر دیکھیں، یہ بہت آسان کام ہے، اگر یہ نسخے آپ کے پاس موجود ہوں، یا آپ کی ملکیت ہوں تو سہولت رہے گی۔

لیکن اگر یہ نسخے نہیں ہیں، بل کہ دوسرے نسخے اور شروحات ہیں تب بھی متنِ حدیث تک تھوڑی مشکل ہی سہی، پہنچا جا سکتا ہے۔

مذکورہ نسخوں کے علاوہ میں نصوصِ حدیث تک پہنچنے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کی کتاب کا نام اور مذکورہ باب دیکھیں، پھر جب دیکھ لیں کہ حدیث اس کتاب میں ہے، تو وہ کتاب اور باب تلاش کریں تھوڑی ہی دیر میں وہ حدیث، اس کتاب میں باب کے ساتھ؛ آپ کو مل جائے گی (انشاء اللہ)

اسمائے صحابہ کی فہرست:

صحیح بخاری میں جتنے صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں ان سب کے اسمائے گرامی کی فہرست، حروفِ تہجی کے اعتبار سے مؤلف نے تیار کی ہے اور تمام صحابہ کے اسماء کے سامنے ان کی مرویات کی تعداد بھی نقل کی ہے، یہ فہرست کتاب کے شروع میں درج کی ہے، مسلم شریف کے لیے ایسا نہیں کیا ہے۔

یہ کتاب قسطنطنیہ کی "الشركة الصحافية العثمانية" سے ۱۳۱۲ھ میں چھپ چکی ہے جس کا عکس "دارالکتب العلمیہ" بیروت نے ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں چھاپ دیا ہے۔

مفتاح الصحيحين پر تبصرہ: مفتاح الصحیحین میں احادیث فعلیہ کی فہرست نہیں ہے، یہ بہت بڑی کمی ہے، کیوں کہ فعلی احادیث کسی کو تلاش کرنا ہے، تو وہ بخاری و مسلم میں انہیں کیسے پائے گا؟!

اس کے تدارک کی ایک شکل ہے، وہ یہ کہ احادیثِ فعلی کی مستقل فہرست تیار کروی جائے، جس میں صحابی کا نام اور جس کتاب میں حدیث ہے اس کا نام، ذکر کردیا جائے، حدیث کا موضوع بھی بیان کردیا جائے۔ اسی طرح کا کام کیا ہے "البغية" کے مصنفؒ نے، ان کی پوری کتاب کا نام ہے "البغية في ترتيب أحاديث الحلية"۔

مفتاح الترتيب لأحاديث تأريخ الخطيب

مؤلف: اس کتاب کے مؤلف ہیں: سید احمد بن سید محمد بن سید الصدیق الغماری المغربی رحمۃ اللہ علیہ۔

صاحبِ کتاب اور طریقۂ تصنیف: یہ کتاب بڑی اہم اور بہت مفید ہے، اس لیے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ کی "تاریخِ بغداد" میں جتنی احادیث آئی ہیں ان سب کی فہرست صرف نوے صفحات میں تیار کی ہے، حالاں کہ تاریخ بغداد ۱۴ رجلدوں میں چھپی ہے، اور تقریباً سات ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

اس فہرست کی اہمیت دو وجہ سے:

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں بے شمار احادیث نقل کی ہیں، جن میں بعض تو حدیث کے مشہور مصادر میں بھی موجود نہیں ہیں۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ان احادیث کی تلاش کا طریقہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جو مصنف نے اختیار کیا ہے، کیوں کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے ان احادیث کو ذکر کرنے میں کسی ترتیب کا التزام نہیں کیا ہے، نہ تو ابواب کے مطابق احادیث ذکر کی ہیں، نہ ہی مسانید کی ترتیب پر ذکر کیا ہے، نہ ہی کسی اور ترتیب پر۔ وہ تو تراجمِ رجال کے ضمن میں احادیث لاتے گئے ہیں، کیوں کہ کتاب کا موضوع تراجم ہیں، نہ کہ تاریخی واقعات کا بیان۔

فہرست کی تصنیف کا طریقہ:

پہلے تو مؤلف، حدیث کی دو قسمیں بتاتے ہیں:

(۱) حدیثِ قولی (۲) حدیث فعلی

پھر احادیثِ قولیہ کو حروف تہجی پر ترتیب دیتے ہیں اور جزءِ حدیث ذکر فرماتے ہیں، پھر اسی کے سامنے جلد، اور صفحہ نمبر لکھتے ہیں جہاں وہ حدیث ہوتی ہے۔

اور جو حدیثِ افعال ہیں انہیں اسمائے صحابہ کی ترتیب پر جمع کیا ہے، اور اسمائے صحابہ کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے، جن میں ان کی کنیت بھی ہے، الگ فصل کر کے صحابیات

کے ناموں کی تفصیل نہیں ذکر کی ہے، صحابہ کے اسمائے گرامی کے درمیان ہی میں صحابیات کے اسماء بھی ان کے ناموں کی ترتیب پر ذکر کر دیا ہے، اسی کے سامنے جلد اور صفحہ نمبر بھی ذکر کر دیا ہے۔

مذکورہ ترتیب پر ایک اضافی بات یہ ہے کہ جب علامہ خطیبؒ دوبارہ حدیث ذکر کرتے ہیں تو اسے غیر متداول وغیر معروف الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اس حرف تہجی کی ترتیب پر، جو وہاں چل رہا ہوتا ہے، پھر معروف ومتداول الفاظ لاکر پہلے حرف تہجی کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔ اس سے طالب علم کی یہ آرزو پوری ہو جاتی ہے کہ وہ حدیث کے جمیع طرق صحیح وضعیف کو جاننا چاہتا ہے یا صحابہ وغیرہ راویوں کی تعداد جاننا چاہتا ہے، اس بات کو بیان کرنے کے لیے مقدمے میں مؤلف نے جو بات کہی ہے وہ یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مقدمہ مؤلف کی عبارت: قال السيد الغماري: "ولما كان الخطيب رحمه الله تعالىٰ ربما كرر الحديث المشهور في عدة مواضع، وذكره في بعضها بغير اللفظ المتداول المعروف التزمت ألا أكرره فاذكره علىٰ حسب الحرف الذى أورده به، ثم أعيد بلفظه المشهور فقال ذلك حديث "اطلبوا الخير عند حسان الوجوه" وحديث "من كذب عليّ متعمدا" فإنه ذكر الأول بألفاظ منها "ابتغوا الخير" ومنها "إذا سألتم الخير" فاذكر الأول في حرف الألف مع الباء وما يثلثها، والثاني في حرف إذا مع السين" ثم أعيدهما في الألف مع الطاء، وأذكر رقم الصحيفة التي هو فيها باللفظ المتقدم إذ الحديث واحد و المعنى واحد

وانما يقع التصرف في الغالب من الشيوخ و الرواة، وكذلك الحديث الثاني فإنه أورده بألفاظ يدخل بعضها في الألف مع النون، ومع الياء، وفي غيره من الحروف، فاذكرها كما أوردها ثم أعيدها في حرف (من) مع الكاف، إذ قد تتعلق رغبة الباحث بالوقوف على جميع ما أورده الخطيب من طرق الحديث للنظر في تصحيحة و تحسينه أو معرفة عدد مَن رواه من الصحابة أو غير ذلك، ويحسب أنّ الحديث ليس له إلا اللفظ المشهور فيطلبه عند حرفه، ويغيب عنه الباقي فلهذا الغرض جمعتها في محل واحد خدمة للحديث وأهله.

کتاب میں احادیث کی تعداد: اس ''مفتاح ....'' میں احادیث کی تعداد تقریباً ساڑھے چار ہزار ہے، بیشک یہ تعداد بہت زیادہ ہے جس کو علامہ خطیبؒ نے تاریخ میں اپنی سندوں سے بیان کیا ہے۔

البغية في ترتيب أحاديث الحلية

مصنف: اس کتاب کے مصنف کا نام ''سید عبدالعزیز بن سید محمد بن سید صدیق غماریؒ'' ہے۔

طریقہ تصنیف: یہ کتاب بالکل ''مفتاح الترتیب'' کی طرح ہے، جس پر ابھی ابھی گفتگو ہو چکی ہے، دونوں کی اہمیت اور افادیت ایک جیسی ہے، ترتیب وتبویب میں بھی یکسانیت ہے، بس چند چیزوں میں تھوڑا بہت فرق ہو سکتا ہے، لہٰذا اس کتاب پر زیادہ تفصیل ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

مصنفؒ نے اس کتاب میں ان احادیث کی فہرست تیار کی ہے جو ”حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء“ میں آئی ہیں، یہ کتاب ”ابو نُعَیم اصفہانیؒ“ (متوفی/۴۳۰ھ) کی تصنیف ہے، کتاب کی ۱۰؍جلدیں ہیں، ایک ایک جلد میں چار چار سو صفحات ہیں۔

جن احادیث کی فہرست بنائی ہے ان کو دو قسموں میں بانٹا ہے: (۱) قولی احادیث (۲) فعلی احادیث۔ پھر قولی احادیث کو حروفِ معجم کی ترتیب پر جمع کیا ہے، چناں چہ ”طرف الحدیث“ یعنی جزءِ حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے سامنے احادیث کو راوی صحابۂ کرامؓ کے ناموں کی ترتیب پر ذکر کیا ہے، جس میں صحابی کا نام اور حدیث کا موضوع بیان کیا ہے، پھر اس کے سامنے جلد اور صفحہ نمبر ذکر کیا ہے، صحابیات کا نام صحابہ کے ناموں کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح ”مفتاح الترتیب“ کے مؤلف نے بھی کیا ہے، البتہ کنیتوں کو الگ سے ذکر کیا ہے، اور انہیں حروفِ معجم کی ترتیب پر اسماء کے ذکر کے بعد لکھا ہے، نیز تابعین کی مرسل روایات کو کتاب کے آخر میں فہرست بنا کر ذکر کیا ہے، جس میں اسم اور کنیت دونوں حروفِ معجم کے طریقے پر ذکر کیے ہیں۔

احادیث کی تعداد:

اس فہرست میں احادیث کی تعداد ۵؍ہزار کے قریب ہے جن کو حافظ ابو نُعیم اصفہانیؒ (متوفی/۴۳۰ھ) نے سندوں کے ساتھ رواۃ کے تراجم کے ضمن میں ذکر کیا ہے، جن رواۃ کے تراجم کو اپنی کتاب ”الحلیۃ......“ میں لکھا ہے۔ اس کی یہ فہرست علامہ سید عبدالعزیز غماریؒ نے تیار کی ہے، اللہ جزائے خیر دے علامہ غماری کو، انہوں نے ایسی فہرست تیار کی ہے جو طالب علم کے لیے نہایت آسان اور کم وقت میں مقصد تک رسائی کرنے والی ہے۔

ورنہ طالب علم کا بہت سارا وقت اس طرح کی احادیث کی تلاش میں گزر جاتا ہے، اور بعض اوقات حدیث ملتی بھی نہیں۔

یہیں سے پتہ چلا کہ بعض مفید کتابیں بعض اوقات کتنی کارآمد ہوتی ہیں اور علماء وطلبہ اس سے کتنا نفع اٹھاتے ہیں، بے شک یہ ایسے اعمال ہیں جن کا خیر چلتا رہتا ہے، مصنف دنیا سے رخصت بھی ہو جائے تو بھی اس کا نفع بخش علم اس کے کام آتا رہتا ہے۔

(۴)فهرس لأحاديث "صحيح مسلم" القولية

صحیح مسلم کی قولی احادیث کی یہ فہرست "شیخ محمد فواد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ" نے مرتب کی ہے، اس کے علاوہ پانچ دیگر فہرست بھی آپ ہی کی ترتیب دی ہوئی ہے، جو حسب ذیل ہے:

۱) فهرس الموضوعات حسب ترتيبها في الكتاب.

۲) الرقم المسلسل لجميع الأحاديث من غير المكرر.

۳) بيان الأحاديث التي أخرجها الإمام مسلم في أكثر من موضع و بيان مواضع كل منها.

۴) معجم ألف بائي باسماء الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، وبيان أحاديث كل منهم.

۵) بيان الأحاديث القولية مرتبة ترتيبا ألفا بائيا حسب أوائلها.

۶) معجم الألفاظ لاسيما الغريب منها.

ترتیب کتاب اور اس کی کیفیت:

مذکور الصدر کتابوں میں پانچویں نمبر کی کتاب (یعنی "بیـــان الأحـــادیـــث القولیة مرتبة ترتیبا ألفا بائیا حسب أوائلها") پر ہم کلام کر رہے ہیں:

مؤلف نے ''احادیثِ قولیہ'' کے شروع کے اجزا کو حروفِ معجم کی ترتیب پر ''متنِ حدیث کے اول کلمے کا لحاظ کر کے بیان کیا ہے، اور ہر حدیث کے ''شروع کے الفاظ'' کے سامنے اس کتاب کے ایڈیشن کا صفحہ نمبر ذکر کیا ہے جہاں پوری حدیث مل جائے گی۔ اس فہرست میں کل ۸۸ صفحات ہیں۔ یہ فہارس ستہ مذکورہ کی صحیح مسلم کی پانچویں جلد سے ہے، یہ بڑی مفید فہرست ہے، اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر دے۔ آمین!

(۵) مفتاح الموطأ

مؤلف: اس کتاب کے مؤلف کا نام ''محمد فواد عبدالباقیؒ'' ہے۔

تفصیل: یہ کتاب بھی مذکورہ کتاب کی ترتیب وتالیف کے مطابق ہے، مؤلفؒ نے اس کتاب میں ''احادیث قولیہ'' کو حروفِ معجم کی ترتیب پر جمع کیا ہے جس میں حدیث کے پہلے کلمے اور دوسرے حرف کے لحاظ سے کام کیا گیا ہے، چناں چہ احادیث کے اطراف یعنی شروع حدیث کے اجزا کو ذکر کیا ہے، پھر اس کے سامنے صفحہ نمبر ذکر کیا جہاں پوری حدیث موجود ہے، اور اس کتاب کو ''موطا'' کے آخر میں چھاپ دیا ہے۔ یہ ''مفتاح الموطا'' نامی کتاب بڑی نافع کتاب ہے۔

احادیث کی تعداد: موطأ کی تمام احادیث کی کل تعداد فہرست بنانے والے کی ترقیم کے مطابق اٹھارہ سو بارہ (۱۸۱۲) حدیثیں ہیں۔

اور اس ''مفتاح'' میں قولی احادیث کی تعداد آٹھ سو ستائیس (۸۲۷) ہے۔

نوٹ: امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے امام مالکؒ سے جو موطأ روایت کی ہے اس میں احادیث کی کل تعداد دس سو آٹھ (۱۰۰۸) ہے اور شیخ عبد الوہاب عبد اللطیف کی تعلیق و تحقیق کے ساتھ طبع ہو چکی ہے، امام مالکؒ سے ان کے مختلف شاگردوں نے موطأ نقل کی ہے، اس نقل میں احادیث و آثار کی تعداد بیان کرنے میں بڑا اختلاف ہے۔

(۶) مفتاح سنن ابن ماجه

اس کتاب کے مولف کا نام بھی ''محمد فؤاد عبد الباقی'' ہے۔

یہ کتاب بھی گذشتہ دونوں کتابوں کے انداز پر ترتیب دی گئی ہے، مؤلف نے اس کتاب میں قولی احادیث کو حروفِ معجم کے طریقے پر حدیث کے اول کے اعتبار سے جمع کیا ہے، چناں چہ حدیث کے شروع کے الفاظ کو ذکر کر کے اس کے سامنے سنن ابن ماجہ کے سلسلہ وار حدیث نمبر کو درج کیا ہے، یہ ''مفتاح'' سنن ابن ماجہ کے آخر میں رکھا ہے، یہ کتاب حدیث تلاش کرنے کے لیے نہایت آسان اور مفید ترین کتاب ہے۔

حدیث کی تعداد: ''مفتاح ابن ماجہ'' میں کل ۳۱۰۰ رحدیثیں ہیں، اور یہ سب تقریب کے طریقے پر ہیں جب کہ ابن ماجہ کی حدیثوں کی کل تعداد، مفتاح ابن ماجہ کے مؤلف کے شمار کے مطابق، ۴۳۴۱ رہے۔(۱)

(۱) ۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/ ۴ر دسمبر ۲۰۱۲ء، منگل قبل نماز فجر جی بلاک ۱۴۹، اکل کوا۔

تیسری فصل:

تخریجِ حدیث کا تیسرا طریقہ

تخریجِ حدیث کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کا جو لفظ لوگوں کی زبان پر زیادہ ہو، اس کی معلومات کے ذریعے حدیث کی تخریج کی جائے۔ اس طریقۂ تخریج کے لیے "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي" کتاب سے مدد لی جاسکتی ہے۔

پوری تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں:

المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي

یہ کتاب حدیث شریف کے ان الفاظ کی فہرست ہے جو حدیث کی ۹/مشہور کتابوں میں موجود ہیں، ۶/کتابیں: تو وہی ہیں جو "صحاحِ ستہ" کہلاتی ہیں اور ۳/کتابیں: موطا امام مالک، مسند احمد اور مسند دارمی ہیں، یہ کتاب یعنی "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي" مستشرقین کی ایک جماعت نے ترتیب دیا ہے، اور انہیں میں سے ایک مستشرق "ارندجون ونسنک" نے ۱۹۳۹ء میں شائع کی ہے، اُس وقت مرتب، لیڈن یونی ورسٹی میں عربی زبان وادب کے پروفیسر تھے۔ کتاب لیڈن سٹی ہالینڈ کے بریل نامی پریس نے چھاپی ہے، اور مرحوم محمد فواد عبد الباقی نے اس کتاب کی نشر واشاعت میں مستشرقین کی جماعت کا تعاون کیا ہے۔

اور برطانیہ کی مجلس علمی، ڈنمارک، سویڈن، ہالینڈ، آنسکو وغیرہ کی علمی وتحقیقی تنظیموں نے گراں قدر مالی تعاون سے اس تصنیفی سرمایہ کو تکمیل کی منزل تک پہونچایا ہے۔

یہ تصنیف سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے،اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا، اوراس کی آخری جلد ۱۹۶۹ء میں طبع ہوئی،ساتوں جلدوں کی طباعت میں ۳۳رسال لگے۔

لیکن کتاب میں کوئی مقدمہ نہیں ہے جس سے پتہ چلے کہ کتاب کی ترتیب و تبویب کا کیا طریقہ ہے،حالاں کہ مقدمے کی کتاب میں شدید ضرورت تھی،البتہ ساتویں جلد میں کچھ رہنما ہدایات واشارات موجود ہیں،الفاظ اور مواد کی ترتیب کا بھی ذکر ہے، مراجعت کی بھی رہنمائی ہے، پھر بھی یہ تمام چیزیں کافی نہیں ہیں،شدت سے کمی محسوس ہوتی ہے۔

حدیث کے اس معجم کی ترتیب کا طریقہ،قریب قریب لغوی معجم کی ترتیب کے مثل ہے،لیکن حروف، اسمائے اعلام،کثیر الاستعمال افعال مثلاً قال، جاء اوران کے صیغوں کا اس میں ذکر نہیں ہے۔

اس معجم میں کسی لفظ کے مادے کے ذکر کرنے کے وقت دوسرے مادے بھی مذکور ہوتے ہیں تا کہ طالب وہ احادیث پاسکے جن میں اس مادہ کا کوئی کلمہ مذکور ہو،لیکن اس میں دِقت بہت ہوتی ہے،اور کافی وقت صرف ہوتا ہے،کیوں کہ بعض مرتبہ یہ حوالے کافی طویل ہوتے ہیں،ایک ایک جگہ پچاس پچاس مادے ہوتے ہیں،جیسا کہ ''قاتل'' کے مادے میں ہے کہ طالب علم کو ۷۶ر مادے دیکھنے پڑتے ہیں،بعض تو قاتل کے مادے میں ہے اور دوسرے متفرق مقامات میں،جیسے جلد پنجم صفحہ ۲۹۴ر پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اس لیے بہت سے قارئین نے کہا ہے کہ اس ''معجم میں بڑا بھاری نقص یہ ہے کہ احادیث میں موجود الفاظ میں سے اکثر کی فہرست میں کوئی تفصیل نہیں۔

چوں کہ المعجم المفہرس کی تالیف وترتیب کا جاننا ہر مُراجِع کے لیے ازبس ضروری

ہے، اس لیے اس کی ساتویں جلد کے آغاز میں اس نوعیت کی جو بھی باتیں درج ہیں انہیں ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں:

المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی کے مواد کی ترتیب کا نظام

الف: افعال: ماضی، مضارع، امر، اسم فاعل، اسم مفعول، ہر ضمیر کے لواحقات بھی مذکور ہوتے ہیں:

۱۔ فعل معروف کے صیغے لواحق کے بغیر۔

۲۔ فعل معروف کے صیغے لواحق کے ساتھ۔

۳۔ فعل مجہول کے صیغے لواحق کے ساتھ اور اس کے بغیر۔

علمائے صرف کے مطابق پہلے مجرد افعال ذکر کیے گئے ہیں پھر مزید فیہ افعال۔

ب: ۱۔ اسم مرفوع تنوین کے ساتھ۔

۲۔ اسم موفوع بغیر تنوین کے اور بغیر لواحق کے۔

۳۔ اسم مرفوع لواحق کے ساتھ

۴۔ اسم مجرور بالاضافہ، تنوین کے ساتھ۔

۵۔ اسم مجرور بالاضافت بلاتنوین ولواحق۔

۶۔ اسم مجرور بالاضافت واللواحق۔

۷۔ اسم مجرور حرف جر کے ساتھ۔

۸۔ اسم منصوب مع تنوین۔

۹۔ اسم منصوب بلاتنوین ولواحق۔

۱۰۔اسم منصوب مع لواحق۔

بعدازاں تثنیہ اور جمع بھی اسی طرح مذکور ہوتے ہیں۔

ج)مشتقات: ۱۔مشتقات حروف ساکنہ کی اضافت کے بغیر۔

۲۔مشتقات حروف ساکنہ کی اضافت کے ساتھ۔

نوٹ: مرجع مذکور اور عبارت میں حرفی مطابقت ہوتی ہے۔

''☆☆'' دوستارے، ان دونوں ستاروں کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ منقول حدیث میں لفظ مکرر آیا ہے، یا اس باب یا صفحہ میں مکرر آیا ہے۔

احادیث کے الفاظ کی تلاش کے لیے ''مصادر السنۃ'' کے جو ''رموز واشارات'' استعمال ہوئے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

خ)	بخاری	جہ	ابن ماجہ
م)	مسلم	ط	موطأ
ت)	ترمذی شریف	حم	مسند احمد بن حنبل
د)	ابوداؤد	دی	مسند داری
ن)	نسائی		

مذکورہ بالا رموز معجم کے ہر دو صفحے کے نیچے، آسانی کی خاطر دے دیے گئے ہیں، تاکہ ہر وقت ذہن نشین رہے۔

مذکورہ بالا حدیث کی نو کتابوں میں (جن کے رموز واشارات اوپر درج ہیں) حدیث کی جگہ بتلانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کتاب کا نام وہیں لکھ دیا گیا ہے جس میں وہ حدیث موجود ہے، جیسے ''ادب'' مگر مسندِ احمد بن حنبل مستثنیٰ ہے کہ وہ مسانید کی ترتیب پر طبع

ہوتی ہے۔ بعد ازاں کتاب کے اندر باب کا نمبر لکھ کر بتلایا گیا ہے، مثلاً (۱۵) اور یہ طریقہ مسلم شریف اور موطا امام مالک کے علاوہ میں ہے۔ کیوں کہ نمبر سے ترتیب وار حدیث کا پتہ چلتا ہے جو شروع کتاب سے ہوتی ہے۔ اور مسند میں مقامِ حدیث بڑے اور چھوٹے نمبر سے معلوم ہوتا ہے، بڑا نمبر جلد بتلاتا ہے اور رقم صغیر (چھوٹا نمبر) جلد کا صفحہ بتلاتا ہے، یہ مثال ساتویں جلد کے شروع میں مطبوع ہے، اس کو معجم کے مصنفینؒ نے مراجعت کی راہ مقرر کیا ہے، آگے اس کی مثال، وضاحت کی خاطر پیشِ خدمت ہے۔

مراجعت کا طریقہ:

مذکورہ نو کتابوں میں سے ہر ایک کی، ایک ایک مثال ذکر کی جارہی ہے۔

(۱) ت ادب ۱۵= : اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''کتاب الادب'' کا پندرہواں باب ہے، جو صحیح ترمذی کا باب ہے، معجم میں اسی طرح کا اشارہ ہے، 'ت' سے مراد 'ترمذی'، 'ادب' سے میں مراد ''کتاب الادب'' اور '۱۵' سے مراد پندرہواں باب ہے۔

(۲) جہ تجارات ۳۱= : اس کا مطلب یہ ہوا کہ سنن ابن ماجہ کتاب التجارات کا اکتیسواں باب ہے۔ 'جہ' سے ''ابن ماجہ''، 'تجارات' سے ''کتاب التجارات'' اور '۳۱' سے ''اکتیسواں'' باب مراد ہے۔

(۳) حم ۴ر۱۷۵= : اس کا مطلب یہ ہے کہ مسند احمد بن حنبل کی چوتھی جلد کے صفحہ ۱۷۵ (پر حدیث مل جائے گی)۔

'حم' سے مراد ''مسند احمد بن حنبل''، '۴' سے مراد 'جلد ۴' اور '۱۷۵' سے ''صفحہ نمبر'' مراد ہے۔

خ شرکۃ ۳، ۱۶= : اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی کتاب الشرکۃ کے تیسرے اور سولہویں باب میں (تلاش کریں)

'خ' سے مراد "صحیح بخاری"، 'شرکۃ' سے مراد "کتاب الشرکۃ" اور '۳' سے "تیسرا باب" اور '۱۶' سے مراد "سولہواں باب" ہے۔

(۵) د طہارۃ ۲۷=: اس کا مطلب یہ ہے کہ سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب ۲۷ میں یہ حدیث ملے گی۔

'د' سے مراد "ابوداؤد شریف"، 'طہارت' سے مراد "کتاب الطہارت" اور '۲۷' سے باب "نمبر ۲۷" مراد ہے۔

(۶) دی صلاۃ ۹۷=: اس کا مطلب یہ ہے کہ مسند داری، کتاب الصلاۃ باب ۹۷ میں یہ حدیث ملے گی۔

'دی' سے مراد "مسند داری"، صلاۃ سے "کتاب الصلاۃ"، '۹۷' سے مراد باب "نمبر ۹۷" ہے۔

(۷) ط صفۃ النبی ۳=: اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤطا مالک میں صفۃ النبی سے متعلق حدیث ۳ میں، یہ حدیث، یا یہ لفظ ملے گا۔

'ط' سے مراد مؤطا امام مالک، صفۃ النبی موضوع اور ۳ رنمبر حدیث ہے۔

(۸) م فضائل الصحابہ ۱۶۵=: اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ کی حدیث نمبر ۱۶۵ میں یہ تلاش کرو۔

'م' سے "مسلم شریف" مراد ہے، 'فضائل الصحابہ' سے "کتاب فضائل الصحابہ" اور '۱۶۵' سے مراد "حدیث ۱۶۵" ہے۔

(۹) ن صیام ۸۷=: اس کا مطلب یہ ہے کہ سنن نسائی، کتاب الصیام کا باب نمبر ۸۷ ہے۔

'ن' سے "نسائی شریف"، 'صیام' سے کتاب اور ۸۷ سے باب نمبر ۸۷ مراد ہے۔

علاوہ ازیں ساتویں جلد کے آغاز میں چند اصطلاحات اور ضروری نوٹس ذکر کیے گئے ہیں، جو یہاں بھی ذکر کیے جا رہے ہیں:

اولا (معجم مفہرس میں لکھتے ہیں کہ) پہلے ہم نے ہر مادے کا فعل ذکر کیا ہے۔ پھر اس مادے کا اسم، جس میں تسلسل اشتقاق کے اعتبار سے ترتیب کی پوری رعایت رکھی ہے، ساتھ ساتھ، معانی کا تنوع بھی ملحوظِ خاطر ہے، یہ سب نحوی وصرفی قواعد کی روشنی میں ہے۔

ثانیا ہم نے حدیث شریف بیان کی ہے، پھر اسی کے بعد وہ مقام بھی ذکر کیا ہے جہاں وہ حدیث اپنے الفاظ کے ساتھ پائی جا رہی ہے۔ اور کچھ دوسرے مقامات کا بھی ذکر ہے جہاں معنیً وہ حدیث پائی جاتی ہے۔

واضح رہے کہ کبھی کبھی ابواب اور احادیث کے نمبرات میں اور اس ترتیب میں تفاوت بھی پایا جاتا ہے جو بعض مطبوعہ نصوص میں ہوتا ہے۔

اسی طرح مؤطا امام مالک سے صرف احادیث لی گئی ہیں فقہائے کرام اور محدثین کی آرا ذکر نہیں کی گئی ہیں۔

مسلم شریف سے اس کو نہیں لیا گیا ہے جو فقط اسناد تھی۔

اسی طرح حدیث کی ایک اور مثال ہے جس کی توضیح وتحقیق پیش کی جا رہی ہے۔

حدیث شریف یہ ہے: **ثلاث من كن فيه، وجد حلاوة الإيمان: أن يكون الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحب إلا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر كما يكره أن يقذف في النار. هذا لفظ البخاري.**

مذکورہ حدیث میں کل ''۳۴'' کلمے ہیں، حدیث کے تمام کلمات کی مراجعت کی گئی تو یہ نتیجہ نکلا:

۱) ۱۲ رکلمات میں حدیث کے تمام مقامات آ گئے ہیں۔

۲) ۲ رکلموں میں دوسرے مادوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۳) بقیہ ۲۰ رکلمات میں حدیث مذکور نہیں، کیوں کہ ان میں مادے موجود نہیں، یا تو اس وجہ سے کہ وہ کلمات ''حروف'' ہیں یا مشابہِ حروف، یا ایسے افعال اور کلمات ہیں جو بکثرت استعمال ہیں۔

مندرجہ ذیل مثال میں یہ نتیجہ تفصیل سے ملاحظہ کریں:

۱۔ ثلاث: معجم مفہرس: ۱/ ۲۹۶

م: ایمان: ۶۶، ۶۷؛ خ: ایمان: ۹/ ۱۴، اکراہ

۲۔ من:...... ۳۔ کن:..... ۴۔ فیہ:.....

۵۔ وجد: معجم: ۱/ ۱۴۱، ن: ایمان: ۲، ۳

۶۔ حلاوۃ: (معجم: ج۱/ص۵۵) ''آمن'' کو دیکھیں۔

۷۔ الایمان: (معجم: ۱/ ۱۱۰) بخاری، کتاب الایمان: ص۹، ۱۴؛ باب الاکراہ: ۱؛ الادب: ص۴۲؛ مسلم شریف، کتاب الایمان: ص ۶۶؛ نسائی (ن) ۲، ۳؛ جہ: ابن ماجہ کتاب الفتن: ۲۳؛ حم یعنی مسند احمد بن حنبل: ۳، ۱۰۳، ۱۱۴، ۱۷۲، ۱۷۴، ۲۳۰، ۲۷۵، ۲۸۸۔

۸۔ اَن:..............

۹۔ یکون:...........

۱۰۔ اللہ: (۱/ ۸۰) م: مسلم کتاب الایمان: ۶۶، ۶۷، خ: بخاری، ۹، ۱۴، حم: مسند احمد بن حنبل: ۴، ۱۔

۱۱۔ ورسولہ: (۲/ ۲۵۸) احب کو رجوع کیجیے۔

۱۲۔ اُحب: (۱/۴۱۰) ن: نسائی کتاب الایمان ۲،۴؛ جہ: ابن ماجہ کتاب الفتن: ۲۳؛ حم مسند احمد بن حنبل: ۴،۷۰۔ ۱۱۔ اسی طرح (۱) اس صفحہ میں پایا جاتا ہے؛ م: مسلم شریف: ۶۶، ۶۷؛ بخاری، ۹/۱۴ کتاب الایمان؛ ترمذی کتاب الایمان: ۲۰۔

۱۳۔ الیہ ۱۴۔ مما

۱۵۔ سواہما: ۳/۴۴۳ معجم؛ حم: مسند احمد بن حنبل ۴-۱۱،

۱۶۔ وأن ..... ۱۷۔ عجب: (۱/۴۰۷ معجم) خ، بخاری کتاب الایمان ۹، کتاب الادب، ۴۴، م (مسلم) ایمان (کتاب الایمان) ۶۶، ت: ترمذی ایمان: کتاب الایمان ۱۰، حم، مسند احمد بن حنبل ۳، ۱۰۳، ۱۲۰، ۱۴۱، ۱۵۰، ۱۵۶، ۲۳۰، ۲۴۱، ۲۴۸، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۸، ۲۸۸۔

معجم مفہرس کی فہرست کی کتابوں پر ایک نظر:

مسند احمد کے علاوہ تمام مفہرس مصادر کے ابواب کو مولفین نے نمبر وار رقم کیا ہے، اسی طرح صحیح مسلم اور موطا امام مالک کی احادیث کو بھی نمبر وار رقم کیا ہے، اسی طرح مسند احمد میں صفحات اور جلدوں کے نمبروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن یہ مطبوعات ان نمبروں کے موافق نہیں ہیں۔

---

(۱) ص ۲۷ کی طرح ص اوپر بھی وہی مضمون ہے۔

چوتھی فصل:

تخریجِ حدیث کا چوتھا طریقہ

حدیث کا موضوع معلوم ہونے کی بنیاد پر حدیث کی تخریج کی جائے تو یہ تخریجِ حدیث کا چوتھا طریقہ ہے۔

اس طریقۂ تخریج کی طرف میلان اس شخص کا ہوتا ہے، جو علمِ حدیث کا ذوق رکھے، حدیث کے موضوع کی تعیین کر سکے، اور اگر حدیث بہت سارے موضوعات پر مشتمل ہو تو کسی ایک موضوع کو ان میں سے، نکال سکے۔ علمِ حدیث میں کافی مہارت رکھتا ہو، اور حدیث کی مصنفات پر گہری نظر ہو، تو یہ شخص موضوعِ حدیث کی روشنی میں حدیث کی تخریج کر سکے گا۔ ہر شخص حدیث کے موضوع کی تعیین بھی نہیں کر پاتا، خاص طور پر ایسی احادیث جن کو سن کر موضوع بالکل معلوم نہیں ہو پاتا، البتہ یہ بھی ایک طریقہ تخریج ہے، دوسرے طریقوں کے نہ ہونے کے وقت یہی سہل طریقہ ہے کہ موضوع معلوم ہے تو اسی کی مدد سے حدیث کی تخریج کر لے۔

مددگار کتابیں:

اس طریقۂ تخریج میں حدیث کی ان کتابوں سے مدد لی جا سکتی ہے جو ابواب کی ترتیب پر لکھی گئی ہیں، اور موضوع کی تعیین کے ساتھ مرتب کی گئی ہیں ایسی کتابیں بہت ہیں، ان کو تین قسموں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

پہلی قسم: حدیث کی وہ کتابیں جن میں ایسے ابواب وموضوعات ہیں جو دین کے تمام ابواب پر حاوی ہیں، اس کی چند انواع ہیں، ان میں زیادہ مشہور جوامع، مستخرجات اور مستدرکات علی الجوامع، مجامیع، زوائد، کتاب مفتاح کنوز السنۃ ہیں۔

دوسری قسم: حدیث کی وہ کتابیں جو ایسے ابواب وموضوعات پر مشتمل پر ہیں جن میں دین کے اکثر ابواب ہوں جن کی چند انواع ہیں، ان میں مشہور ترین کتابیں سنن، مصنفات، موطآت، اور مستخرجات علی السنن ہیں۔

تیسری قسم: ایسی کتابیں جو دین کے ابواب میں سے کسی باب کے ساتھ خاص ہیں، یا دین کے پہلوؤں میں سے کسی پہلو کے ساتھ خاص ہیں۔ اس کی بہت سی انواع ہیں، ان میں سے مشہور ترین کتابیں یہ ہیں: الاجزاء، ترغیب وترہیب، زہد، فضائل، آداب واخلاق، احکام، دوسری فنون کی کتابیں، کتبِ تخریجِ حدیث کی شروحات و تعلیقات۔

قسم اول:

جمیع ابوابِ دین پر مشتمل کتبِ حدیث

اس نوع کی حدیث کی کتابیں جنہیں محدثین ومصنفین نے ابواب کی شکل میں مرتب کیا ہے، ان کے ابواب جمیع ابواب دین پر مشتمل ہیں؛ ان کتابوں میں باب الایمان، باب طہارت، ابواب العبادات، ابواب المعاملات، باب النکاح، باب التاریخ، باب السیر، باب المناقب، باب التفسیر، باب الآداب، باب المواعظ، باب اخبار القیامۃ وغیرہ ابواب ہوتے ہیں، جن کا حاصل آٹھ طرح کے مضامین ہیں:

(۱) عقائد (۲) احکام (۳) رقاق (۴) آداب

(۵) تفسیر (۶) سیر (۷) مناقب (۸) فتن

ان تمام مضامین کو اس شعر میں جمع کر دیا گیا ہے ؎

سیر، تفسیر، احکام وعقائد ☆ فتن، اشراط، آداب ومناقب

اس نوع کی تصنیفات کے متعدد نام ہیں؛ مشہور ترین نام حسب ذیل ہیں:

(۱) الجوامع (۲) المستخرج علی الجوامع (۳) المستدرکات علی الجوامع (۴) المجامیع (۵) الزوائد (۶) کتاب مفتاح کنوز السعادۃ.

مذکورہ بالا تمام ناموں کے بارے میں ہم قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے اور ہر ایک کا طریقۂ جمع وتالیف بھی بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ!

۱ – الجوامع

''الجوامع'' جامع کی جمع ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں ''جامع'' حدیث کی ہر اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ضروریاتِ زندگی سے متعلق جمیع انواع کی احادیث درج ہوں: مثلاً: عقائد، احکام، رقاق، آدابِ خورد ونوش، سفر حضر کے آداب، تفسیر، تاریخ، سیر، فتن، مناقب ومثالب(۱) وغیرہ۔

مشہور جامع:

سب سے مشہور جامع ''بخاری شریف'' ہے جس کو الجامع الصحيح للبخاري کہتے ہیں؛ پھر مسلم شریف یعنی الجامع الصحيح لمسلم؛ اسی طرح جامع عبدالرزاق، جامع ثوری، جامع ابن عیینہ، جامع معمر، جامع ترمذی وغیرہ۔

اب الجامع الصحيح للبخاري کا قدرے تفصیل سے بیان آرہا ہے۔

۱ – الجامع الصحيح للبخاري (۲)

الجامع الصحيح للبخاري یعنی بخاری شریف کا مکمل نام جس کو خود مؤلف ہی نے رکھا ہے یہ ہے "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه و أيامه" اس کتاب کو ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب پر مرتب کیا ہے، جو ''کتاب بدء الوحی'' سے شروع ہو رہی

---

(۱) مثالب: یہ مصنف عبدالرزاق کے علاوہ ہے۔

(۲) تفصیل کے لیے دیکھئے ''علوم الحدیث'' از ابن الصلاح ص/۲۲، علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ) نے ''هدي الساري'' ص ۸ پر اس کا نام ذکر کیا ہے، "الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه" (بحوالہ تخریج الاحادیث ودراستِ اسانید الحدیث، از ڈاکٹر محمود طحان: ۱۱)

ہے، پھر کتاب الایمان کا ذکر ہے، پھر کتاب الطہارۃ کا، اسی طرح اور دیگر ابواب، یہاں تک کہ کتاب التوحید پر کتاب مکمل ہوگئی ہے، اسی طرح پوری کتاب میں ستانوے ابواب ''کتاب'' کے نام سے آئے ہیں، ہر کتاب چند ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں چند احادیث صحیحہ درج ہیں۔

اب ہم ذیل میں بخاری کے تمام ابواب کا صرف نام ذکر کرتے ہیں جو امام بخاری کی ترتیب پر ہیں اور ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عام قاری کو معلوم ہوجائے کہ کس طرح ''کتب جوامع'' دین کے جمیع ابواب پر مشتمل ہوتی ہیں۔

عناوین بخاری (بنام کتب بخاری)

(۱) کتاب بدء الوحي (۲) کتاب الإيمان (۳) کتاب العلم (۴) کتاب الوضوء (۵) کتاب الغُسل (۶) کتاب الحيض (۷) کتاب التيمم (۸) کتاب الصلاة (۹) کتاب مواقيت الصلاة (۱۰) کتاب الأذان (۱۱) کتاب الجمعة (۱۲) کتاب الخوف (۱۳) کتاب العيدين (۱۴) کتاب الوتر (۱۵) کتاب الاستسقاء (۱۶) کتاب الکسوف (۱۷) کتاب سجود القرآن (۱۸) کتاب تقصير الصلاة (۱۹) کتاب التهجد (۲۰) کتاب الصلاة في مسجد مكة والمدينة (۲۱) کتاب العلم في الصلاة (۲۲) کتاب السهو (۲۳) کتاب الجنائز (۲۴) کتاب الزكاة (۲۵) کتاب الحج (۲۶) کتاب العمرة (۲۷) کتاب المحصر (۲۸) کتاب جزاء الصيد (۲۹) کتاب فضائل المدينة (۳۰) کتاب الصوم (۳۱) کتاب صلاة التراويح (۳۲) کتاب فضل ليلة القدر (۳۳) کتاب الاعتكاف (۳۴) کتاب البيوع

(۳۵) كتاب السلم (۳۶) كتاب الشفعة (۳۷) كتاب الإجارة (۳۸) كتاب الحوالات (۳۹) كتاب الكفالة (۴۰) كتاب الوكالة (۴۱) كتاب الحرث والمزارعة (۴۲) كتاب الشرب والمساقاة (۴۳) الاستقراض وأداء الديون (۴۴) كتاب الخصومات (۴۵) كتاب اللقطة (۴۶) كتاب المظالم و الغصب (۴۷) كتاب الشركة (۴۸) كتاب الرهن (۴۹) كتاب العتق (۵۰) كتاب المكاتب (۵۱) كتاب الهبة (۵۲) كتاب الشهادات (۵۳) كتاب الصلح (۵۴) كتاب الشروط (۵۵) كتاب الوصايا (۵۶) كتاب الجهاد و السير (۵۷) كتاب فرض الخمس (۵۸) كتاب الجزية (۵۹) كتاب بدء الخلق (۶۰) كتاب الأنبياء (۶۱) كتاب المناقب (۶۲) فضائل أصحاب النبيّ (۶۳) مناقب الانصار (۶۴) المغازي (۶۵) كتاب تفسير القرآن (۶۶) كتاب فضائل القرآن (۶۷) كتاب النكاح (۶۸) كتاب الطلاق (۶۹) كتاب النفقات (۷۰) كتاب الأطعمة (۷۱) كتاب العقيقة (۷۲) الذبائح و الصيد (۷۳) الأضاحي (۷۴) الأشربة (۷۵) كتاب المرضى (۷۶) الطب (۷۷) اللباس (۷۸) الأدب (۷۹) الإستيذان (۸۰) الدعوات (۸۱) كتاب الرقاق (۸۲) كتاب القدر (۸۳) الإيمان و النذر (۸۴) الكفارات (۸۵) كتاب الفرائض (۸۶) كتاب الحدود (۸۷) كتاب الديات (۸۸) استتابة المرتدين (۸۹) كتاب الاكراه (۹۰) كتاب الحيل (۹۱) تعبير الرؤيا (۹۲) كتاب الفتن (۹۳) كتاب الأحكام (۹۴) كتاب التمني (۹۵) أخبار الآحاد (۹۶) الاعتصام بالكتاب و السنة (۹۷) كتاب التوحيد.

۲-المستخرجات علی الجوامع

مستخرج: مستخرج واحد ہے، اس کی جمع ''مستخرجات'' آتی ہے۔ محدثینؒ کے نزدیک مستخرج کے معنی یہ ہیں کہ مصنف، حدیث کی کوئی کتاب منتخب کرتا ہے، پھر اس کتاب کی احادیث کی اپنی سندوں کے ساتھ تخریج کرتا ہے، صاحب کتاب کی سند کے مطابق نہیں، تو صاحبِ کتاب کے ساتھ، اس کے شیخ میں، یا اس کے اوپر جا کر کسی جگہ۔ یہاں تک کہ صحابی میں اجتماع واتفاق ہو جاتا ہے۔

استخراج کی شرط یہ ہے کہ بعید ترین تک نہ پہونچے یہاں تک کہ کوئی ایسی سند تلاش کرے جو قریب ترین تک پہونچائے، ہاں مگر کوئی عذر ہو، مثلاً علو سند کا یا کسی اہم زیادتی کا۔ بعض مرتبہ مصنفِ مستخرج کچھ احادیث کو ترک کر دیتا ہے جن کی کوئی پسندیدہ سند نہیں پاتا، اور بعض مرتبہ صاحبِ کتاب ہی کی سند کے ساتھ ذکر کر دیتا ہے۔

مستخرجات ''مخرج علیہ'' کی ترتیب وتبویب پر:

مخرج علیہ ایسی کتاب کہلاتی ہے جس کی احادیث کو محدث اپنی سندوں کے ساتھ بیان کرتا ہے، اس محدث کی تیار کردہ کتاب ''مستخرج'' کہلاتی ہے۔

مستخرج کی ترتیب ''مخرج علیہ'' کے موافق ہوتی ہے اسی طرح مستخرج کے ابواب بھی مخرج علیہ کے ابواب ہی کے مطابق ہوتے ہیں، مستخرجات کی مراجعت کا طریقہ بعینہٖ وہی ہوتا ہے جو ''مخرج علیہ'' کا ہوتا ہے، کیوں کہ ترتیب، عددِ کتب وابواب وہی ہوتے ہیں، لہٰذا ''مستخرجات علی الجوامع'' کا موضوع وہی ہوگا جو ''جوامع'' کا موضوع ہوتا ہے۔

ہاں! مستخرجات علی الجوامع تو "جوامع" کی مانند ہوتی ہیں لیکن "مستخرجات علی غیر الجوامع" مثلاً "مستخرجات علی کتب السنن وغیرھا" یہ "مستخرجات علی الجوامع" کی طرح نہیں ہوتیں، جیسے قاسم بن اصبغ کی مستخرجات، سنن ابی داؤد پر ہے اور "ابونعیم اصفہانیؒ" کی مستخرج ابن خزیمہ کی "کتاب التوحید" پر ہے۔ یہ مستخرجات دوسری تخریج شدہ کتابوں کی طرح ہیں۔

مستخرجات علی الصحیحین کی تعداد:

مختلف النوع حدیث کی متعدد کتابوں پر بے شمار مستخرجات ہیں۔ البتہ ان مستخرجات میں "مستخرجات علی الصحیحین" یا "مستخرجات علی البخاري أو مسلم" کا درجہ بڑھا ہوا ہے، مستخرجات علی الصحیحین کی تعداد دس سے بھی زیادہ ہے، اس لیے کہ محدثین نے بخاری ومسلم کی خدمت پر اپنی توجہات زیادہ مبذول فرمائی ہیں۔

علی البخاری: بخاری کی مستخرجات میں (۱) مستخرج الاسماعیلی (۳۷۱ھ) (۲) مستخرج الغطریفی (۳۷۷ھ) اور (۳) مستخرج ابن ابی ذُہل (۳۸۷ھ)۔

علی المسلم: مسلم کی مستخرجات میں (۱) مستخرج ابوعوانہ اسفرائینی (۳۱۰ھ) مستخرج الحیری (۳۱۱ھ) (۳) اور مستخرج ابی حامد الہروی (۳۵۵ھ)۔

علی الصحیحین: صحیحین کی مستخرجات میں (۱) مستخرج ابی نُعیم اصفہانی (۴۳۰ھ) (۲) مستخرج ابی الاخرم (۳۴۴ھ) (۳) اور مستخرج ابی بکر البرقانی (۴۲۵ھ) ہیں۔

۳- مستدرکات علی الجوامع

''مستدرکات'' مستدرک کی جمع ہے، استدراک کے لغوی معنیٰ ''کسی چیز کو حاصل کرنے کا ارادہ کرنا، غلطی کی اصلاح کرنا اور غلطی نکالنا وغیرہ آتے ہیں۔

مستدرک محدثین کی اصطلاح میں ہر ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں مؤلفِ کتاب وہ تمام احادیث جمع کر دے جو کسی مخصوص کتاب میں اس کی شرطوں کے مطابق، اس میں آنی چاہیے تھی لیکن کسی وجہ سے نہ آسکی۔

مثال: اس کی **"مستدرک علی الصحیحین"** ہے، جسے ابوعبداللہ حاکمؒ (۴۰۵ھ) نے تالیف کیا ہے، صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں جو احادیث آئی ہیں، ان کے جو درجات اور شرائط ہیں، انہیں درجوں اور شرطوں پر پائی جانے والی بہت ساری احادیث کو دوسری کتبِ حدیث سے امام ابوعبداللہ حاکمؒ نے ایک کتاب میں یکجا کیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہ احادیث بخاری و مسلم کے درجے اور شرطوں کے مطابق ہیں، لیکن ان دونوں کتابوں میں نہ آسکیں، ایسی احادیث کے مجموعہ کو **"مستدرک علی الصحیحین"** کہا جاتا ہے۔

مستدرکِ حاکم کی ترتیب:

ابوعبداللہ حاکمؒ (متوفی ۴۰۵ھ) نے اپنی کتاب ''مستدرک'' کو ابواب پر ترتیب دیا ہے، اور اس میں ابواب کی وہی ترتیب رکھی ہے جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے بخاری و مسلم میں رکھی ہے۔ ابوعبداللہ حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں تین طرح کی احادیث ذکر کی ہیں:

(۱) وہ احادیثِ صحیحہ جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ یعنی شیخینؒ کی شرط پر تھیں، یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر تھیں لیکن انہوں نے ایسی احادیث کو اپنی کتاب میں

درج نہیں کیا، ایسی احادیث کو حاکم ابوعبداللہؒ نے مستدرکِ حاکم میں ذکر کیا ہے۔

(۲) وہ احادیثِ صحیحہ جو حاکم ابوعبداللہ کے نزدیک صحیح تھیں چاہے وہ شیخین کی شرط پر یا کسی ایک کی شرط پر نہ بھی ہوں، تو بھی ان کو انہوں نے "صحيح الأسناد" کہہ کر ذکر کیا ہے۔

(۳) ان احادیث کو بھی ذکر کیا ہے جو ان کے نزدیک صحیح نہیں تھیں، ان کو برائے تنبیہ ذکر کیا ہے۔

ابوعبداللہ حاکمؒ حدیث کی تصحیح کے سلسلے میں متساہل ہیں، لہٰذا حاکم کی تصحیحِ حدیث میں اعتماد کرنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہے، حافظ ذہبیؒ نے تتبع کیا ہے تو ان کی بعض احادیث کی تصحیح کو تسلیم کیا ہے اور بعض کی تصحیح میں اختلاف کیا ہے، اور بعض مقامات پر سکوت اختیار کیا ہے، لہٰذا تتبع اور بحث کی یہاں ضرورت پڑے گی۔

مستدرک حاکم چار ضخیم جلدوں میں ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے، اور "تلخيص المستدرك" کے نام سے اسی کے ساتھ حافظ ذہبی کی تعلیقات بھی ہیں، لیکن طباعت میں تقدیم وتاخیر اور کئی طرح کی اغلاط کی کثرت ہے۔

۴—المجاميع

لغوی تعریف: المجامیع "مجمع" کی جمع ہے، اسم ظرف اکٹھا ہونے کی جگہ۔

اصطلاحی تعریف: محدثین کی اصطلاح میں "مجمع" حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں مؤلف نے متعدد مصنفات کی احادیث کو جمع کیا ہو، اور اس کی ترتیب انہیں مصنفات کی ترتیب پر رکھی ہو جن کی احادیث کو اس میں جمع کیا ہے۔

چند مثالیں: ایسی کتابیں جو مجامع کہلاتی ہیں ان کی تعداد بہت ہے، ان میں کچھ مشہور کتابیں یہ ہیں:

۱) الجمع بین الصحیحین، جن میں محمد صاغانیؒ (۶۵۰ھ) کی تصنیف ہے جس کا نام " مشارق الأنوار النبوية من صحاح الأخبار المصطفوية" ہے۔

۲) الجمع بین الصحیحین، یہ ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر فتوح الحمیدی (۴۸۸ھ) کی تالیف ہے۔

۳) "الجمع بین الأصول الستة" اس کتاب کا دوسرا نام "التجريد للصحاح و السنن" ہے جس کے مؤلف ابوالحسن زین بن معاویہ اندلسیؒ (متوفی: ۵۳۵ھ) ہیں۔"اصول ستہ" سے مراد یہاں پر بخاری، مسلم، موطا مالک، ترمذی، ابو داؤد اور نسائی ہیں۔

۴) "الجمع بین الأصول الستة"، اس کا دوسرا نام "جامع الأصول من أحاديث الرسول" ہے، اس کے مؤلف ابوالسعادات (متوفی: ۶۰۶ھ) ہیں جو "ابن اثیرؒ" کے نام سے معروف ہیں۔

۵) "جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد"، از: محمد بن محمد بن سلیمان مغربیؒ (متوفی: ۱۰۹۴ھ) یہ کتاب حدیث کی چودہ کتابوں کی احادیث پر مشتمل ہے، وہ یہ ہیں: ۱- بخاری، ۲- مسلم، ۳- سنن ابی داؤد، ۴- سنن ترمذی، ۵- سنن نسائی، ۶- سنن ابن ماجہ، ۷- مسند دارمی، ۸- مسند احمد، ۹- مسند ابی یعلی، ۱۰- مسند بزار، ۱۱- معجم طبرانی صغیر، ۱۲- معجم طبرانی کبیر، ۱۳- معجم طبرانی اوسط، ۱۴- موطا۔

یہ کتابیں ابواب جوامع (۱) کی ترتیب پر جمع کی گئی ہیں، ان کتابوں میں مراجعت کا طریقہ اس طرح ہے کہ پہلے "حدیث کا موضوع" متعین کرلیا جائے، پھر ان کتابوں کے موضوع میں غور کیا جائے۔

۵۔ الزوائد

لغوی معنی: الزوائد جمع ہے زائدۃ کی، اسم فاعل زیادہ ہونے والا۔

اصطلاحی تعریف: "زوائد" حدیث کی ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن میں مصنف ایسی احادیث کو نقل کرے جو دوسری حدیث کی کتابوں میں زائد ہوں، مثلاً "زوائد ابن ماجه على الأصول الخمسة" یعنی یہ ایسی کتاب ہے جس میں وہی احادیث ہیں جن کو ابن ماجہ نے جمع کیا ہے، کتبِ خمسہ کے مصنفین نے انہیں نہیں جمع کیا، رہی بات ان احادیث کی جن میں ابن ماجہ دوسرے مصنفین کے ساتھ نقل میں شریک ہیں تو ان کو اس کتاب "الزوائد" میں نہیں ذکر کیا ہے۔

کتب "الزوائد" کی مثالیں:

۱)　**مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه : از ابوالعباس احمد بن محمد البوصیری** (متوفی: ۸۴۰ھ) یہ کتاب زوائد ابن ماجة على الكتب الخمسة الأصول پر مشتمل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسی حدیثیں ہیں جو کتبِ خمسہ "بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی" میں نہیں ہیں۔

---

(۱) "جامع الاصول من احادیث الرسول" کی ترتیب "کتب جوامع" کی ترتیب سے مختلف ہے، اس بات میں کہ احادیث اگرچہ ابواب کی ترتیب پر ہیں لیکن ابواب کے اسماء کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے، ابواب کو فقہی کتابوں کے ابواب کی ترتیب پر نہیں لایا گیا ہے۔

۲) **فوائد المنتقي لزوائد البيهقي:** از علامہ احمد بن محمد البوصیریؒ (۸۴۰ھ)

۳) **اتحاف السادة المهرة الخيرة بزوائد المسانيد العشرة:** از علامہ بوصیریؒ: یہ کتاب ان احادیث پر مشتمل ہے جو صحاحِ ستہ میں نہیں ہیں اور مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں: (۱) مسند ابوداوٗد الطیالسی (۲) مسند الحمیدی (۳) مسند مُسَدَّد بن مُسَرْہَدْ (۴) مسند محمد بن یحییٰ مدنی (۶) مسند اسحاق بن راہویہ (۷) مسند ابی بکر بن ابی شیبہ (۸) مسند احمد بن منیع (۹) مسند عبد بن حمید (۱۰) مسند حارث بن محمد بن ابی اُسامہ (۱۱) مسند ابویعلی الموصلي۔

۴) **المطالب العاليه بزوائد المسانيد الثمانيه:** از حافظ احمد علی بن حجر عسقلانی شافعیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) مسند ابی یعلی الموصلی اور مسند اسحاق بن راہویہ کے علاوہ بقیہ سابقہ دس مسانید کے زوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے، کتب صحاح اور مسند احمد میں وہ احادیث نہیں ہیں، البتہ علامہ ہیثمیؒ سے مجمع الزوائد میں جو احادیث زوائد ابویعلی سے فوت ہوگئی ہیں ان کا بھی مصنفؒ نے تتبع کیا ہے، جیسا کہ ایسی زوائد احادیث کو ذکر کیا ہے جس کے بارے میں ہے کہ **ذكر زوائد تصف مسند اسحاق بن راهويه الذي حصل عليه۔**

(۵) **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:** از حافظ علی ابن ابی بکر ہیثمیؒ (متوفی: ۸۰۷ھ): یہ ایسی زوائد احادیث ہیں جو صحاحِ ستہ میں ہیں اور مسند احمد، مسند ابویعلی الموصلی، مسند ابی بکر البزار اور معاجم طبرانی الثلاثۃ، یعنی معجم کبیر، معجم صغیر اور معجم اوسط نامی کتب حدیث میں ہیں۔

٦– كتاب مفتاح كنوز السنة

مختلف موضوع ومضامین کی ترتیب پر لکھی گئی، حدیث کی ایک فہرست کے طور پر، یہ کتاب معروف ومشہور ہے، اس کا طریقہ تصنیف اور مکمل تعارف مندرجہ ذیل سطروں میں ملاحظہ فرمائیں:

اس کتاب کی تصنیف وترتیب کا کام ہالینڈ کے مشہور مستشرق ڈاکٹر ارنڈ جون ونسنک (متوفی: ۱۹۳۹ء) نے کیا ہے۔

اے، جی ونسنک (A.J.Wensinck) نے اس کو انگریزی زبان میں تصنیف کیا تھا، پھر پروفیسر محمد فواد الباقی نے اس کو انگریزی سے عربی میں منتقل کیا، ساتھ ساتھ اس کی تصحیح، تحقیق اور نشر واشاعت کا کام بھی کیا اور پہلی بار عربی زبان میں ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں طبع ہوکر نشر ہوئی، اس کتاب کو مصنف علام نے حدیث کی چودہ کتابوں کی فہرست بنایا ہے، وہ چودہ کتابیں یہ ہیں:

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) سنن ابی داؤد (۴) جامع ترمذی (۵) سنن نسائی (٦) سنن ابن ماجہ (۷) موطا مالک (۸) مسند احمد (۹) مسند ابو داود طیالسی (۱۰) سنن دارمی (۱۱) مسند زید بن علی (۱۲) سیرت ابن ہشام (۱۳) مغازی الواقدی (۱۴) طبقات ابن سعد۔

مذکورالصدر مستشرق (جولندن کی ایک یونی ورسٹی میں پروفیسر ہیں) انہوں نے اس کتاب کی تالیف وترتیب میں دس سال صرف کیے، اور مترجم محمد فواد الباقی نے تصحیح وترجمہ میں ۴ رسال لگائے۔ رہی بات کتاب کے مضامین کی ترتیب کے طریقے کی تو اسے پروفیسر احمد محمد شاکر مرحوم نے اپنے ابتدائی کتاب کے مقدمے میں بیان کیا ہے:

''پروفیسر ونسنک نے اپنی کتاب کو تاریخی شخصیات اور علمی مسائل ومعانی پر ترتیب دیا ہے، اور ہر اہم مسئلے یا شخصیت کی سوانح کو اس کے متعلقہ تفصیلی موضوعات میں تقسیم کیا ہے، بعد ازاں حروفِ معجم کے مطابق، کتاب کے عنوانات کو ترتیب دیا ہے، اور ہر مسئلے سے متعلق ان احادیث وآثار کو بڑی محنت سے جمع کیا ہے جو ان کتابوں میں وارد ہوئی ہیں۔

چناں چہ کتاب کی ترتیب کا یہ طریقہ بتلا رہا ہے کہ کتاب اور اس کی فہرست کی تیاری میں اولاً موضوعات ومعانی کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، پھر الفاظ وعبارات کو، پھر ان تمام موضوعات ومعانی کو حروفِ معجم کی ترتیب پر الفاظ وعبارت کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، لہٰذا دراصل یہ کتاب موضوعات وعناوین کا معجم ہے اور ہر ہر موضوع کے تحت تفصیلی فقرے ہیں جو اس موضوع سے متعلق ہیں۔

بعد ازاں موضوع کے متعلق ہر فقرے کے لیے مصنفؒ نے حتی الامکان احادیث وآثار جمع کیے ہیں جو فقرے مذکورہ چودہ کتابوں میں کہیں بھی موجود ہیں۔ اس کتاب پر علامہ سید محمد رشید رضا مصریؒ نے مقدمہ لکھا ہے، جس میں کتاب کا موضوع اور طریقہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(مفتاح کنوز السنہ) اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ قارئین کرام کو یہ بتلا دیا جائے کہ صحاحِ ستہ، سنن ومسانید، سیر وطبقات اور مغازی میں جو احادیث وآثار پائے جاتے ہیں ان کی تشریح ان کتابوں میں کس طرح کی گئی ہے، اس کتاب میں احادیث کو آپ کیسے یاد کریں، اور ان کا پہلا لفظ کون سا ہے، یہ نہیں بتایا گیا ہے، اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر حدیث کس موضوع سے متعلق ہے، مخصوص ترین کلمہ کی مدد سے اصل موضوع تک پہلے کیسے رسائی کریں، پھر متعلقات وفروعات تک پہنچیں۔

اس انداز سے یعنی موضوعات کی ترتیب پر کتاب کی تالیف بہت مفید ہے۔ موضوعات کی ترتیب پر لکھی جانے والی کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو حدیث کا کوئی لفظ چاہے یاد ہو یا نہ یاد ہو، موضوعِ حدیث کی مدد سے آپ حدیث تلاش کر سکتے ہیں۔ اور الفاظِ حدیث کی ترتیب پر لکھی جانے والی کتاب میں حدیث تلاش کرنے کے لیے، آپ کو حدیث پاک کا اول لفظ یاد ہونا ضروری ہے، کبھی کبھی آدمی کو مضمونِ حدیث تو یاد رہتا ہے لیکن حدیث کا کوئی بھی لفظ محفوظ نہیں ہوتا، ایسی حالت میں موضوع کے اعتبار سے حدیث جمع کیے جانے والا طریقہ زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

حدیث کی مذکورہ چودہ کتابوں میں موضوعِ حدیث بتلانے کا طریقہ

مذکورہ چودہ کتابوں میں موضوعِ حدیث بتلانے کا طریقہ حسبِ ذیل ہے:

(۱) بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی- ان تمام کتابوں میں پہلے باب نمبر ذکر کرتے ہیں، باب نمبر کے ذکر کرنے سے قبل "ک" کی علامت کے ذریعے "کتاب" ذکر کرتے ہیں، اور پھر حسبِ مقام اس کتاب کا سلسلہ نمبر ذکر کرتے چلے جاتے ہیں۔

(۲) موطا امام مالک اور مسلم شریف صرف ان دونوں کتابوں میں "کتاب" کے ذکر کے بعد، مسلم، موطا امام مالک، مسند زید بن علی اور مسند ابوداود طیالسی میں سے ہر ایک کا رقم الحدیث ذکر کیا ہے۔

(۳) مسندِ احمد بن حنبل، طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور واقدی کی مغازی میں صفحات نمبر ذکر کیے ہیں، مسند احمد کی نسبت سے جلد نمبر لکھنے کے بعد، اور طبقات بن سعد کی نسبت سے، قسم، نمبر اور جلد سب ذکر کیا ہے۔

نیز مطبوعہ کتاب جو کی عربی زبان میں ہے اس کے پہلے صفحے پر یہ عبارت درج ہے: مفتاح کنوز السنة "هو معجم مفهرس عامّ تفصيلي، وضع لكشف عن الأحاديث النبوية الشريفة المدونة في كتب الأئمة الأربعة عشر الشهيرة، و ذلك بالدلالة علىٰ موضع كل حديث في صحيح البخاري وسنن أبي داؤد والترمذي، والنسائي وابن ماجه والدارمي ببيان رقم الباب، و في صحيح مسلم ومؤطا مالك ومسندي زيد بن علي وأبي داؤد الطيالسي ببيان رقم الحديث، وفي مسند أحمد بن حنبل وطبقات بن سعد وسيرة بن هشام ومغازي الواقدي ببيان رقم الصفحات، مما يمكن الباحث من الوقوف على الحديث المطلوب بغير عناء". (۱)

رموز واشارات:

مذکورہ کتاب کے مؤلف نے کتاب میں جن رموز واشارات کو استعمال کیا ہے ان کی تعداد ۲۳ ہے۔

مندرجہ ذیل سطروں میں رموز واشارات اور ان کی مراد کو بیان کیا جارہا ہے:

بخ: صحیح بخاری، اس میں "کتب" کی تقسیم ہے اور ہر کتاب کو ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

مس: صحیح مسلم، اس میں بھی "کتب" کی تقسیم ہے اور ہر کتاب میں احادیث کی تقسیم ہے۔

بد: سنن ابی داود، اس میں بھی کتب کی تقسیم ہے، پھر ہر کتاب کو ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

تر: سنن ترمذی، اس میں بھی کتب کی تقسیم ہے اور پھر ہر کتاب کو "ابواب" پر تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) النسخة المطبوعة للكتاب: ص ا

نس: سنن نسائی، اس میں بھی کتب کی تقسیم ہے، اور ہر کتاب کی تقسیم ابواب پر ہے۔

جہ: سنن ابن ماجہ، اس میں بھی کتب کی تقسیم ہے، اور کتاب کو ابواب پر تقسیم کیا ہے۔

می: سنن الدارمی، اس میں بھی کتب پر، اور کتب کو ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

ما: موطأ امام مالک، یہ بھی کتب پر اور "کتب" ابواب پر منقسم ہے۔

ز: مسند زید بن علی، اس کی احادیث گنی چنی ہیں، نمبرات سے حدیث معلوم ہوگی۔

عد: طبقات ابن سعد، یہ اجزا پر اور اجزا اقسام پر منقسم ہیں، نمبرات سے صفحات کا پتہ چلتا ہے۔

حم: مسند احمد بن حنبل، اجزا پر منقسم ہے، نمبرات جلد کے صفحات کو بتلاتے ہیں۔

ط: مسند طیالسی، اس کتاب کی احادیث معدودے چند ہیں، نمبرات سے حدیث معلوم ہوگی۔

ہش: سیرتِ ابن ہشام، نمبر، صفحہ کو بتلائے گا۔

قد: مغازی الواقدی، نمبرات صفحات کو بتلاتے ہیں۔

ک: کتاب

ب: باب

ح: حدیث

ص: صفحہ

ج: جزء

ق: قسم

قا: قابل ما قبلها بما بعدها.

۴۴: فوق العدد من جهة اليسار تدل على أن الحديث مكرر مرات الرقم الصغير، فوق العدد من جهة اليسار يدل على أن الحديث مكرر بقدره في الصفحة أو في الباب.

مذکورالصدر، توضیح ''مفتاح کنوز السعادة'' نامی کتاب کا ایک نمونہ ہے، اور رموز واشارات کا حل بھی۔

اسی طرح ''مفتاح کنوز السعادة'' کے ص۴۶ ر پر دوسرے کالم میں ''مادة الاصابع'' آیا ہے، پھر اس عنوان کے تحت آیا ہے ''الاشارة بالأصبع في الصلاة'' پھر اس عنوان کے تحت آیا ہے:

۱۔مس، ک۱۵، ح۱۴۷

۲۔بد، ک۱۱، ب۵۶

۳۔تر، ک۲۵، ب۱۰۴

۴۔نس، ک۱۲، ب۹۷۔ک۱۳، ب۳۰، ۳۶، ۳۹

۵۔مج، ک۵، ب۲۷

۶۔ی، ک۲، ب۸۳، ۹۲

۷۔حم، اول ص۳۳۹، ثانی ص۱۱۹۔ ثالث ص۴۷۰، رابع ص۲۲۳۱۶۔

۲۲۳۱۸، ۲۲۳۱۹، رابع ص۲۹۷۔

۸۔ط، ح۷۸۵

مذکورہ اشارات کا حل یہ ہے:

۱۔مس، ک ۱۵: ح ۱۴۷

صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث نمبر ۱۴۷

۲۔ بد، ک ۱۱، ب ۵۶

سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب/ ۵۶

۳۔ تر، ک ۴۵، ب ۱۰۴

سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب/ ۱۴۰

۴۔نس، ک ۱۲، ب ۷۹

سنن نسائی، کتاب التطبیق، باب ۷۹، کتاب السہو، باب ۳۰، ۳۶، باب ۳۹ تک

۵۔ مج، ک ۵، ب ۲۷

سنن ابن ماجہ، ک: کتاب الاقامۃ، ب: باب ۲۷

۶۔ی۔ک:۲۔ب: ۸۳، ۹۲

ی: سنن الدارمی، ک. کتاب الوضوء، ب: باب ۸۳، ۹۲

۷۔حم: مسند احمد: اول: الجزء الأول، ص: صفحہ ۳۳۹ ثانی: الجزء الثانی ص: صفحہ ۱۱۹ الجزء الثالث: صفحہ: ۴۷۰، الجزء الرابع: صفحہ ۳۱۶

۲: کا مطلب دو بار مکرر، اسی صفحہ میں، اسی طرح ص ۳۱۸ پر دو بار مکرر، اسی طرح ۳۱۹ پر، اور الجزء الخامس ص ۲۹۷،

۸/ط/۔ح: ۸۵۷، ط: مسند طیالسی، (ح) حدیث ۸۵۷

البتہ اسمائے کتب کو نمبرات کے درمیان سے جاننے کے لئے مترجم نے کتاب کے آغاز ہی میں ”مفتاح الکتاب“ کا ذکر کیا ہے، جس میں موجودہ کتابوں کے اسماء (جیسے) صحاحِ ستہ، سننِ دارمی، موطا امام مالک وغیرہ کا تذکرہ، ہر کتاب کے نمبر، اور ابواب کی تعداد کے ساتھ موجود ہے، ہاں صحیح مسلم اور موطا مالک میں ہر احادیث کی تعداد بیان کی ہے۔ کتابوں کے اسما کی جانکاری کے لیے اس مفتاح کی طرف رجوع کریں۔

طباعت:

”مفتاح کنوز السنۃ“ جس میں مؤلف نے حدیث کی چودہ کتابوں پر اعتماد کیا ہے، ان چودہ کتابوں کی طباعت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(۱) صحیح بخاری: اس کی طباعت لیدن نے کرائی ہے، سن طباعت ۱۹۶۲ء، ۱۹۲۸ء اور ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء ہے۔

(۲) صحیح مسلم: بولاق کی طباعت ہے، سن اشاعت ۱۲۹۰ھ ہے۔

(۳) سنن ابی داود: طباعت: قاہرہ ۱۲۸۰ھ

(۴) جامع ترمذی: طباعت: بولاق ۱۲۹۲ھ

(۵) سنن نسائی: طباعت: قاہرہ ۱۳۱۲ھ

(۶) سنن ابن ماجہ: طباعت: قاہرہ ۱۳۱۳ھ

(۷) سنن دارمی: طباعت: دہلی ۱۳۳۷ھ

(۸) موطا: طباعت: قاہرہ ۱۲۷۹ھ

(۹) مسند احمد: طباعت: قاہرہ ۱۳۱۳ھ (مطبع میمنیہ قاہرہ مصر)

(۱۰) مسند طیالسی: طباعت: حیدر آباد ۱۳۲۱ھ

(۱۱) مسند زید بن علی: طباعت: میلانو ۱۹۱۹ء

(۱۲) طبقات ابن سعد: طباعت: لیدن ۱۹۰۴ء ۱۹۰۸ء

(۱۳) سیرت ابن ہشام: طباعت: گوٹنگن ۱۸۵۹ء ۱۸۶۰ء

(۱۴) مغازی الواقدی: طباعت: برلین برائے ترجمہ ۱۸۸۲ء

مذکورہ اکثر طباعتیں اب نادر بلکہ مفقود کہنا چاہیے، اس لیے قارئین کو مذکورہ چودہ کتابوں میں سے شروع کی نو کتابوں پر زیادہ انحصار کرنا چاہیے، یہی نو کتابیں "**المعجم المفهرس لألفاظ الحديث**" کا بھی موضوع ہیں۔ المعجم المفہرس پر کلام کرتے ہوئے حدیث کی جن نو کتابوں پر جو کلام ہم نے کیا ہے وہی کلام مفتاح کنوز السنۃ کے لیے کافی ہے۔

البتہ حدیث وسیر کی بقیہ پانچ کتابیں: مثلاً: مسند طیالسی، مسند زید بن علی، طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور مغازی الواقدی، ان کتابوں کی قدیم طباعتیں اگر میسر ہو جائیں تو بہت اچھا، ورنہ کوشش کر کے دوسری طباعتوں تک رسائی آسانی سے ممکن ہے۔

نوٹ:

مفتاح کنوز السنۃ کے آغاز میں یہ تنبیہ تحریر کی گئی ہے کہ اگر بتلائے ہوئے مقام پر آدمی کو اپنی مطلوبہ حدیث نہ ملے، تو ایک دو باب آگے پیچھے دیکھ لے، تو ان شاء اللہ مقصد حاصل ہو جائے گا، کیوں کہ یہ اختلاف مختلف ایڈیشنوں کی وجہ سے ہوتا ہے؛ مگر صحیح بخاری کی بات جدا ہے، اس کا نسخہ لیدن کے مطبوعہ نسخے کے مطابق ہے، کیوں کہ اس کے ابواب وکتب معدودے چند ہیں۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پروفیسر احمد شاکرؒ نے کتاب کے مقدمے میں ذکر کیا ہے کہ مؤلف نے موطا میں امام مالکؒ وغیرہ حضرات کی فقہی آرا کو ذکر نہیں کیا ہے۔ بل کہ صرف احادیث کی فہرست ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے، نیز صحیح مسلم میں ذکر کردہ مکرر سندوں کو بھی نہیں ذکر کیا ہے، جسے امام مسلم حدیث اول کی تقویت وتائید کے لیے اس باب میں مکمل طور پر ذکر فرماتے ہیں۔ مؤلف کا یہ طرز مفتاح کنوز السنہ میں بعینہ وہی ہے جو "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي" کی فہرست میں برتا گیا ہے؛ لیکن وہاں اس کا ذکر صراحتاً ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب حدیث سے تعلق رکھنے والوں کے لیے بے حد مفید ہے، اس لیے کہ قاری کا بہت سارا وقت بچا دیتی ہے جس کا اس کے بغیر تصور ناممکن ہے، اس کتاب کی قدر وہی جانے گا جو اس کو پہلے جان رہا ہو اور اس سے حدیث کے موضوع پر استفادہ بھی کر چکا ہو، خاص طور پر تخصص کے وہ طلبہ جن کا موضوع بحث ہی حدیث ہے جیسے کہ تخصص اور ماجسٹر کے لیے مقالہ تیار کرنا ہو اور حدیث اور علم حدیث کے کسی موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے مقالہ نویسی کرنا ہو تو اس میں یہ کتاب حد درجہ مفید ہے، ان کے موضوع سے متعلق مضامین یکجا بڑی آسانی سے انہیں، اس کتاب میں مل سکتے ہیں۔ ایک موضوع سے متعلق مختلف احادیث کی معلومات کے لیے یہ کتاب بے حد مفید ہے، سائز بھی مختصر اور نقل وحمل بھی آسان، اس معنی کر الفاظ حدیث کے لیے لکھی گئی "المعجم المفهرس" سے زیادہ یہی کتاب مفید ہے، کیوں کہ "المعجم المفهرس" بڑی سائز میں اور کافی ضخیم ہے، آسانی سے ہر کسی کو اسے اٹھانا بھی مشکل ہے، ہاں دوسرے اعتبار سے "المعجم المفهرس" زیادہ مفید ہے۔ اس کتاب میں "المعجم المفهرس" کے

مقابلے میں، یہ خاص بات بھی ہے کہ ان اعلام اور بڑی شخصیات نیز ان کے سلسلے کی احادیث وآثار بھی مذکور ہیں جن کی فہرست بنائی گئی ہے یہ اہم ترین خصوصیت ہے، مثلاً: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حالات سے متعلق معلومات کو ص ۳۵۷ سے ۳۶۱ تک دیکھیے تو آپ بہت سارے جملے ایسے پائیں گے جو اپنے ماتحت بہت ساری احادیث، آثار واخبار بھی سمیٹے ہوں گے جن کی مدد سے حضرت عمرؓ کی سیرت سے متعلق پورا مواد اکٹھا کر کے سیرت عمر پر ایک کامل ومکمل کتاب تیار کی جا سکتی ہے، اپنے وقت کے دو بڑے بڑے علمائے کرام نے اس کتاب بڑی تعریف کی ہے، ایک عالم شیخ محمد رشید رضا مصریؒ ہیں اور دوسرے شیخ احمد محمد شاکرؒ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کتاب تمام طرح کے نقائص اور تنقیدات وتبصروں سے پاک ہے، بل کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمدہ طریقے سے اس کتاب سے معتدبہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

قسم دوم:

اکثر ابوابِ دین پر مشتمل کتبِ احادیث

یہ نوع، حدیث کی ان تصنیفات کی ہے، جو ابواب پر مرتب کی گئی ہیں۔ لیکن اس کے ابواب اور موضوعات دین کے جمیع ابواب پر مشتمل نہیں ہوتے، بل کہ اکثر ابواب دین پر مشتمل ہوتے ہیں بالخصوص اس میں فقہی ابواب ہوتے ہیں، اس نوع کی اکثر کتابیں ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر لکھی جاتی ہیں، جن میں آپ دیکھیں گے کہ شروع میں کتاب الطہارۃ ہوتی ہے پھر کتاب الصلاۃ پھر بقیہ عبادات، اس کے بعد معاملات کا ذکر ہوتا ہے، پھر بقیہ دوسرے فقہی ابواب ہوتے ہیں۔

اس قسم کی حدیث کی کتابوں کے مشہور ترین نام حسبِ ذیل ہیں:

۱) السنن ۲) المصنفات ۳) موطآت ۴) مستخرجات

آئندہ سطور میں مذکورہ بالا کتابوں کے بارے میں کچھ تفصیل اور ان کا طریقِ کار ذکر کیا جائے گا۔

(۱) ''السنن''

سنن کی تعریف:

محدثین کی اصطلاح میں ''سنن'' حدیث کی وہ کتابیں کہلاتی ہیں جن کو فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع کیا جاتا ہے اور اس میں صرف مرفوع احادیث ہوتی ہیں، حدیث

موقوف یا مقطوع وغیرہ نہیں ہوتیں، کیوں کہ موقوف یا مقطوع حدیث کو محدثین کی اصطلاح میں ''سنت'' نہیں کہتے، بلکہ ان کو حدیث کا نام دیتے ہیں۔

کتانیؒ کا قول:

کتانیؒ کہتے ہیں جو ''الرسالة المستطرفة'' میں انہوں نے لکھا ہے کہ ''حدیث کی بعض کتابوں کو ''سنن'' کہتے ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ''سنن'' ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جنہیں فقہی ابواب پر ترتیب دیا گیا ہو۔ مثلاً: کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، اور کتاب الحج وغیرہ۔ اس میں موقوف احادیث نہیں ہوا کرتیں، اس لیے کہ محدثین کی اصطلاح میں موقوف احادیث کو ''سنت'' نہیں کہتے، ان کو حدیث نام دیا جاتا ہے''۔(۱)

نوٹ: بعض سنن میں مرفوع احادیث کے علاوہ بھی پائی گئی ہیں، لیکن مصنفات اور موطآت کی بہ نسبت بہت کم ہیں۔

مثالیں: کتب سنن بے شمار ہیں، مشہور ترین کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱) سنن ابی داؤد: تالیف: سلیمان بن اشعث السجستانیؒ (۲۷۵ھ)

۲) سنن نسائی: اس کا نام ''المجتبی'' بھی ہے۔
تالیف: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائیؒ (۳۰۳ھ)

۳) سنن ابن ماجہ: یہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینیؒ (۲۷۵ھ) کی تالیف ہے۔

۴) سنن شافعی: یہ محمد بن ادریس شافعیؒ (۲۰۴ھ) کی تالیف ہے۔

---

(۱) الرسالۃ المستطرفۃ

۵)سنن بیہقی: ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ (۴۵۸ھ) کی تصنیف ہے۔

۶)سنن دار قطنی: علی ابن عمر دار قطنیؒ (۳۸۵ھ) کی تالیف ہے۔

۷)سنن دارمی: عبداللہ بن عبدالرحمان دارمیؒ (۲۵۵ھ) کی تالیف ہے۔

الحمدللہ! یہ ساری "سنن" زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آچکی ہیں، ان میں سے اکثر کے بے شمار ایڈیشن چھپ کر عام ہو چکے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سنن کی کچھ کتابوں پر مختصر روشنی ڈال دی جائے، جیسا کہ جوامع کی کچھ کتابوں پر روشنی ڈالی گئی، تاکہ جوامع اور سنن کے درمیان فرق واضح ہوجائے کہ "جامع" جمیع ابواب دین کو شامل ہوتی ہے اور سنن اکثر ابوابِ دین کو۔

سنن ابی داود

یہاں سنن ابی داود پر قدرے روشنی ڈالی جارہی ہے اس میں "کتاب الطہارۃ" "کتاب الصلاۃ" جیسے چالیس عنوانات کتاب کے نام سے آئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کتاب الطهارة (۲) کتاب الصلاة (۳) کتاب صلاة الاستسقاء (۴) کتاب صلاة السفر (۵) کتاب التطوع (۶) کتاب شهر رمضان (۷) کتاب السجود (۸) کتاب الوتر (۹) کتاب الزكاة (۱۰) کتاب اللقطة (۱۱) کتاب المناسک (۱۲) کتاب النکاح (۱۳) کتاب الطلاق (۱۴) کتاب الصوم (۱۵) کتاب الجهاد (۱۶) کتاب ایجاب الاضاحی (۱۷) کتاب الوصایا (۱۸) کتاب

الفرائض (۱۹) كتاب الخراج (۲۰) كتاب الجنائز (۲۱) كتاب الأيمان والنذور (۲۲) كتاب البيوع (۲۳) كتاب الأقضية (۲۴) كتاب العلم (۲۵) كتاب الأشربة (۲۶) كتاب الاطعمة (۲۷) كتاب الطب (۲۸) كتاب العتاق (۲۹) كتاب الحروف والقراءات (۳۰) كتاب الحمام (۳۱) كتاب اللباس (۳۲) كتاب الترجل (۳۳) كتاب الخاتم (۳۴) كتاب الفتن (۳۵) كتاب المهدى (۳۶) كتاب الملاحم (۳۷) كتاب الحدود (۳۸) كتاب الديات (۳۹) كتاب السنة (۴۰) كتاب الادب.

۲- المُصَنَّفَات

مصنّف کی تعریف: محدثین کی اصطلاح میں ''مصنف'' حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس کو فقہی ابواب پر مرتب کیا جاتا ہے، اور اس میں احادیث مرفوعہ، موقوفہ اور مقطوعہ بھی ہوتی ہیں، نیز احادیث، آثارِ صحابہ، تابعین کے فتاوی اور کبھی کبھی تبع تابعین کے فتاوی بھی شامل ہوتے ہیں۔

مصنف اور سنن کے درمیان فرق:

''مصنف'' اور ''سنن'' کے درمیان فرق یہ ہے کہ ''مصنف'' میں احادیث مرفوعہ، موقوفہ اور مقطوعہ بھی ہوتی ہیں، جب کہ ''سنن'' میں صرف احادیث مرفوعہ ہوتی ہیں، احادیث موقوفہ اور مقطوعہ اگر ہوتی ہیں تو قدرے قلیل ہی، اس لیے کہ احادیث موقوفہ اور مقطوعہ کو ''سنن'' نہیں کہتے۔

اس فرق کو اگر ملحوظ نہ رکھیں تو ''مصنف'' اور ''سنن'' دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

مثالیں:

۱) مصنف بن ابی شیبہ: یہ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفیؒ (۲۳۵ھ) کی تصنیف ہے۔(۱)

۲) مصنف عبدالرزاق: یہ ابوبکر عبدالرزاق بن ہشام الصنعانیؒ (۲۱۱ھ) کی تصنیف ہے۔

۳) مصنف بن مخلد: یہ بقی بن مخلد قرطبیؒ (۲۷۶ھ) کی تصنیف ہے۔

۴) مصنف ابی سفیان: یہ مصنف ابی سفیان وکیع بن الجراح کوفیؒ (۱۹۶ھ) کی تالیف ہے۔

۵) مصنف بن سلمہ: یہ کتاب ابوسلمہ حماد بن مسلمہ بصریؒ (۱۶۷ھ) کی تصنیف ہے۔

۳-الموطآت

موطأ کی تعریف:

موطآت "مُوَطَّأ" کی جمع ہے، لغوی معنیٰ: آسان کیا ہوا، تیار کیا ہوا، قاموس میں ہے: وَطَّاه: هَيَّاه وَدَمَّثَهُ وَسَهَّلَه، کسی چیز کو آسان بنانا، تیار کرنا، سہل بنانا، رَجُلٌ موطَّأ الأكناف: ایسا آدمی جو متواضع، نرم خو، بااخلاق اور شریف الطبع ہو۔

محدثین کی اصطلاح میں "موطأ" حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر لکھی گئی ہو اور احادیث مرفوعہ، موقوفہ اور مقطوعہ سبھی کو شامل ہو؛ لہٰذا موطأ بالکل "مصنف" کی طرح ہے، صرف نام کا فرق ہے۔

---

(۱) یہ مصنف، الحمدللہ "محمد عوامہ" کی تحقیق اور تخریج احادیث کے ساتھ "مجلس علمی جوہانسبرگ افریقہ" نے ۲۶ جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ کرکے عام کر دیا ہے۔

موطأ کی وجہِ تسمیہ: اس نوعیت کی کتبِ حدیث کو "موطأ" نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ موطأ کے معنی آتے ہیں "آسان کیا ہوا" چوں کہ اس طرح کی کتبِ حدیث کے مؤلف نے لوگوں کے لیے استفادۂ حدیث کو آسان بنا کر پیش کیا، اس لیے اس کا نام موطأ رکھا ہے۔

ایک دوسری وجہِ تسمیہ: امام مالکؒ کے اپنی کتاب کا نام موطأ رکھنے کی وجہ کتابوں میں یہ منقول ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی یہ کتاب مدینہ منورہ کے ستر فقہائے کرام کی خدمت میں پیش کی تو سب نے مجھ سے اس کتاب کے تعلق سے اتفاقِ رائے ظاہر کیا، تو میں نے اس کتاب کا نام اسی لیے "موطأ" رکھ دیا۔

مثالیں: ۱) **الموطأ:** یہ امام مالک بن انس مدنیؒ (۱۷۹ھ) کی تالیف ہے۔

۲) **الموطأ:** یہ ابن ابی ذئب محمد بن عبدالرحمٰن المدنی (۱۵۸ھ) کی تصنیف ہے۔

۳) **الموطأ:** یہ ابومحمد عبداللہ بن محمد مروزی جو "عبدان" کے نام سے مشہور ہیں (۲۹۳ھ)؛ ان کی تصنیف ہے۔

۴- مُستَخرَجات

مستخرجات سے مراد حدیث کی وہ کتابیں ہیں جو سنن مصنفات اور موطآت میں پائی جانے والی شرطوں کے مطابق حدیثوں کو اپنے اندر سموئے ہوں۔

لیکن صرف "سنن" پر "مستخرجات" کو جمع کیا گیا ہے، مؤطآت ومصنفات پر مستخرجات کا وجود نہیں ہے، جو مستخرجات علی السنن ہیں وہ ترتیب وتبویب میں سنن ہی کی مانند ہیں، مستخرجات میں رجوع کرنا سنن میں رجوع کرنے کی مانند ہے، مستخرجات علی السنن میں "قاسم بن اصبغ" کی کتاب مستخرجات علی سنن ابی داؤد ہے۔

قسم سوم

دین کے کسی مخصوص باب پر مشتمل کتبِ احادیث

دین کے کسی ایک مخصوص باب پر مشتمل کتب حدیث کی تعداد بہت ہے، جن میں مشہور کتابیں یہ ہیں:

(۱) الاجزاء:

اجزاء کی تعریف:

اجزاء جمع ہے جُزء کی، محدثین کی اصطلاح میں ''جزء'' حدیث کی اس مختصر کتاب کو کہتے ہیں جس میں دو باتیں پائی جائیں:

(۱) صحابہ یا ان کے بعد کے حضرات میں سے کسی ایک کی مرویات کو جمع کرنا۔

مثلاً: ''جزء ما رواہ أبو حنیفۃ عن الصحابۃ''

تالیف: الاستاذ ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری (۴۷۸ھ)

(۲) یا ان احادیث کو جمع کرنا جو ایک موضوع سے متعلق ہوں اور موضوع کو حاوی اور محیط ہوں۔

مثلاً: ''جزء رفع الیدین في الصلاۃ'' از امام بخاریؒ اسی طرح ''جزء القراءۃ خلف الإمام'' امام بخاریؒ کی تالیف ہے۔

اجزاء کی اہمیت وضرورت:

"جزء" اور "اجزاء" کی ضرورت واہمیت یہ ہے کہ جب آپ کو کسی خاص صحابی کی مرویات کی حاجت ہو تو اس وقت "جزء" کو تلاش کرنا پڑے گا، یا مشہور رواۃ جن کی حدیثیں جمع کی جاتی ہیں ان کے طریق سے کسی حدیث کی حاجت ہو یا کسی خاص موضوع سے متعلق حدیث کی حاجت ہو تو ان مواقع میں "جزء" کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۲) الترغیب والترہیب

کتب الترغیب والترہیب:

"کتب الترغیب والترہیب" حدیث کی وہ کتابیں کہلاتی ہیں، جو ایسی احادیث کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہوں، جو ترہیب وترغیب سے متعلق ہیں۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ ترغیب وترہیب کی کتابوں میں ایسی احادیث ہوتی ہیں جن کا تعلق امورِ شرعیہ مطلوبہ سے ہوتا ہے، تو وہ احادیث ان امور کی ترغیب وتشویق پیدا کرتی ہیں یا امورِ شرعیہ ممنوعہ سے ہوتا ہے تو وہ احادیث ان امور کی انجام دہی سے خوف دلاتی ہیں۔

مثلاً: والدین کی فرماں برداری سے متعلق احادیث ترغیب کی ہوتی ہیں، اور والدین کی نافرمانی سے متعلق احادیث برائے ترہیب ہوتی ہیں۔

مثالیں: (۱) الترغیب والترہیب: زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ (۶۵۶ھ) کی تصنیف ہے، یہ کتاب سندوں سے مجرد ہے، اور اس میں کتاب کے احادیث کی تخریج اور ان کی درجہ بندی مذکور ہے۔

(۲) الترغیب والترہیب: یہ ابو حفص عمر بن احمد معروف بابن شاہین (۳۸۵ھ) کی تصنیف ہے، اس کتاب میں سندوں کا ذکر ہے۔ اور اس کے مصنف نے اس کتاب کو مستقلاً تحریر فرمایا ہے۔

(۳) الزہد، والفضائل والآداب والاخلاق:

زہد، فضائل اور آداب واخلاق جیسے موضوعات پر بے شمار تصنیفات ہیں۔ اسی لیے موضوع سے متعلق احادیث وآثار کی ایک بڑی تعداد جمع ہوگئی، اس موضوع کی کتابیں بڑی عمدہ ہیں، جن میں احادیث وآثار کا ایک معتد بہ ذخیرہ جمع کر کے موضوع کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔

لہٰذا جن حضرات کو ان موضوعات سے متعلق کسی حدیث کی ضرورت ہو، یا ان موضوعات میں سے کسی پر کوئی تحقیقی مقالہ یا علمی مضمون تیار کرنا چاہتے ہوں اور انہیں احادیث وآثار سے مضمونِ گفتگو کو مضبوط ومدلل کرنا ہو، تو ان کتابوں کی ضرورت پڑے گی، وہ اپنی مراد ان کتابوں سے بخوبی پوری کرسکتے ہیں۔

آداب واخلاق اور زہد وفضائل پر کتابیں:

ان موضوعات پر اکابرِ امت کی بے شمار کتابیں ہیں، مشتے نمونہ از خروارے کی قبیل سے کچھ کتابیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

۱) کتاب ذم الغیبۃ ۲) کتاب ذم الحسد ۳) کتاب ذم الدنیا

یہ تینوں کتابوں ابن ابی الدنیا ابوبکر عبداللہ بن محمد البغدادیؒ (۲۸۱ھ) کی تالیف ہیں۔

۴) کتاب اخلاق النبی (صلی اللہ علیہ وسلم): از: ابوالشیخ ابو محمد عبداللہ بن محمد اصبہانیؒ (۳۶۹ھ)

۵) کتاب الزہد: از امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)(۱)

۶) کتاب الزہد: از عبداللہ بن مبارکؒ (۱۸۱ھ)(۲)

۷) کتاب الذکر والدعاء: تالیف: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ (۱۸۲ھ)، آپؒ امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد ہیں۔

۸) کتاب فضائل القرآن: تالیف: امام شافعیؒ۔

۹) کتاب فضائل الصحابہ: تالیف: ابونعیم اصبہانیؒ (۴۳۰ھ)

۱۰) کتاب ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین: تالیف: ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ (۶۷۶ھ)(۳)

(۴) الاحکام

کتب الاحکام:

"کتبِ احکام" سے مراد حدیث کی وہ کتابیں ہیں، جن میں احکام سے متعلق حدیثیں پائی جائیں، احکام سے متعلق احادیث کو اصطلاح میں **"أحادیث الأحکام"** کہتے ہیں، جن کو "کتبِ احکام" کے مصنفین، حدیث کی ان کتابوں سے اخذ کرتے ہیں جو اصول پر تحریر کی گئی ہیں، اور فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع کی گئی ہیں، ایسی کتابیں بہت ہیں بعض ضخیم ہیں، بعض متوسط اور بعض مختصر، کچھ مشہور کتبِ احکام یہ ہیں:

---

(۱) یہ کتاب طبع ہو چکی ہے، بعد ازیں اس کا عکس لے کر ۱۳۹۶ھ، مطابق ۱۹۷۶ء میں بیروت سے شائع ہوئی ہے، اور مکہ مکرمہ سے عباس احمد الباز نے اپنے مکتبہ دار الباز للنشر والتوزیع سے بھی اس کو نشر کیا ہے۔ (۲) یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔ (۳) اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اور لوگوں میں قبول عام حاصل کر چکی ہے، یہ کتاب بہت مفید ہے، ہر مسلمان کے گھر میں ہونا ضروری ہے۔

کتب احکام کے چند اسماء:

۱)الأحکام الکبری: تالیف: ابومحمد عبدالحق بن (عبد) الرحمٰن الاشبیلیؒ (۵۸۱ھ)

۲)الأحکام الصغری: تالیف: مذکورالصدر مصنف علامہ الاشبیلیؒ

۳)الأحکام: تالیف: عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی (۶۰۰ھ)

۴)عمدة الأحکام عن سید الأنام

۵)الإمام في أحادیث الأحکام: از: محمد بن علی المعروف بابن دقیق العیدؒ (۷۰۲ھ)

۶)الإلمام بأحادیث الأحکام: از: ابن دقیق العید محمد بن علیؒ اس کو "الإمام" کتاب سے اختصار کیا ہے۔

۷) المنتقی في الأحکام: تالیف: عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانیؒ (۶۵۲ھ)

۸)بلوغ المرام من أدلة الأحکام: تالیف: حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعیؒ (۸۵۲ھ)

مذکورہ کتابوں میں سے اکثر کی شروحات آچکی ہیں، بعض کے تو متعدد ایڈیشن بھی چھپ چکے ہیں، کچھ کتابیں شروحات کے ساتھ اور کچھ تنہا طبع ہو چکی ہیں۔

(۵) مخصوص موضوعات

خاص خاص موضوعات اور ابواب پر علیحدہ مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، اس طرح کا کام کرنے والے مؤلفین نے ایک موضوع کا انتخاب کر کے، اس کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر، اس موضوع سے متعلق ایک بڑی تعداد میں احادیث کا ذخیرہ جمع کیا ہے، اس نوعیت کی کتابیں بڑی قیمتی ہیں، جنھیں اہتمام سے پڑھنا اور ان سے استفادہ کرنا

چاہیے، بالخصوص وہ حضرات اس طرف زیادہ توجہ کریں جنھیں ان موضوعات پر کچھ کام کرنا ہو، تاکہ اس موضوع سے متعلق احادیث وآثار کے ذخیرے سے واقفیت حاصل ہوجائے، کیوں کہ یکجا ایک موضوع سے متعلق احادیث، دوسری جگہ مشکل سے ملیں گی۔

مخصوص موضوع پر کتابیں:

کچھ کتابوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) **کتاب الإخلاص**: یہ کتاب ابوبکر عبداللہ بن (۲۸۱ھ) محمدؒ کی لکھی ہوئی ہے، جو ''ابن ابی الدنیا'' کے نام سے مشہور ہیں۔

(۲) **کتاب الأسماء والصفات**: یہ کتاب ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ) کی تالیف ہے۔

(۳) **کتاب ذم الکلام**: ابواسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الہرویؒ (۴۸۱ھ) نے یہ کتاب لکھی ہے۔

(۴) **کتاب الفتن والملاحم**: از ابوعبداللہ نعیم بن حماد المروزیؒ (المتوفی ۲۲۸ھ)۔

(۵) **کتاب الجهاد**: تالیف: عبداللہ بن مبارک المروزی جہاد کے موضوع پر سب سے پہلے آپ ہی کی تصنیف منظرِ عام پر آئی ہے۔

(۶) دیگر فنون کی کتابیں

دیگر فنون کی کتابوں سے مراد حدیث کے علاوہ دیگر موضوعات پر تصنیف کردہ کتابیں ہیں، مثلاً: کتبِ تفسیر، کتبِ فقہ، کتبِ تاریخ وغیرہ، لیکن ان کتابوں میں مقام کے تقاضوں کے مطابق، جگہ جگہ بے شمار حدیثیں بھی مذکور ہیں۔ البتہ اس طرح کی تصنیفات

سے ہماری مراد دو طرح کی تصنیفات ہیں:

(۱) وہ تصنیفات جن میں حدیث کو کسی کتاب سے لے کر نقل کیا گیا ہو، بل کہ صاحبِ کتاب اپنی سند سے اصالۃً نقل کرے۔

(۲) دوسرے وہ تصنیفات ہیں جن میں حدیث کو بلا سند نقل کیا گیا ہو، اور وہ حدیث جس کتاب میں ہو اس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہو کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے یا امام ابوداؤد اور امام ترمذی وغیرہ نے مثلاً نقل کیا ہے۔ وہی بات ان کتابوں کی ہے جن میں احادیث بلاسند ہوں اور کتبِ حدیث کا حوالہ بھی نہ ہو، تو ان کتابوں سے یہاں کوئی سروکار نہیں۔ مذکورہ بالا دونوں شرطوں پر مشتمل، دونوں نوعیتوں کی کتابیں، مختلف شرعی وعربی علوم میں بے شمار ہیں:

احادیث پر مشتمل کتابیں:

۱) **تفسیر طبری:** اس کا دوسرا نام "**جامع البیان عن تاویل آي القرآن**" ہے، اسے ابوجعفر محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ) نے جمع کیا ہے۔

۲) **تفسیر ابن کثیر:** ابوالفداء اسماعیل بن عمر القریشی الدمشقیؒ (۷۷۴ھ) نے جمع کیا ہے۔(۱)

۳) **الدر المنثور في تفسیر الکتاب العزیز بالماثور**

یہ کتاب علامہ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) کی ہے۔

---

(۱) یہ کتاب بہت قیمتی ہے، کئی اعتبار سے بڑی معرکۃ الآرا ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے اپنی سند سے حدیثوں کو ذکر کیا ہے، یعنی اپنی سند سے حدیث کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ بہت پہلے ہی یہ کتاب چھپ چکی ہے، پھر "دارالمعارف مصر" نے "علامہ محقق محمود شاکر" کی تحقیق اور ان کے بھائی احمد شاکر مرحوم کی تخریج کے ساتھ چھاپا ہے، اللہ تعالی ان دونوں حضرات کو جزائے خیر دے، لیکن افسوس! کہ کتاب مکمل نہ ہو سکی صرف سولہ جلدیں کتاب کی، منظرِ عام پر آئی ہیں۔

۴)المجموع شرح المهذب (فقہ شافعی میں)

از: علامہ یحییٰ بن شرف نوویؒ (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ)۔

۵)المغني (فقہ حنبلی میں)

از: ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (۶۲۰ھ) نے تالیف فرمائی ہے۔

۶)تاريخ الطبري: ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ (۳۱۰ھ) کی تالیف ہے۔

۷-کتبِ تخریج

کتبِ تخریج ایسی کتابوں کو کہتے ہیں، جن کے مؤلفین نے اِن کتابوں میں اُن احادیث کی تخریج کی ہے، جو بعض دوسری تصنیفات میں آئی ہیں، اس طرح کی کتبِ تخریج الگ الگ نوعیتوں کی ہوتی ہیں، موضوع کے اعتبار سے ان کتابوں کی نوعیتیں بدلتی رہتی ہیں، جن کتابوں کی حدیثوں کی تخریج کی جاتی ہے، اسی لیے کبھی جن کتابوں کی احادیث کی تخریج کی جاتی ہے وہ کتابیں تفسیر کی ہوتی ہیں یا فقہ کی یا لغت وغیرہ کی۔

کتاب کے آغاز میں کتبِ تخریج پر گفتگو ہو چکی ہے، کچھ کتابوں کے اسماء ذکر کیے گئے ہیں، ان کتابوں میں سے کچھ کی تخریج کے نمونے بھی، کتابوں کی حیثیتِ عرفی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، ہر ایک کا موضوع بھی آیا ہے۔

یہاں پر ہم کچھ کتبِ تخریج کے ناموں کا صرف ذکر کریں گے جو حسبِ ذیل ہیں:

۱)تخريج أحاديث الكشاف

ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جن کا نام بعض نے "یوسف بن عبداللہ بتلایا ہے۔

۲) نصب الرایہ لأحادیث الهدایة

یہ بھی علامہ زیلعی ابومحمد یوسف بن عبداللہ رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

۳) التلخيص الحبير في تخريج أحاديث شرح الوجيز الكبير

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تالیف ہے۔

۴) خلق الاصباح في تخريج أحاديث الصحاح

از علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔

۵) مناهل الصفا في تخريج أحاديث الشفا:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔

۶) المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الأحياء من الأخبار

تالیف: حافظ العراقیؒ۔

۸- حدیث کی شروحات وحواشی

بعض علمی کتابوں کی ایسی شروحات لکھی گئی ہیں، جن کے مصنفین نے اپنی مہارتِ حدیث اور اہتمام شانِ حدیث کے ساتھ، ان شروحات میں بہت ساری احادیث ان کی تخریج کے ساتھ ذکر کی ہیں، اسی وجہ سے یہ شروحات بھی تخریج احادیث کے بہترین مصادر ومراجع میں شمار ہوتی ہیں۔

مثلاً: مندرجہ ذیل کتابیں:

۱) فتح الباری بشرح البخاری

از علامہ ابن حجر عسقلانیؒ۔

۲) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

تالیف: قاضی القضاۃ ابومحمد بن احمد العینیؒ (۸۵۵ھ)۔

۳) شرح الاحیاء:

از ابوالفیض محمد مرتضی الزبیدیؒ۔

۴) فتح القدیر (شرح الہدایۃ فی فقہ الحنفیۃ)

تالیف: کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن الہمامؒ (۸۶۱ھ)۔

حدیث کی تخریجات کی معلومات کے لیے ان تعلیقات وحواشی سے بھی مدد لی جاسکتی ہے، جن کو عصرِ حاضر اور ماضی قریب کے بعض ایسے محدثین وعلماء نے تحریر کیا ہے، جن کی احادیث وآثار پر گہری نظر ہے، اور ان کتابوں کی تحقیقات کے اثناء میں حواشی وتعلیقات ذکر کیے ہیں، جن کتابوں میں احادیث تو مذکور تھیں؛ لیکن ان کے مصادر ومراجع کا پتہ نہیں تھا۔

ایسے محدثین وعلمائے کرام کے کچھ نام یہ ہیں:

۱) شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ

۲) شیخ محمود شاکرؒ برادر شیخ احمد شاکرؒ

۳) شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ

۴) شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

۵) شیخ محمد فواد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

پانچویں فصل:

تخریجِ حدیث کا پانچواں طریقہ

تخریجِ حدیث کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ سند اور متن کے اعتبار سے حدیث کے احوال میں غور کر کے حدیث کی تخریج کی جائے۔

اس طریقۂ تخریج کا مقصد:

تخریجِ حدیث کے پانچویں طریقے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے احوال اور اس کی صفات میں غور کیا جائے، جو احوال وصفات اس حدیث کے متن یا سند میں ہوں، پھر اس حدیث کے مقام ومصادر سے بحث کی جائے، جن میں حدیث کے احوال وصفات کے اعتبار سے غور کیا جائے، اس کے لیے ان تصنیفات کا سہارا لیا جائے جو علیحدہ سے ان احادیث کے جمع کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں، جن کے متن یا سند میں وہ حالت یا صفت ہوتی ہے۔

اس کی مثالیں بہت ہیں، کچھ ذکر جاتی ہیں جن پر دوسروں کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ پہلے متنِ حدیث کے احوال ذکر کیے جاتے ہیں، پھر سند کے، پھر ان احوال وصفات کو ذکر کیا جائے گا جو متن وسند دونوں میں ہوں۔

۱- المتن:

الف: متنِ حدیث پر وضع کی علامات ظاہر ہوں:

حدیث کے متن میں وضع کی علامات معلوم ہو رہی ہوں، اس کی کئی شکلیں ہیں:

(۱) الفاظ غیر فصیح اور معمولی ہوں۔ (۲) حدیث کے معنی میں فساد ہو۔
(۳) متنِ حدیث قرآن کے صریح احکام کے مخالف ہو، وغیرہ وغیرہ۔ چناں چہ اس طرح کی حدیث کی تخریج کی معرفت کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ "الموضوعات" موضوع احادیث پر لکھی گئی کتابوں کو بغور دیکھا جائے تو اکثر و بیشتر ایسی کتابوں میں حدیث، اس کی تخریج، اس پر کلام اور واضعِ حدیث کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔

کتب الموضوعات:

موضوع احادیث، جن کتابوں میں جمع کی جائیں ان کو "الموضوعات" یا "کتب الموضوعات" کہتے ہیں۔ الموضوعات میں بعض کتابیں ایسی ہوتی ہیں جو حروفِ تہجی کی ترتیب پر لکھی جاتی ہیں، اور بعض کتابیں ابواب پر جمع کی جاتی ہیں، ابواب کی ترتیب پر جمع کی جانی والی کتابیں بہت ہیں۔

حروفِ تہجی کی ترتیب پر جمع کی جانے والی کتابوں میں ایک کتاب کا نام ہے "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع" اس کتاب کو "الموضوعات الصغری" بھی کہتے ہیں جس کو "شیخ علی القاری الہروی" (۱۰۱۴ھ) نے لکھا ہے۔

ابواب کی ترتیب پر جمع کی جانے والی کتابوں میں ایک کتاب کا نام "تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة" ہے، جو ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی (۹۶۳ھ) کی تالیف ہے۔(۱)

---

(۱) یہ کتاب "مطبعہ عاطف مصر" سے طبع ہو چکی ہے اور مکتبہ القاہرہ نے سید عبداللہ بن محمد بن الصدیق الغماری اور مرحوم شیخ عبدالوہاب عبداللطیف کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ ۱۳۷۵ھ میں شائع کیا ہے۔ (اصول التخریج: ص ۱۳۹ حاشیہ)

(ب) جب حدیث کا متن احادیثِ قدسیہ میں سے ہو:

احادیثِ قدسیہ کا متن تلاش کرنے کے لیے، سب سے قریب ترین ذریعہ، وہ کتابیں ہیں جو احادیثِ قدسیہ ہی کو جمع کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں، کیوں کہ ان کتابوں میں حدیث کا بھی ذکر ہوتا ہے اور جس نے حدیث کی تخریج کی ہے اس کا بھی ذکر ہوتا ہے۔

مصنفات احادیثِ قدسیہ:

جو کتابیں احادیث قدسیہ کو جمع کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱) مشکاۃ الأنوار في ماروي عن اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ من الأخبار:

تالیف: محی الدین محمد بن علی بن عربی الحاتمی الاندلسیؒ (۶۳۸ھ) اس کتاب میں ایک سو ایک احادیثِ قدسیہ کو ان کو سندوں کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔

(۲) الإتحاف السنیۃ بالأحادیث القدسیۃ:

تالیف: شیخ عبدالروف المناویؒ (۱۰۳۱ھ) اس کتاب میں ۲۷۲/ احادیثِ قدسیہ بلا سند جمع کی گئی ہیں، ان کی ترتیب حروف معجم کی ترتیب پر ہے۔(۱)

۲- السند:

(الف): جب سند میں کوئی انوکھی بات ہو، مثلاً:

(۱) والد اپنے بیٹے سے حدیث نقل کرے، اس طرح کی انوکھی سندوں والی حدیث

---

(۱) یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے، تیسرا ایڈیشن ۱۳۸۸ھ، مطابق ۱۹۶۸ء میں مطبع محمد علی صبیح سے شائع ہوا تھا۔

(.....ص ۱۴۹ حاشیہ)

کی تخریج کے لیے قریب ترین مرجع وہ کتابیں ہیں جن کو خاص اس مقصد کے لیے لکھا گیا ہے کہ اس میں "روایة الآباء عن الأبناء" کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے؛ جیسے: کتاب "روایة الآباء عن الأبناء" از ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادیؒ (۴۶۳ھ)۔

(۲) سند مسلسل ہو، اس کے لیے ایسی کتابوں سے مدد لی جائے گی جن میں "الأحادیث المسلسلة" کو جمع کیا گیا ہو؛ جیسے: کتاب "المسلسلات الکبریٰ" علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی اس کتاب میں ۸۵/حدیث مسلسل کو جمع کیا ہے۔

اور جیسے: کتاب "المناهل السَلْسَلَة في الأحادیث المُسَلْسَلَةِ" از محمد بن عبدالباقی الایوبیؒ (۱۳۶۴ھ)۔ اس کتاب میں مصنفؒ نے ۲۱۲/احادیث مسلسل جمع کی ہیں۔

(۳) یا سند میں یہ انوکھی بات ہو کہ سند مرسل ہو، تو اس کے لیے "کتبِ مراسیل" سے مدد لی جائے گی، جن میں سے اکثر جمع کی جا چکی ہیں:

جیسے: کتاب "المراسیل": تالیف: ابوداؤد السجستانیؒ یہ کتاب ابواب کی ترتیب پر ہے۔(۱)

اسی طرح: کتاب "المراسیل" تالیف: ابن ابی حاتم عبدالرحمٰن بن محمد الحنظلی الرازیؒ (۳۲۷ھ)(۲)۔ یا سند میں کوئی ضعیف راوی ہو، تو اسے "کتاب الضعفاء والمتکلم فیهم" میں تلاش کیا جائے گا، جیسے: کتاب "میزان الاعتدال" للذہبی۔

---

(۱) مطبع محمد علی صبیح مصر میں یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

(۲) صبحی السامرائی کی نگرانی میں، مکتبہ المثنی بغداد میں یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

۳- المتن والسند معاً:

ذہن نشین رہے کہ یہاں حدیث میں دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک متن دوسرے سند، پھر کبھی متن میں کچھ لازمی صفات واحوال ہوتے ہیں، اور کبھی سند میں، یہ احوال اور صفات علت وابہام کا درجہ رکھتی ہیں، لہٰذا جن احادیث میں یہ صفات وعلل پائی جائیں گی، ان کو تلاش کرنے کے لیے ایسی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے گا، جن کو محدثین نے علل وصفاتِ احادیث ہی کے لیے تصنیف فرمایا ہے، ایسی کچھ کتابیں ذیل میں دی جارہی ہیں:

الف) علل الحدیث: ابن ابی حاتم رازیؒ کی تصنیف ہے، یہ کتاب ابواب کی ترتیب پر جمع کی گئی ہے، ہر باب کے تحت احادیث معلولہ کو ذکر کیا گیا ہے، اور مصنف نے اس کی علتوں کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔(۱)

ب) الأسماء المبهمة في الأنباء المحكمة(۲): تالیف: علامہ خطیب بغدادیؒ، اس کتاب کا موضوع ان احادیث کو بیان کرنا ہے، جن کے متون اسمائے مبہمات پر مشتمل ہوں، پھر اسمائے مبہمہ کو بیان کرنا، حدیث کو دوسری سند سے پیش کرکے، جس میں وہ اسم مبہم صراحت کے ساتھ آیا ہو، یہ کتاب اسم مبہم کے اعتبار سے حروفِ معجم کی ترتیب پر لکھی گئی ہے، جس سے اسم مبہم کو نکالنا بڑا مشکل ہے، کیوں کہ اسم مبہم جاننے والے کو صراحت کی احتیاج نہیں، اور اسم مبہم نہ جاننے والا اس کی جگہ بھی نہ جانے گا۔

---

(۱) ۱۳۴۳ھ میں یہ کتاب، محب الدین الخطیب کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے چھپی ہے، پھر مکتبۃ المثنیٰ بغداد نے اس کا عکس لے کر ۲ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

(۲) یہ کتاب ابھی تک طبع نہ ہو سکی ہے۔

ج) المستفاد من مبهمات المتن والأسناد: یہ کتاب ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم العراقیؒ (۸۲۶ھ) کی تالیف ہے، یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے، یہ کتاب اس موضوع پر انتہائی جامع اور نفع بخش تصنیف ہے۔☆

تخریجِ حدیث کے یہ پانچ طریقے بیان ہو چکے، جن سے تخریجِ حدیث کا عمل بآسانی انجام پذیر ہو سکتا ہے، اور حدیث کے مصادر و مراجع کی معلومات میں آسانی ہو سکتی ہے، تخریجِ حدیث کے مذکورہ پانچوں طریقے استقرائی ہیں نہ کہ قطعی، عام طور پر اس طرح کی ضرورت نہ ہونے کے سبب ان طریقوں کے استقراء کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا، موجودہ حالات میں محققین و متعلمین کو تخریجِ حدیث اور اس کے طریقوں کی جانکاری کی شدید ضرورت ہے، اسی طرح ان تصنیفات کی بھی حاجت ہے جو طرقِ تخریجِ احادیث میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

اسی بنا پر یہ کتاب تالیف کی گئی ہے تاکہ تخریجِ حدیث کا عمل اور اس کے طریقوں کو بیان کر کے طالبانِ علومِ نبوت کے لیے آسانی بہم پہنچائی جائے، اور طریقۂ تخریج کا شیوع ہوتا جائے اور تخریجِ حدیث کا عمل اور اس کا طریقہ صرف مخصوص لوگوں میں محدود و محبوس نہ رہ جائے کہ ان کے دنیا سے اٹھ جانے سے اس کا علم بھی دنیا سے اٹھ جائے، ایسے موقع پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کا یہ مقولہ حرزِ جان بنانے کے قابل ہے، "فإن العلم لا يهلك حتى يكون سرًا" علم فی الواقع مردہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ راز ہو (تو وہ رازداں کے اٹھنے سے مردہ ہو جاتا ہے)۔

☆ یہ کتاب سعودی الریاض میں مختلف مطابع سے چھپ چکی ہے۔

اس استقرائی عمل میں کسی طرح کا دعویٰ کمال اور جمیع طرق تخریجِ حدیث کے احاطے کا ادعائی جملہ، نہایت ہی ناپسندیدہ اور شریعت کے مزاج سے متصادم ہے، اس طرح کی تالیف وتحقیق مستقبل میں اس سے مزید عمدہ طریقے سے، طرق تخریجِ حدیث کے حوالے سے عین ممکن ہے۔ طالبانِ علوم نبوت اور دامن تحقیق احادیث سے وابستگان کے لیے یہ ایک حقیر تحفہ بنامِ ''اصطلاحاتِ تخریجِ حدیث ودراسۃ اسانید'' پیش خدمت ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين،

والحمد لله رب العالمين!

اصطلاحاتِ تخریجِ حدیث کا رسالہ آج ۴؍ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۴؍ جنوری ۲۰۱۵ء؍ سنیچر کو شب سوا گیارہ بجے تکمیل کو پہنچا۔

فلله الحمد والمنة على إتمامه!

''دراسۃ الاسانید'' سے متعلق ''رسالہ'' آگے آرہا ہے۔ اللہ تکمیل تک پہنچائے۔

آمین یارب العالمین!

دراسۃ الاسانید اور حکم علی الحدیث

اس میں تین فصلیں ہیں:

فصل:(۱) دراسۃ الاسانید میں علم جرح وتعدیل کی ضرورت

فصل:(۲) تراجمِ رجال پر لکھی گئی کتابوں کی اقسام

فصل:(۳) دراسۃ الاسانید کے مراحل

فصل اول

دراسۃ الاسانید میں علم جرح وتعدیل کی ضرورت

تمہید:

دراسۃ الاسانید ایک اصطلاحی لفظ ہے ،اس کا مطلب ہوتا ہے کہ سندوں کے رجال کے پورے سلسلے کی اس طرح معلومات حاصل کی جائے کہ ہر ایک راوی کے حالات کی جانکاری حاصل ہو جائے ،ان رواۃ میں بالعموم قوی اورضعیف کی معلومات حاصل کی جائے ،اسی طرح سند کے ایک ایک راوی میں قوت وضعف کے اسباب کا تفصیلی پتہ لگایا جائے ،سلسلہ سند کے رجال کے درمیان اتصال وانقطاع کی وضاحت طلب کی جائے ،جس کا طریقہ یہ ہے کہ راویوں کی تاریخ پیدائش اور وفات پر گہری نظر اور پختہ معلومات فراہم کی جائیں۔بعض روایتوں کی تدلیس کا پتہ لگایا جائے ،خاص طور پر جب رواۃ عنعنہ ☆یعنی ''عن فلان'' کے الفاظ سے روایت نقل کریں، فلاں راوی نے فلاں راوی سے حدیث سنی ہے یا نہیں سنی ہے، اس سلسلے میں غور وخوض بھی ضروری ہے، تا کہ علل خفیہ کے استخراج میں مدد مل سکے، کیوں کہ علل خفیہ ہر ایک کو معلوم نہیں ہو پاتیں، اس سلسلے میں صحابہ اور تابعین کے بارے میں بھی معلومات ضروری ہے کہ کون صحابی ہے، کون تابعین میں داخل ہے، تا کہ مرسل، موصول، موقوف، اور مقطوع حدیثوں کی واضح معلومات رہے، اس طرح دیگر معلومات دقیقہ کی تحصیل ضروری ہے جو فن جرح وتعدیل کے اصولوں کی معلومات پر منحصر ہے اوران میں رواۃ کی صحیح معرفت ہوجاتی ہے اور علوم کثیرہ مثلاً ''المتفق والمفترق''،متشابہ، اورالکنی والالقاب وغیرہ جیسے علوم کی احتیاج ہوتی ہے۔

حکم علی الحدیث:

”حکم علی الحدیث“ کا مطلب یہ ہے کہ اسناد کی معلومات حاصل کرنے کے دوران ہم جس نتیجے تک پہنچتے ہیں اس کو ”حکم علی الحدیث“ کہتے ہیں، مثلاً: ہم حدیث کی سند کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے بعد یہ کہیں کہ "هذا إسناد صحيح" تو یہی قول ”حکم علی الحدیث“ ہے، اسی طرح "هذا إسناد ضعيف" بھی حکم علی الحدیث ہے۔ اور ہذا اِسناد موضوع بھی، یہ حکم دقیق قواعد وضوابط اور اصول موضوعہ کی تحقیقی معلومات کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے، اس نوعیت کے فیصلے کا حق دار وہی شخص بن سکتا ہے جس نے ایک طویل عرصے تک اسانید ورجال کی بحث میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات گذارے ہوں اور اس طویل تجربے کی روشنی میں محدثین کے طریقے کی معلومات بہم پہنچائی ہو۔

یہ تمام باتیں اسنادِ حدیث پر حکم لگانے کے تعلق سے ضروری ہیں، رہی بات حدیث کے متن پر حکم لگانے کی تو اس میں مذکورہ باتوں کے ساتھ ساتھ، کچھ دوسرے اہم امور کی طرف بھی توجہ درکار ہے، مثلاً: حدیث کے متن میں غور وخوض کرنا اور یہ معلوم کرنا کہ کہیں اس متن میں شذوذ یا علت قادحہ تو نہیں، آیا یہ متن کسی دوسری سند سے بھی منقول ہے یا اس کی کئی ایک سندیں ہیں، جن کی وجہ سے حکمِ حدیث متغیر ہونا ممکن ہے، متنِ حدیث پر حکم لگانے کی مثال یہ ہے کہ یوں کہا جائے ”ہذا حدیث صحیح“ یا ہذا حدیث ضعیف، اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ متنِ حدیث پر حکم لگانا، سندِ حدیث پر حکم لگانے کے زیادہ مشکل ہے، جس کو ماہرینِ فنِ حدیث کے علاوہ کوئی اور نہیں کرسکتا، اور سندِ حدیث پر وہ شخص حکم لگا سکتا ہے جس نے بہت لمبے زمانے تک فنِ جرح وتعدیل کو برتا ہو، اور اسانید و متون پر گہرا مطالعہ ہو۔

حدیث کی تقسیم سند و متن کی طرف:

ہر حدیث کی دو قسمیں ہوتی ہیں: (۱) سند (۲) متن۔۔۔۔۔۔ محدث کی اصطلاح میں ایسی کوئی حدیث نہیں پائی جاتی جس میں یہ دونوں قسمیں (یعنی سند و متن) نہ پائی جائیں۔ البتہ جہاں ہم متون حدیث کے مجموعے کو، کبھی بعض تصنیفات وکتب میں بلا اسانید کے پاتے ہیں، تو وہ احادیث بغیر سند کے نہیں ہوتیں، بل کہ انہیں بعض علما بلا سند کے نقل کر دیتے ہیں، جس کا مقصد ہوتا ہے کہ ابتدائی درجات کے طلبہ، چھوٹے بچے اور عوام کو اختصار و تسہیل کے ساتھ احادیث یاد ہو جائیں، اب جن کو ان احادیث کی اسانید مطلوب ہوں تو وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جہاں سے یہ احادیث لی گئی ہیں۔

سند کی تعریف:

لغوی: سند کے لغوی معنی ''المعتمد'' (۱) کے ہیں یعنی جس پر اعتماد کیا جائے، سند کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ متنِ حدیث کی نسبت سند ہی کی طرف ہوتی ہے اور متن کا اعتماد اسی پر ہوتا ہے، سند اور اسناد دونوں مترادف ہیں۔

اصطلاحی: سند کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ رجال کا وہ سلسلہ جو متنِ حدیث تک پہنچانے والا ہوتا ہے وہ اصطلاحِ محدثین میں سند کہلاتا ہے۔

متن کی تعریف:

لغوی: لغت میں ''متن'' کے معنی آتے ہیں، ایسی زمین کے جو سخت ہو جیسا کہ قاموس (۲۷۱/۴) میں ہے۔

---

(۱) قاموس: ۳۱۴/۱

اصطلاحی تعریف: متن کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ متن وہ کلام ہے جہاں سند کا سلسلہ ختم ہوجائے۔

سند کی اہمیت وضرورت:

سند یا إسناد اس امت کی خصوصیت ہے جو دیگر امتوں میں نہیں پائی جاتی ، اسی بنا پر، دیگرامتوں کی آسمانی کتابیں ضائع اور محرف ہوگئیں، جیسا کہ ان کے انبیائے عظام کی صحیح خبریں ضائع ومحرف ہوگئیں ،اوران کی جگہ پر جھوٹے افراد کی کذب بیانی اور افترا پردازی آگئی جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو چند کھوٹے سکوں کے عوض بیچ ڈالا، خبروں کو نقل کرنے میں اسانید کے نقل کا اہتمام اس امت کی تاکیدی سنت رہی ہے جو ایک شعارِ اسلامی کا درجہ رکھتی ہے، اسی لیے ایک مسلمان پر لازم ہے کہ نقل احادیث میں اس پر اعتماد کرے، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:" **الإسناد من الدین ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء** " (اصول تخریج الحدیث ص/۱۵۸) اسناد دین کا ایک حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو کوئی شخص بھی جو چاہتا کہہ ڈالتا۔

اسی طرح سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "الإسناد سلاح المؤمن" اسناد مومن کا ہتھیار ہے، اسناد کی قدر وقیمت اس شخص کی نظر میں زیادہ آشکارا ہوتی ہے جو سند کے رجال کو جانتا ہے جن سے ایک سند وجود میں آتی ہے ،جس کا طریقہ یہ ہے کہ کتبِ تراجمِ رجال میں رواۃ کے احوال کی چھان بین کی جائے ،اور دیکھا جائے کہ سند کے رجال کا کہاں اتصال ہے اور کہاں انقطاع اور یہ بات واضح ہے کہ اگر اسناد نہ ہوتی تو صحیح احادیث واخبار کا احادیث موضوعہ سے امتیاز مشکل ہوجاتا اور ہر باطل پرست اور بدعتی کو اختلاف وانتشار کی جرأت ہوجاتی اور معاملہ وہی ہوجاتا جو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے کہ "لولا الإسناد لقال من شاء ماشاء" اگر سند نہ ہوتی تو جو کوئی بھی کچھ کہنا چاہتا تو کہہ ڈالتا (اور کوئی رکاوٹ نہ رہتی)

فن جرح وتعدیل اور تراجم رجال کی ضرورت:

اسانید پر بحث کے مراحل کا آغاز کرنے سے پیشتر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فنِ جرح وتعدیل اور تراجمِ رجال کی ضرورت واہمیت پر قدرے روشنی ڈال دی جائے، کیوں کہ اسانید کی بحث کا تمام تر انحصار فن جرح وتعدیل اور تراجم وتاریخ رواۃ پر ہے،اس لیے فن جرح وتعدیل کے اہم ترین مسائل یہاں ذکر کیے جائیں گے، پھر تراجم رجال پر تصنیف کردہ کتابوں کا تذکرہ ہوگا جن میں تراجم رجال کی کتابوں پر تاریخی پہلو سے بھی روشنی ڈالی جائے گی، بعد ازاں تراجم پر مشہور کتابیں، ان کی علمی وفنی اہمیت اور مؤلفین کا طریقۂ تالیف ذکر کیا جائے گا۔

(۱) ''معرفتِ مرتبۂ حدیث'' اور ''حکم علی رجال الاسناد'' کی غرض سے فن جرح و تعدیل کی احتیاج۔

سند کے رجال پر حکم لگانے کے لیے فن جرح وتعدیل کی سخت ضرورت ہے، ثانیا مرتبۂ حدیث کا جاننا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ فن جرح وتعدیل کے اصول وقواعد جس پر ائمۂ فن نے اعتماد کیا ہے اس کے جاننے کے بعد ہی، سند پر بحث وتحقیق کا آغاز ہوسکتا ہے اس میں مقبول راوی کے شرائط جاننا بھی ضروری ہے نیز راوی کی عدالت، قوتِ حفظ و ضبط اور اس بحث سے متعلق ضروری امور کا جاننا ضروری ہے، اس لیے کہ اسناد پر بحث کرنے والا اس وقت تک کسی خاطر خواہ مثبت نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ پہلے ہی سے فن جرح وتعدیل کے قواعد کو نہیں جانتا، اس کے اصطلاحی الفاظ اور فنی تعبیرات سے واقفیت

نہیں رکھتا اور یہ نہیں جانتا کہ اعلی مراتب تعدیل کے لیے، کون سے الفاظ ہیں اور ادنی و اوسط مراتبِ تعدیل کے لیے کیا کیا الفاظ ہیں۔

(۴) مقبول راوی کے شرائط: جمہور فقہاء ومحدثین کا اس بات میں اجماع ہے کہ جس راوی کی روایت کو دلیل بنایا جائے گا اس میں دو بنیادی شرطیں پایا جانا ضروری ہیں:

(۱) **العدالۃ:** عدالت کا مطلب یہ ہے کہ راوی حدیث مسلمان عاقل، بالغ اور اسباب فسق سے محفوظ ہو، نیز مروت کی صفت سے متصف ہو۔

(۲) **الضبط:** ''ضبط'' کا مطلب ہے کہ راوی سیئ الحفظ فاحش الغلط، مخالف ثقات، کثیر الاوہام اور مغفل نہ ہو۔

عدالت کا ثبوت کیسے؟:

عدالت کا ثبوت دو امروں میں سے ایک کے ذریعے ہوتا ہے:

(۱) ایک یہ ہے کہ ''مُعَدِّلین'' عدالت کی صراحتاً تائید کریں، مُعَدِّلین سے مراد علمائے جرح وتعدیل ہیں، یا علمائے جرح وتعدیل میں سے کوئی ایک عدالت کی صراحت جرح وتعدیل کی کتابوں میں کریں۔

(۲) دوسرے یہ کہ عدالت کا ثبوت شہرت واستفاضے کی بنیاد پر بھی ہوتا ہے یعنی راویوں کی عدالت مستفیض ومشہور ہے، ان کا صدق ان کی امانت داری، استقامت فی الدین اور شرافت ونجابت کا چرچا عام ہے۔

مثالیں: مثلاً امام مالک بن انسؒ سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام اوزاعیؒ، لیث بن سعد وغیرہ یہ ایسے حضرات علم وتقوی ہیں کہ تعدیل کے لیے ائمہ جرح وتعدیل کی چنداں ضرورت نہیں۔

ثبوتِ عدالت میں ابن عبدالبرؒ کا مذہب:

حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ،ثبوتِ عدالت کے سلسلے میں یہ ہے کہ ہر علم حدیث کا ماہر، جس کی حدیث میں گیرائی و گہرائی معروف و مشہور ہے، اس کا معاملہ اس وقت تک عدالت پر ہی محمول کیا جائے گا جب تک کہ اس کی جرح واضح نہ ہو جائے۔ ایسے آدمی کی عدالت کے بارے میں ہمیں کسی سے سوال کرنے کی حاجت نہیں، اس کی دلیل یہ حدیث ہے "یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ،ينفون عنه تحريف الغالين،وانتحال المُبطلين، وتأويل الجاهلين" (۱)ابن عدی نے "کامل" میں اور دوسروں نے بھی اس کو نقل کیا ہے، اور "علامہ عراقیؒ" نے کہاہے کہ اس کی مختلف سندیں ہیں اور سب ضعیف ہیں کوئی بھی ثابت نہیں، بعض علماء نے کثرتِ طرق کی وجہ سے اس حدیث کی تحسین کی ہے، تفصیل دیکھنا ہوتو "تدریب الراوی" جلد ا/ص ۳۰۲، ۳۰۳ رجوع کریں۔ ہر اچھے جانشین میں سے عادل لوگ اس علم کا بوجھ اٹھائیں گے، غلو پسند طبائع کی تحریف کا پردہ چاک کریں گے، اہلِ باطل کی غلط نقل کو دور کریں گے اور جاہلوں کی تاویل کو دفع کریں گے لیکن یہ قول علماء کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور اگر اس حدیث کو صحیح فرض کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر دور میں آنے والے میں سے عادل لوگوں کو اس علم کو اٹھالینا چاہیے اس دلیل سے کہ اس علم کو اٹھانے والے بھی عادل نہیں ہوتے ،خاص طور پر اس زمانے میں، یہی حال ہے۔

(۵) ضبطِ راوی معلوم کرنے کا طریقہ:

راوی کا ضبط اس طور پر معلوم ہوتا ہے کہ راوی کی روایت ماہر ثقہ راویوں کی

روایت کے موافق ہو، اس صورت میں وہ راوی جس کی روایت موافق ثقات ہو''ضبط کہتے ہیں، نادر طور پر مخالفت سے کوئی نقصان نہیں، ہاں اس کی مخالفت کثیر ہو جائے تو راوی کے ضبط میں خلل آجائے گا، اور اس سے حجت نہیں پکڑیں گے۔

(۲) بغیر سبب بیان کیے ہوئے جرح وتعدیل قبول کرنا:

(الف) جہاں تک تعدیل کا تعلق ہے تو وہ بغیر سبب بیان کیے ہوئے قبول کی جاتی ہے، یہی صحیح مذہب ہے جو مشہور بھی ہے کیوں کہ تعدیل کے بے شمار اسباب ہیں جن کا ذکر مشکل ہے، کیوں کہ تعدیل کرنے والا اس بات کا ضرورت مند ہوتا ہے کہ مثلاً یوں کہے: لم یفعل کذا لم یرتکب کذا، یا یہ کہے: ھو یفعل کذا، تو تفسیق وتعدیل کے تمام افعال کو شمار کرے گا جو بہت شاق ہے۔

(ب) رہی بات جرح کی، تو وہ مفسر اور سبب کے ساتھ ہی قبول کی جاتی ہے، کیوں کہ اس کا سبب ذکر کرنا کوئی مشکل نہیں۔(۱) اور اس لیے بھی کہ محدثین اسباب جرح بیان کرنے میں مختلف ہوتے ہیں، ایک محدث کسی پر جرح کرتا ہے تو دوسرا اس کی تعدیل کرتا ہے ایک چیز ایک محدث کے نزدیک اسباب جرح میں سے ہوتی ہے اور وہی چیز دوسرے کے نزدیک اسبابِ جرح میں سے نہیں ہوتی۔

علامہ ابن صلاحؒ کہتے ہیں: یہ ظاہر اور مقرر ہے فقہ اور اصول فقہ دونوں میں طے شدہ ہے، علامہ حافظ خطیبؒ نے کفایہ ص ۱۰۸ پر ذکر کیا ہے کہ یہی ناقدین اور حفاظِ حدیث ائمۂ کرام کا مذہب ہے مثلاً: امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہ، اسی لیے امام بخاریؒ نے ایک جماعت سے حجت پکڑی ہے جن پر ان کے علاوہ نے جرح کی ہے جیسے حضرت عکرمہ مولیٰ

---

(۱) علوم الحدیث ص ۹۶ پر تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جیسے اسماعیل بن ابی اویسؒ، عاصم بن علیؒ، اور عمرو بن مرزوقؒ وغیرہ، اسی طرح امام مسلمؒ نے سوید بن سعید رحمہ اللہ کو دلیل کے طور پر تسلیم کیا ہے، اور محدثین کی ایک جماعت کا، ان کے بارے میں طعن مشہور ہے۔ اسی طرح امام ابو داؤد سجستانیؒ نے بھی کیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محدثین کا یہ مذہب ہے کہ جرح اسی وقت معتبر ہوگی جب اس کا سبب بیان کر دیا جائے۔

(۷) کیا جرح وتعدیل کا ثبوت ایک قول سے ہوجاتا ہے؟

صحیح بات یہی ہے کہ جرح وتعدیل کا ثبوت ایک قول سے ہوجاتا ہے بشرطے کہ جارح ومعدل چاہے غلام ہو یا عورت، ایک دوسرا قول یہ ہے کہ جرح وتعدیل کے لیے دو عدد کا ہونا ضروری ہے جیسے شہادت میں ہوتا ہے، لیکن یہ قول ضعیف ہے جس پر اعتماد نہیں کیا گیا ہے۔(۱)

(۸) ایک ہی راوی پر جرح وتعدیل کا اجتماع:

جب ایک راوی پر جرح کی گئی ہو اور اسی راوی کی تعدیل بھی کی گئی ہو، تو ضابطہ یہ ہے کہ جرح کو تعدیل پر مقدم کیا جائے گا بشرطے کہ جرح مفسر ہو اور اگر "جرح مبہم غیر مفسر ہو تو تعدیل مقدم ہوگی۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تعدیل کنندگان کی تعداد جرح کنندگان سے زیادہ ہو تو تعدیل مقدم ہوگی، لیکن یہ قول قابل اعتماد نہیں ہے۔(۲)

---

(۱) علوم الحدیث: ص ۹۶، ۹۷ یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کے بارے میں جرح وتعدیل ذکر کی گئی ہو، لیکن اگر کسی کے بارے میں جرح غیر مفسر موجود ہو جس میں تعدیل نہ ہو تو یہ مقبول ہے۔

(۲) "علوم الحدیث" ص ۹۹ دیکھیے اور "الکفایۃ" ص ۱۰۵/۱۰۷ تا ۱۰۷، لیکن جرح مفسر کی صراحت نہیں، کیوں کہ ایک جگہ بیان کیا ہے کہ جرح مفسر ہی مقبول ہوتی ہے۔

الفاظِ جرح وتعدیل اوران کے مراتب:

ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازیؒ نے اپنی کتاب "الجرح و التعدیل" کے مقدمے میں ''الفاظِ جرح وتعدیل'' کے چار درجے (۴ مراتب) بیان فرمائے ہیں، اور ہر ہر درجے کا حکم بھی بیان کیا ہے، پھر علامہ ذہبیؒ نے، اوران کے بعد علامہ عراقیؒ نے مراتبِ تعدیل پر ایک مرتبے کا اضافہ کیا ہے، جو ابن ابی حاتم کے بیان کردہ ''مرتبہ اولیٰ'' سے اعلیٰ ہے اور وہ ہے ''لفظِ توثیق'' کومکرر لانا، مثلاً: کہنا "ثقة ثقة" "ثقة حجة" پھر حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے حافظ ذہبیؒ اور حافظ عراقیؒ کے اضافہ کردہ مرتبۂ تعدیل پر اضافہ فرمایا اور کہا کہ اس سے اعلیٰ بھی تعدیل کا ایک مرتبہ (درجہ) ہے، وہ ہے اسمِ تفضیل کا صیغہ استعمال کرنا، مثلاً: "اوثق الناس" یا "اثبت الناس" کے الفاظِ تعدیل بولنا، اس طرح مراتبِ تعدیل چار کے بجائے چھ ہوگئے۔

اسی طرح علمائے کرام نے ابن ابی حاتم کے بیان کردہ مراتبِ جرح پر بھی دو مراتب کا اضافہ فرمایا ہے تو مراتبِ جرح بھی مراتبِ تعدیل کی طرح چھ ہوگئے۔

اب حسبِ ذیل سطروں میں الفاظِ جرح وتعدیل، ان کے مراتب اور احکام کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

مراتبِ الفاظِ تعدیل:

(۱) الفاظِ تعدیل کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ الفاظ توثیق وتصدیق میں مبالغے پر دلالت کریں، الفاظ "أفعل التفضیل" کے وزن پر ہوں اس کے یہ مراتب ہیں: سب سے اونچا ہے، مثلاً: یہ کہے کہ "فلان إلیه المنتهٰی في التثبیت"، یایوں کہے: "لا أعرف

لـه نظيرا في الدنيا" يا "فـلان أثبت الناس" يا "أوثق الناس" یا کہے کہ "فلان أوثق من أدركت من البشر"۔

(۲) الفاظِ تعدیل کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ صفاتِ توثیق میں سے کسی ایک صفت یا دو صفات کے ذریعے راوی کی تائید کی جائے، مثلاً: کہا جائے "ثـقة ثقة" یا "ثقة ثبت" یا "ثبت حجة" یا "ثقة مأمون" یا کہے "ثقة حافظ"۔

(۳) تیسرا مرتبہ، الفاظِ تعدیل کا یہ ہے کہ الفاظ توثیق کو تو بتلائیں لیکن تاکید کے ساتھ نہیں، جیسے: فـلان "ثقة" یا "حجة" یا "ثبت" یا "كـأنـه مصحف" یا "عدل ضابط"۔

(۴) چوتھا درجہ الفاظِ تعدیل کا یہ ہے کہ الفاظِ تعدیل کو بتلائیں لیکن ضبط پر ان کی دلالت نہ ہو، مثلاً: "صدق" یا "مـحـلّـه الصدق" یا "لا بـأس به" یہ ابن معینؒ کے علاوہ کے نزدیک ہے، البتہ اگر "لا بـأس بـه" ابن معینؒ بولیں تو جس راوی کے بارے میں بولیں گے وہ ابن معینؒ کے نزدیک ثقہ ہوں گے یا مامون وخیار۔

(۵) پانچواں درجہ ان الفاظ کا ہے جن میں "تعدیل" یا "تجریح" کی کوئی دلالت نہیں ہے، مثلاً: "فـلان شيخ" یا "روى عـنـه الناس" یا "إلى الـصـدق ما هو" یا "وسط" یا "فلان شيخ وسط" وغیرہ۔

(۶) چھٹا اور آخری درجہ ان الفاظ کا ہے جن میں تعدیل پر تو دلالت نہ ہو، البتہ وہ الفاظ جرح کے قریب قریب ہوں، مثلاً: "فـلان صـالـح الـحديـث" یا "يُـكتب حديثه" یا "يُعتبر به" یا "فلان مقارب الحديث" یا "صالح" وغیرہ۔

مراتبِ تعدیل کا حکم:

(۱) ابتدائی تین مراتبِ تعدیل سے محدثین حجت پکڑتے ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض بعض سے قوی درجہ رکھتے ہیں۔

(۲) البتہ چوتھا اور پانچواں دونوں مراتبِ تعدیل، تو ان درجوں سے متعلق محدثین کی احادیث قابلِ حجت نہیں ہیں، لیکن ان کی احادیث لکھی جاتی ہیں اور ان کو پرکھا جاتا ہے(۱)، اگرچہ مرتبہ خامسہ کے لوگ مرتبۂ رابعہ سے کم درجہ کے ہیں۔

(۳) مرتبہ سادسہ کے لوگوں کی احادیث قابلِ استدلال نہیں، ہاں اعتبار کے لیے ان کی احادیث کو لکھا جائے گا، اختبار کے لیے نہیں، کیوں کہ ان کا معاملہ عدمِ ضبط کے بارے میں واضح ہے۔

الفاظِ جرح کے مراتب:

(۱) پہلا درجہ الفاظِ جرح کا یہ ہے الفاظِ جرح تلیین اور نرم روی کو بتلائیں، (یہ درجہ جرح کا سب سے اسہل اور کم تر درجہ ہے) مثلاً: یہ کہا جائے کہ **"فلان لَيِّنُ الحديث"** یا **"فيه مقال"** یا **"في حديثه ضعف"** یا **"فلان ليس بذاك"** یا **"ليس بمامون"** وغیرہ۔

---

(۱) ان محدثین کا ضبط پرکھا جاتا ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی احادیث کو ثقات اور متقنین پر پیش کیا جاتا ہے، اگر احادیث موافق ہوتی ہیں تو ان سے استدلال کیا جاتا ہے ورنہ نہیں، اس بنیاد پر جس محدث کے بارے میں "صدوق" کہا گیا ہو اس کی حدیث پرکھنے سے پہلے قابلِ استدلال نہیں۔ اور یہ اس شخص کا وہم ہے جس نے یہ کہا ہے کہ جس کے بارے میں "صدوق" کہا گیا ہو اس کی حدیث حسن ہے، اس لیے کہ حدیث حسن صحیح ہی کی نوع سے ہے، ائمہ جرح و تعدیل اور حفاظِ حدیث کا یہی مذہب ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے: تقدمۃ الجرح والتعدیل: از ابن ابی حاتم علوم الحدیث لابن الصلاح: ص/۱۱۰، التقریب للنووی: ۱/۳۴۳، التدریب للسیوطی: ۱/۳۴۳، فتح المغیث للسخاوی: ۱/۳۶۸۔

(۲) دوسرا درجہ الفاظِ جرح کا یہ ہے کہ ان میں عدم احتجاج یا اس جیسی چیز کی صراحت ہو، مثلاً: یہ کہا جائے کہ "فلان لا یحتج به" یا "فلان ضعیف" یا "له مناکیر" یا "واهي" یا "ضعّفوه" وغیرہ۔

(۳) تیسرا درجہ الفاظِ جرح کا یہ ہے کہ الفاظِ جرح میں عدم کتابتِ حدیث کی صراحت ہو یا اس جیسی چیز کی صراحت ہو، مثلاً: "فلان لا یکتب حدیثه" یا "فلان لا تحل الروایة عنه" یا "ضعیف جدا" یا "واهي بمرة" یا "طرحوا حدیثه" وغیرہ۔

(۴) الفاظ جرح کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ الفاظ جرح میں تہمت بالکذب وغیرہ کی دلالت ہو، مثلاً: یہ کہا جائے کہ "فلان متّهم بالکذب" یا "متّهمُ بالوضع" یا "فلان یسرق الحدیث" یا "ساقط" یا "لیس بثقة"۔

(۵) پانچواں درجہ الفاظِ جرح کا یہ ہے کہ الفاظِ جرح میں کذب وغیرہ کی دلالت ہو، جیسے: "فلان کذاب" یا "دجال" یا "وضّاع" یا "یکذب" یا "یضع"۔

(۶) چھٹا اور آخری درجہ الفاظِ جرح کا یہ ہے کہ الفاظِ جرح میں "مبالغہ فی الکذب" کی دلالت ہو، جیسے: "فلان أکذب الناس" فلاں سب سے زیادہ جھوٹا ہے، یا "إلیه المنتهی في الکذب" جھوٹ اسی پر ختم ہے، یا "هو رکن الکذب" یا "هو معدن الکذب" یا "إلیه المنتهی في الوضع" وضعِ حدث اس پر ختم ہے۔

جرح کے مراتب کا حکم:

(۱) الفاظِ جرح کے پہلے اور دوسرے مرتبے میں جن حضرات کا نام آتا ہے، ان حضرات سے منقول احادیث کو حجت تو نہیں بنایا جائے گا، ہاں ان کی احادیث کو صرف

اعتبار کے لیے لکھا جائے گا، اگر چہ دوسرے مرتبے والے محدثین کا درجہ پہلے مرتبے والوں سے کم ہے۔

(۴) رہی بات آخیر کے چار مراتبِ جرح کی: یعنی تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا مرتبۂ جرح، تو ان سب مراتبِ جرح کے محدثین کی احادیث نہ تو حجت ہیں، نہ لکھی جائیں گی، نہ معتبر ہوں گی، کیوں کہ خود ان میں قوت کی شان نہیں ہے تو دوسروں کو کیا قوت دیں گی۔

دوسری فصل

رجال پر تحریر کردہ کتابیں

تراجم رجال پر لکھی گئی کتابوں کی اقسام

کتب اسماء الرجال پر ایک نظر

محدثینِ کرامؒ نے فنِ اسماء الرجال اور تراجمِ رجال پر مختلف انواع کی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جس کا اولین مقصد یہ ہے کہ حدیث شریف کی خدمت اور حدیث سے کذب و افترا پردازی کی حیلہ سازی کا پردہ چاک کیا جائے جس کا واحد طریقہ یہ تھا کہ ان تمام لوگوں کے اسماء کا احصا کرلیا جائے جنہوں نے سنت مطہرہ کی روایت اور نصوص ومتون حدیث کے نقل سے کچھ بھی دل چسپی لی ہو، پھر ان حضرات کی زندگیوں کے نشیب وفراز اور مراحل زیست پر تفصیلی کلام کیا جائے، جس میں راوی کی زندگی کے تمام گوشوں پر بحث ہو، بالخصوص راوی کی زندگی کا وہ گوشہ ضرور، روشنی میں لایا جائے جس کا تعلق جرح وتعدیل سے ہو۔

محدثینِ کرام نے رجال اور فنِ اسماء الرجال پر کتابیں اس لیے تصنیف فرمائی ہیں تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کذب بیانی کی نسبت نہ ہونے پائے، راویانِ حدیث کے احوال کی صحیح معلومات بہم پہنچائی جائیں، قوی اور ضعیف رواۃِ حدیث کے درمیان خط امتیاز کھینچ دی جائے اور صادق وکذاب راویانِ حدیث کی صحیح پہچان ہو جائے، ایسا اس لیے ہوا کہ دشمنانِ اسلام نے جب دیکھا کہ اسلام کی شمع فروزاں کو علی الاعلان بجھانا ممکن نہیں تو انہوں نے چور دروازے سے گھس کر اسلام کے مضبوط قلعے میں دراڑ پیدا کرنی چاہی لیکن (ع) وہ شمع کیا بجھے گی جس کی حفاظت خدا کرے

اور وہ چور دروازہ کیا تھا؟ یہی کہ کذب بیانی اور جھوٹ موٹ کی احادیث جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گھڑ کر منسوب کر دی جائیں، اس کے لیے بعض ملحدین اور زندیق وخبیث طبائع نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور بے شمار موضوع اور گھڑی ہوئی احادیث کو ذخائر احادیث میں خلط ملط کرنے کی کوششیں کیں اور کامیاب بھی ہوئے لیکن آفرین ہو امت کے طبقۂ محدثین اور ان کی کوششوں کو، کہ انھوں نے فتنے کی شدت کو بروقت تاڑ لیا اور اس کی سرکوبی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔

کمر بستہ ہو کر محدثین کا یہ طبقہ اٹھ کھڑا ہوا اور حد درجے مشقت کو برداشت کر کے فن اسماء الرجال پر تالیف کا ڈھیر لگا دیا جن میں محدثین، زنادقہ، واضعین حدیث، دسیسہ کار اور مکر و فریب سے احادیث وضع کرنے والوں کا ایسا پردہ فاش کیا کہ سر چھپانے کو جگہ نہ ملی اور اپنی نازیبا اور قبیح حرکتوں کے ساتھ بیچ چوراہے پر ذلیل وخوار ہوئے، مسلمانوں نے ان کو خوب پہچان لیا، ان کی روایات نقل کرنے سے گریز کیا اور بعض مکر و فریب کا جال بننے والے، مسلمان خلفاء کے دور میں تہہ تیغ بھی کیے گئے، اللہ نے ان کا دجل وفریب آشکارا فرما دیا اور ان کی بری تدبیریں انہیں کو رسوا کر گئیں۔

حضراتِ محدثین نے فن اسماء الرجال کی تصنیفات میں بے پناہ محنت صرف کی جو صدیاں گذرنے کے بعد آج بھی ان کے حد درجے صبر واستقلال اور بے حد مہارتِ فن پر گواہ ہے کہ انھوں نے خدمتِ دین اور خدمتِ حدیث میں بے لوث مشقت اٹھائی اور اس محنت کے ذریعے اس نتیجے تک رسائی حاصل کی جہاں تک نہ گذشتہ اقوام پہنچ سکیں اور نہ آنے والی نسلیں ہی پہنچ سکتی ہیں بل کہ اس نتیجے کے قریب قریب تک پہنچنا بھی محال نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام مسلمانوں کی طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے اور ان کا اجر و

ثواب انہیں ابھی سے ملتا رہے تاکہ اپنی قبروں میں انہیں چین وسکون میسر ہو اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

اسماء الرجال کی کتابوں میں ان محدثین نے تفنن وتنوع بھی اختیار کیا، ان کی مختلف النوع اقسام اور تفریعات بھی بیان کیں، چناں چہ صحابۂ کرام کے احوال کے ساتھ مختص اسماء الرجال کی کتابیں طبقاتِ صحابہ کے نظام پر ترتیب دیں، اور اسماء الرجال کی جو کتابیں حروف تہجی کی ترتیب پر تصنیف فرمائیں ان میں بعض کتابیں بعض شہروں کے رواۃ ورجال کے ساتھ خاص کر کے لکھیں، بعض تصنیفات اسماء الرجال کے فن کی ایسی مرتب کیں کہ ان میں ثقہ اور ضعیف راویوں کو جمع کیا اور کچھ کتابوں کو تمام اقسام کے راویوں کے لیے مختص کر دیا، بعض کتابیں ایسی وجود میں آئیں جن میں مخصوص کتابوں کے رجال ہی کا تذکرہ ملتا ہے، بعض کتب میں عام راویانِ حدیث کے حالات مرقوم ہیں، اور کچھ کتابیں رواۃ کے القاب وکنیت پر مشتمل ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہم یہاں پر انشاء اللہ ان کتابوں کو ذکر کریں گے جو علم رجال میں لکھی جانے والی مختلف انواع پر، مشہور ترین کتابیں ہیں اور فنِ تخریج میں ہمارے لیے مفید تر ہیں، پھر ہر نوع کی تصنیفات میں، مشہور مصنفات کے نام ذکر کریں گے، بالخصوص ان مصنفات کو ذکر کریں گے جو طبع ہو کر منظرِ عام پر بھی آچکی ہیں، اگر کسی کو تخریج احادیث میں کتب احادیث سے استفادہ مقصود ہو تو تحقیق کرنے والوں کے لیے فن اسماء الرجال کی کتابیں بہت مفید رہیں گے۔

یہاں سے حسب ذیل سطروں میں، ہم فن اسماء الرجال کی اہم کتابوں کا تعارف پیش کریں گے جس میں کتاب کا مرتبہ مؤلفِ کتاب کا منہج تالیف اور اسلوبِ نگارش نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

کتب اسماء الرجال کی مشہور اقسام:

فن اسماء الرجال پر مختلف انواع کی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں جو زیادہ مشہور ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) المصنفات في معرفة الرجال

(۲) المصنفات في الطبقات

(۳) المصنفات في رواة الحديث عامة

(۴) المصنفات في رجال كتب مخصوصة

(۵) المصنفات في الثقات خاصة

(۶) المصنفات في الضعفاء و المتكلم فيهم

(۷) المصنفات في رجال بلاد مخصوصة

(۱) المصنفات فی معرفۃ الصحابۃ

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کتابیں تراجمِ صحابہ کی معلومات کے لیے تصنیف کی گئی ہیں، وہ مختلف گوشوں اور پہلوؤں سے بڑی اہمیت کی حامل اور معرکۃ الآرا تصانیف ہیں، یہ نہایت مفید اور اہم ترین کام ہے، ان کتابوں کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ ان کتابوں سے مرسل حدیث اور متصل حدیث میں امتیاز کا علم ہو جاتا ہے، اس لیے کہ جو آدمی اس شخص کو نہیں جانے گا جو کلام کو نبی تک، منتہائے سند میں پہنچا رہا ہے وہ کیسا ہے، آیا وہ صحابی ہے یا تابعی، تو وہ یہ نہیں جان سکتا کہ حدیث مرسل ہے یا متصل۔

تراجمِ صحابہ پر علاحدہ تصنیف کردہ کتابیں بے شمار ہیں ان میں مشہور ترین کتابیں یہ ہیں:

(الف) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: تالیف: ابن عبدالبر اندلسیؒ، یہ کتاب معرفتِ صحابہ کے موضوع پر اہم ترین کتاب ہے، البتہ مصنف نے مشاجراتِ صحابہ کی بحث کو تفصیل سے ذکر کیا ہے جس سے بعض پہلو کمزور ہو گئے ہیں، اس کتاب کا نام مصنفؒ نے ''الاستیعاب'' رکھا ہے، کیوں کہ ان کا خیال ہے کہ انہوں نے تمام صحابہ کے احوال کا احاطہ کرلیا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، بہت ساری ضروری چیزیں ان سے فوت ہو گئی ہیں۔

اس کتاب میں جن صحابۂ کرامؓ کے تراجم و حالات قلمبند کیے گئے ہیں ان کی تعداد ساڑھے تین ہزار ہے، اور صحابہ کرام کے ناموں کو حروفِ معجم کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے، جن میں نام کے پہلے حرف کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن اس کے بعد باقی حروف کا اہتمام متروک ہے، ناموں سے فراغت کے بعد مشہور کنیتوں کو ذکر کیا گیا ہے اور کنیت کو بھی حروفِ معجم کی ترتیب پر رکھا گیا ہے۔ پھر صحابیات کے اسماء، پھر ان کی مشہور کنیتیں ذکر کی گئی ہیں۔

(ب) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ:

تالیف: عز الدین ابی الحسن علی بن محمد ابن الاثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۰ ھ)

یہ کتاب اسمائے صحابہ کی معلومات کے لیے بے حد عمدہ کتاب ہے، اس کے مؤلفؒ نے اس کتاب کی ترتیب و تنسیق اور جمع و تہذیب میں کافی محنت کی ہے، اس کتاب میں ۷۵۵۴ رصحابہ کو ذکر فرمایا ہے، چناں چہ حروفِ معجم کی ترتیب پر اسمائے صحابہ کو ذکر فرمایا ہے، حرفِ اول اور حرفِ ثانی کی طرف سے نسبت کرتے ہوئے اسم کے آخر تک اسی طرح حروفِ معجم کی ترتیب پر ذکر کیا ہے، اسی طرح باپ دادا اور قبائل کی طرف علامہ ابن الاثیر جزریؒ کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں: ''اس کتاب کو میں نے الف، با، تا، ثا، کی ترتیب پر مدون کیا ہے، اور ناموں میں حرفِ اول، حرفِ ثانی اور حرفِ ثالث کو لازم پکڑا ہے، اسی

طرح آخر اسم تک کیا ہے، باپ اور دادا کے ناموں میں بھی اسی طرح ہے، اور ان دونوں کے بعد میں بھی یہی کیا ہے، اور قبائل میں بھی یہ طریقہ اپنایا ہے کہ اسمائے صحابہ کو ذکر کیا ہے، پھر خواتین صحابہ کا ذکر کیا ہے۔

اور ہر ترجمے کی ابتدا میں مفرد حروف کو ذکر کیا ہے جو ان مصنفین کے ناموں کے لیے رموز واشارات ہیں جو گزرے ہیں اور انہوں نے اپنی تصنیفات میں اس صحابی کے نام کو ذکر کیا ہے، یہ رموز واشارات ۴/ ہیں:

(۱)　د　:　ابن مندہ کے لیے، نام ہے ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ (۳۰۱ھ)

(۲)　ع　:　ابو نعیم کے لیے، نام ہے احمد بن عبد اللہ اصفہانیؒ (۴۳۰ھ)۔

(۳)　ب　:　ابن عبد البر کے لیے، نام ہے ابو یوسف بن عبد اللہ القرطبیؒ (۴۶۳ھ)۔

(۴)　س　:　ابو موسیٰ محمد بن عمر مدینیؒ (۵۸۱ھ)۔

پھر ہر ترجمے کے اخیر میں ان مصنفین کے اسمائے گرامی کو ذکر کیا ہے جنہوں نے صاحب ترجمہ کا ذکر کیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ حروف چھوٹ نہ جائیں۔

(ج)　الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ:

تالیف: علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ)۔

یہ کتاب اسمائے صحابہ میں جامع ترین اور کامل و مکمل کتاب ہے، مؤلف نے ان تمام کتابوں سے استفادہ کیا ہے جو متقدمین علمائے کرام نے اس موضوع پر تصنیف فرمائی ہے۔

چناں چہ اس کتاب میں تمام ضروری معلومات کو مرتب فرمایا ہے اور اوہام سے گریز کیا ہے اور ایسے اضافے بھی کیے ہیں جو بعض طرق حدیث میں انہوں نے مناسب سمجھا، یا دوسری تصنیفات سے اخذ فرمایا اس طرح یہ کتاب نہایت مفید اور جامع ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب کو حروفِ معجم کی ترتیب پر، علامہ ابن اثیرؒ کی طرح اچھی طرح مرتب فرمایا ہے، جس میں پہلے اسمائے صحابہ لائے ہیں، پھر ان کی کنیت، پھر اسمائے صحابیات پھر ان کی کنیت، البتہ اسم اور کنیت میں ہر حرف کی ایک نئی تقسیم لائے ہیں جو حروف معجم کی ترتیب پر ایک اضافہ ہے، تو ہر حرف کی ۴ر اقسام بنائی ہیں:

قسم اول: پہلی قسم ان حضرات کے بارے میں ہے جن کی صحابیت بطریق روایت ثابت ہے، خواہ خود راوی نے نقل کیا ہو یا دوسرے کے نقل کرنے سے معلوم ہو، یا ان کا ذکر ان الفاظ وعبارات سے ہوا ہو جو صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کریں، جو بھی طریقہ رہا ہو۔

قسم ثانی: دوسری قسم ان حضرات کے بارے میں ہے جو صحابہ ہیں لیکن دوسرے صحابہ کے مقابلے میں بچے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت سن تمیز تک نہ پہنچ سکے۔

قسم ثالث: تیسری قسم ان حضرات کے بارے میں کتابوں میں ہے جن کا ذکر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے پہلے کی کتابوں میں ہے اور وہ مُخضرمین میں سے ہیں یعنی جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا، اور ان کے بارے میں کوئی ایسی حدیث مروی نہیں ہے جس میں یہ بات ہو کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے یا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، یہ حضرات بالاتفاق صحابہ میں داخل نہیں ہیں، ان کا ذکر تو صرف اس لیے ہوتا ہے کہ طبقۂ صحابہ سے یہ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

قسم رابع: چوتھی قسم ان لوگوں کے بیان میں ہے جن کا ذکر قدیم کتابوں میں صحابۂ کرامؓ کے ناموں کے ضمن میں غلطی سے بطور وہم کے آگیا ہے اور اس وہم اور غلطی کا اس میں بیان بھی ہے۔

لہٰذا مذکور الصدر چاروں قسموں کے ناموں کے بارے میں معلومات ہونی چاہیے بالخصوص اس وقت جب کہ صحابہ کے ناموں کی تحقیق کا سلسلہ چل رہا ہو، تاکہ تحقیق کرنے والے کو پتہ چل جائے کہ یہ شخص صحابی ہے، یا صحابی نہیں ہے، یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ یہ قسم اکثر و بیشتر سب سے اہم مانی جاتی ہے۔

اس کتاب میں تراجمِ صحابہ کی مقدار بارہ ہزار دو سو سترسٹھ ہے جن میں سے نو ہزار چار سو ستھتر ترجمے ان رجال کے ہیں جو اپنے اسماء سے جانے جاتے ہیں اور بارہ سو اڑسٹھ ترجمے کنیت سے پہچانے جانے والے رواۃ کے ہیں اور پندرہ سو بائیس ترجمے خواتین کے اسماء اور کنیت والے ہیں۔

المصنفات في الطبقات

۲- کتب الطبقات:

کتب الطبقات یعنی طبقات پر لکھی جانے والی کتابیں ایسی ہوتی ہیں جن میں ان شیوخ و محدثین کے تراجم ہوتے ہیں جو ایک طبقے کے بعد دوسرے طبقے میں اور ایک زمانے کے بعد دوسرے زمانے میں آتے ہیں، یہاں تک کہ مولفِ کتاب کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے، ان کتابوں میں طبقاتِ رجال پر بعض کتابیں عام ہوتی ہیں اور بعض کتابیں مخصوص رجال پر ہوتی ہیں جیسے طبقات الحفاظ علامہ ذہبیؒ کی ہے، طبقات القراء عسکریؒ ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہاں پر ہم طبقات پر لکھی گئی ان کتابوں کو ذکر کریں گے جو رجال میں بالعموم اور حدیث میں بالخصوص مشہور ہیں، کیوں کہ اسانیدِ رواۃ پر بحث کرتے وقت اکثر و بیشتر انہیں کتابوں کی، دوسری کتابوں کی کتابوں کی بہ نسبت، زیادہ ضرورت پڑی ہے: ان کتابوں میں سے ایک یہ ہے:

الف: الطبقات الکبریٰ:

تالیف: ابوعبداللہ محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ (۲۳۰ھ)۔

اس کتاب میں مؤلف نے صحابہ، تابعین، تبعِ تابعین اور ان کے بعد حضرات کے تراجم کو اپنے زمانے کے محدثین تک جمع فرمایا ہے، یہ بڑا عمدہ اور مفید کام ہے، یہ کتاب ۸؍جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

پہلی جلد کو سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص کر دیا ہے۔

دوسری جلد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات اور انتقال کا ذکر ہے، پھر مدینہ منورہ میں فتویٰ دینے والے مفتیانِ کرام اور قرآن کریم جمع کرنے والے صحابہ کرامؓ کا ذکر ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ اسلم کے زمانے میں اور اس کے بعد جمع قرآن کا فریضہ انجام دیا، بعد ازاں ان حضرات مفتیان کرام کا ذکر ہے جو مدینہ میں صحابۂ کرام (مہاجرین وانصار) کے بعد فتوی نویسی کا کام انجام دیتے تھے۔

تیسری جلد میں بدری صحابہ کا ذکر ہے، جو انصار و مہاجرین میں سے تھے، چوتھی جلد میں ان مہاجرین وانصار کے تراجم کا ذکر ہے جو ابتدا ہی میں اسلام لے آئے تھے لیکن

غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، اسی طرح فتحِ مکہ سے قبل اسلام لانے والوں کے تراجم کا بھی ذکر ہے۔

پانچویں جلد میں مدینہ کے تابعین اور ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے جو مکہ مکرمہ، طائف، یمن، یمامہ اور بحرین میں فروکش ہو گئے تھے، پھر ان تابعین اور تبع تابعین کا ذکر ہے جو ان شہروں میں صحابہ کے بعد رونق افروز رہے۔

چھٹی جلد میں کوفہ میں بسنے والے صحابۂ کرام کا ذکر ہے، پھر ان کے بعد کوفہ میں رہنے والے تابعین، فقہائے کرام اور دیگر اہلِ علم کا ذکر ہے۔

ساتویں جلد میں دیگر بہت سارے دور ونزدیک کے صحابہ، تابعین اور تبعِ تابعین کا ذکر ہے، اپنے زمانے تک کے لوگوں کے ساتھ فرمایا ہے، البتہ مصر، شام اور بصرہ کے صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کا ذکر زیادہ فرمایا ہے، اس کے علاوہ شہروں کے اکابر کا ذکر آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

آٹھویں جلد میں صحابیات کا ذکر فرمایا ہے۔

علمائے امت نے علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام جرح وتعدیل کے باب میں معتبر مانا ہے، اسی لیے آپ کی یہ کتاب رجال حدیث کے تراجم میں قابل اعتماد، مستند اور اہم ترین مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ:

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرۃ الحفاظ" کے مصنف ہیں، آپؒ نے یہ کتاب حفاظ حدیث کے طبقات کے لیے مخصوص کی ہے، اسی لیے

حفاظِ حدیث کے تراجم اوران کے توثیق وتضعیف کے اقوال اس کتاب میں درج فرمائے ہیں، چناں چہ مصنف علیہ الرحمہ اپنے مقدمۃ الکتاب میں لکھتے ہیں:''**هذه تذكرة بأسماء معدلي حملة العلم النبوي و من يرجع إلى اجتهادهم في التوثيق والتضعيف و التصحيح و التزييف**". (۱)

علم نبوی کے حاملین کی تعدیل وتوثیق کرنے والوں کے اسماء کا اس کتاب میں تذکرہ ہے جن کے اجتہاد فی التوثیق والتضعیف اور تصحیح وتزییف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اس کتاب میں مشہور حاملین سنت اورفن جرح وتعدیل میں اصحاب اجتہاد کو ذکر کیا گیا ہے، جو طبقہ صحابہ سے مؤلف کے شیوخ کے طبقے تک چلا گیا ہے، جس کی تقسیم مؤلفؒ نے ۲۱ رطبقات میں کی ہے،اس کتاب میں تراجم رجال کی تعداد ۱۱۷۶ رتک پہنچ گئی ہے،صحابہؓ کے دور سے علامہ ذہبیؒ کے زمانے تک (یعنی آٹھویں صدی کے نصف تک) ہر طبقے کے مشہور محدثین کی معلومات کے لیے یہ کتاب بہت مفید ہے۔

اس کتاب کو مزید بہتر اور معلومات افزا بنانے کے لیے تین بڑے بڑے علماء نے اس کتاب پر اضافہ کیا ہے،اوروہ علامہ حسینیؒ متوفی ۷۶۵ھ علامہ ابن فہد مکی متوفی ۸۷۱ھ اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ ہیں،اس طرح ،اس کتاب میں ،ان تینوں حضرات کے اضافوں کے ساتھ پہلی صدی ہجری سے لے کر دسویں صدی ہجری کے اوائل تک تمام مشہور حفاظِ حدیثؒ اور محدثین کرامؒ کے تراجم یکجا ہو گئے ہیں۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ:۱/۱

المصنفات في رواة الحديث عامة

(۳) عام راویانِ حدیث پر مشتمل کتابیں:

یہ کتابیں عام راویانِ حدیث کے تراجم واحوال پر مشتمل ہوتی ہیں جن میں کسی خاص کتاب کے رجال کے احوال نہیں بیان کیے جاتے، نہ ہی صرف ثقہ راویوں کے حالات بیان کیے جاتے ہیں بل کہ ثقہ اور ضعیف دونوں طرح کے راویوں کے احوال بیان کیے جاتے ہیں، عام راویانِ حدیث کے تراجم پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں کچھ مشہور کتابیں حسبِ ذیل ہیں جو چھپ کر عام ہو چکی ہیں:

الف: التاریخ الکبیر:

یہ کتاب امام بخاری (۲۵۶ھ م) کی تالیف ہے، یہ کتاب بڑی ضخیم ہے، جس میں ۱۲۳۴۵ (بارہ ہزار تین سو پینتالیس) تراجم ہیں، جیسا کہ ترقیم شدہ مطبوعہ نسخے سے پتہ چلتا ہے، علامہ کتانیؒ نے "الرسالة المستطرفة" میں لکھا ہے کہ "تاریخ کبیر" میں تراجمِ رجال کی تعداد تقریباً چالیس ہزار (۴۰ رہزار) تک پہنچی ہے، لیکن اس مقدار کی کوئی مستند دلیل نہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو حروفِ معجم پر ترتیب دیا ہے لیکن یہ ترتیب راوی کے نام کے حرفِ اول باپ کے نام کے حرفِ اول کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے، البتہ کتاب کا آغاز ان راویوں سے کیا ہے جن کا نام "محمد" ہے، ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ اسمِ محمد کی شرافت وعظمت ظاہر ہو، جیسا کہ راویوں کے تمام اسما میں صحابہ کے اسمائے گرامی کو مقدم کیا ہے، صحابہ کے اسماء ذکر کرنے میں ان کے آباء کے اسماء کا لحاظ نہیں

کیا ہے،صحابہ کے ناموں کو ذکر کرنے بعد،بقیہ ناموں کو،ان کے آباء کے ناموں کی ترتیب ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر فرمایا ہے،چناں چہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی اس کتاب کے مقدمے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا ایک حصہ آپ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

”و هذه الأسامي وضعت على (ا،ب،ت،ث) و انما بدئ ب"محمد" من بين الحروف (ا،ب،ت،ث) لحال النبي صلى الله عليه وسلم ،لأن اسمه محمد صلى الله عليه وسلم، فإذا فرغ من المحمدين أبتدئ في الألف ثم الباء ثم التاء ثم الثاء ثم ينتي بها إلى آخر حروف (ا،ب،ت،ث)وهي (ى)والميم تجدها في موضعها،ثم هؤلاء المحمدون على (ا،ب،ت،ث)على أسماء آباءهم، لأنها قد كثرت إلا نحوا من عشرة إسماء فانها ليست على (ا،ب،ت،ث)لأنهم من آصحاب النبي صلى الله عليه وسلم“. (التاريخ الكبير للبخارى: ۱/۱۱)

امام بخاریؒ الفاظِ جرح وتعدیل استعمال کرتے ہیں لیکن جرح کے لیے بہت نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں،مثلاً کہتے ہیں:”فیہ نظر“یا”سکتوا عنہ“امام بخاریؒ کے یہاں، جرح کے لیے سب سے سخت لفظ”منکر الحدیث“ہے،اس سلسلے میں امام بخاریؒ کی اصطلاح عبارتوں میں کچھ اس طرح ہوتی ہے،جن کی احادیث کو محدثین نے ترک کردیا ہے،اور امام بخاریؒ جب بولتے ہیں کہ”فلان منکر الحدیث“تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس سے حدیث نقل کرنا جائز ہی نہیں،اور اکثر و بیشتر تو راوی کے سلسلے میں سکوت اختیار کرتے ہیں،نہ تائید و توثیق فرماتے ہیں اور نہ جرح کرتے ہیں تو ایسے مواقع میں،امام بخاریؒ کی طرف سے راوی کی توثیق و تائید ہوتی ہے۔

ب: الجرح والتعدیل:

یہ کتاب ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۲۷ھ) کی تالیف ہے، مصنف نے اس کتاب میں وہی طریقہ اپنایا ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "التاریخ الکبیر" میں اپنایا ہے، اور بڑی خوش اسلوبی سے کتاب ترتیب دی ہے، چناں چہ ہر راوی کے بارے میں جرح وتعدیل کے سلسلے میں جو جو کہا گیا ہے سب کو نقل فرمایا ہے، اور نقل میں تلخیص و اختصار سے کام لیا ہے، پھر اپنے اجتہاد کی روشنی میں اکثر مقامات پر اپنی رائے بھی ظاہر فرمائی ہے، اس طرح یہ کتاب جس کا نام "جرح وتعدیل" رکھا ہے صحیح معنوں میں جرح و تعدیل کی کتاب بن گئی ہے، یہ کتاب ۸ رجلدوں میں چھپی ہے، جس میں مصنف کا ایک وقیع مقدمہ بھی شامل ہے، تراجمِ رجال میں اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے، جو ایک سطر سے پانچ سطروں کے درمیان میں مکمل ہو جاتا ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں حروفِ معجم کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے جو راوی اور اس کے والد کے نام کے پہلے حرف کی نسبت کے اعتبار سے ہے، لیکن اس میں صحابہ کرامؓ کو مقدم کیا ہے، اسی طریقہ سے مکرر اسماء کو بھی مقدم رکھا ہے۔

اور ہر راوی کے ترجمے میں راوی کا نام، باپ کا نام، کنیت اور نسبت کو ذکر کیا ہے، نیز راوی کے مشہور اساتذہ وتلامذہ کو ذکر کیا ہے، اور صاحبِ تراجم کی مرویات میں سے کسی ایک حدیث کو بہت کم ذکر کیا ہے، راوی کے شہر اور اسفار کو ذکر کیا ہے، اس شہر کو بھی ذکر کیا ہے، جس میں نزول فرمایا، یا مستقل قیام کیا، نیز قدرے قلیل راوی کے عقیدے کو بھی بیان کیا ہے اگر وہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے سے متصادم ہو، اور اگر تالیفات چھوڑی ہیں تو ان کو بھی تھوڑا سا ذکر کیا ہے۔

اور کبھی کبھی سن وفات بھی بتلاتے ہیں، اور کتاب پر ایک نہایت پُر مغز علمی مقدمہ لکھا ہے، جس کا عنوان ہے "تقدمة المعرفة لكتاب الجرح و التعديل" اس مقدمے سے کتاب کے ابحاث سمجھنے میں آسانی ہوگی کیوں کہ جرح وتعدیل سے متعلق بڑی قیمتی باتیں اس مقدمے میں آگئی ہیں۔(۱)

المصنفات في رجال كتب مخصوصة

۴۔ مخصوص کتابوں کے رجال پر کتابیں:

فن جرح وتعدیل میں محدثین کرام نے بہت ساری ایسی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں کسی ایک کتاب کے تمام راویوں کے حالات درج فرمائے ہیں، اس میں دوسری کتاب کی حدیث کے راویوں کے حالات پر کلام نہیں کیا ہے، اس طرح کی کتابوں کا دوسری کتب حدیث برائے جرح وتعدیل سے امتیاز اس طور پر نمایاں ہوتا ہے کہ اس میں تمام رواۃ کتاب کے تراجم مذکور ہوتے ہیں، اس طرح طالب علم کتاب کے جس راوی کا ترجمہ جاننا چاہے اسے آسانی سے اس کی جانکاری مل جاتی ہے، اس طرح مخصوص کتابوں کے رواۃ کے ترجمے میں زائد تفصیل سے اجتناب کیا جاتا ہے اس طرح مشہور کتابوں میں حسب ذیل کتابیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں:

(أ) **الهداية و الإرشاد في معرفة أهل الثقة و السداد :**

تالیف: ابونصر احمد بن محمد الکلاباذیؒ (متوفی ۳۹۸/۳۰۸ھ؟) یہ کتاب بخاری

(۱) دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد الھند سے یہ مقدمہ کتاب کی شکل میں چھپ چکا ہے۔

کے رجال کے لیے مخصوص ہے۔(۱)

(ب) رجال صحیح مسلم:

تالیف: ابوبکر احمد بن علی الاصفہانی جو ''ابن منجویہ'' کے نام سے مشہور ہیں (متوفی ۴۲۸ھ)(۲) مکتبہ بلدیہ اسکندریہ میں مخطوطے کی شکل میں ۴۱ر اوراق پر مشتمل ہے۔

(ج) الجمع بین رجال الصحیحین:

تالیف: ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) آپ ''ابن القیسرانی'' کے لقب سے مشہور ہیں، اس کتاب میں آپؒ نے ''کلاباذی'' اور ''ابن منجویہ'' دونوں حضرات کی مذکورہ کتابوں کو جمع کیا ہے، جو چیزیں ان دونوں سے چھوٹ گئی ہیں ان کو ذکر کیا ہے اور بعض زوائد کو حذف کیا ہے، اور جن کے ذکر نہ کرنے سے بھی بات بن جاتی ہے، ان کو بھی حذف کردیا ہے۔

یہ کتاب حروف معجم کی ترتیب پر لکھی گئی ہے، مقدمہ میں مؤلف نے اس طریقے کو بھی درج کردیا ہے جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس میں ہم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رواۃ کے تراجم کو جمع کیا ہے، اور جس راوی کو تنہا بخاری نے یا مسلم نے ذکر کیا ہے، اس کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے۔(۲)

یہ کتاب ہندوستان میں چھپ چکی ہے، دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد ۱۳۲۳ھ میں اس کو طبع کرایا ہے۔

---

(۱) یہ کتاب مخطوطے کی شکل میں "دار الکتاب المصریۃ" میں موجود ہے، جس کے دو نسخے ہیں، پہلا نسخہ ۲۱۵ر اوراق پر مشتمل ہے اور دوسرا نسخہ ۳۸۱ر اوراق پر مشتمل ہے۔

(۲) الجمع بین الصحیحین: ۱/۲

(د) التعریف برجال الموطأ:

تالیف: محمد بن یحییٰ الحذاء التمیمیؒ (متوفی: ۴۱۶ھ) یہ کتاب ’’خزانۃ القرویین فاس‘‘ میں مخطوطے کی شکل میں ہے۔(۱)

(ھ) کتب التراجم الخاصۃ برجال الکتب الستۃ و بعض مصنفات لمؤلفیھا:

علمائے کرام اور محدثین عظامؒ نے بہت ساری کتابیں ایسی تصنیف فرمائی ہیں جن میں صحاح ستہ کے رجال کے تراجم تحریر فرمائے ہیں، اور کچھ دیگر چھوٹی کتابوں کے رجال کے تراجم بھی ساتھ میں ہیں جو کتب ستہ (صحاح ستہ) کے مصنفین ہی کی تحریر فرمودہ ہیں۔ انہیں کتابوں میں ایک کتاب ’’الکمال فی اسماء الرجال‘‘ ہے جسے حافظ عبد الغنی مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، یہ کتاب صحاح ستہ کے رجال پر لکھی گئی رجال کی کتابوں میں مشہور ترین کتاب ہے، اس پر علماء و محدثین نے کافی کام کیا ہے، کسی نے کتاب کی تہذیب اور اس میں کاٹ چھانٹ کی ہے تو کسی نے اختصار و تعلیق کا کام کیا ہے، ذیل میں کتاب مذکور سے متعلق اختصار و تعلیق اور تہذیب کے متعدد تحریری کاموں کا ہم ذرا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے۔

کتاب مذکور کی تہذیبات و مختصرات اور کتاب پر کلام کرنے سے پہلے، ان مشاہیر علماء و محدثین کا نام ذکر کیے دیتے ہیں جنہوں نے ’’الکمال....‘‘ کی تہذیب کی ہے، یا اس کا اختصار کیا ہے، یا اس پر استدراک کیا ہے، ساتھ ساتھ ان کی تالیفات کو بھی سنِ کی ترتیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

(۱) تہذیب الکمال: تالیف: علامہ مزیؒ (۷۴۲ھ)۔

(۲) التہذیب: تالیف: علامہ ذھبیؒ (۷۴۸ھ)۔

---

(۱) الزرکلی: مستدرک: ۲/۲۳۵

(۳) **الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ:**

تالیف: علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ھ)۔

(۴) **تہذیب التہذیب:** **تالیف:** ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ)۔

(۵) **تقریب التہذیب:** **تالیف:** ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ)۔

(۶) **خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال:** خزرجیؒ (۹۲۴ھ)

نقشہ برائے توضیح

الکمال في اسماء الرجال

|

تهذيب الكمال

|

تذهيب التهذيب

|

تهذيب التهذيب

|

الكاشف خلاصة تذهيب

|

تهذيب الكلام

|

تقريب التهذيب

مذکورہ تصنیفات اور ان کے مؤلفین کے منہجِ تصنیف پر گفتگو کرنے کے لیے، قدرے تفصیل مطلوب ہے، جو آرہی ہے۔

صحاحِ ستہ اور اس کے متعلقات کے رجال پر کتابیں

(۱) الكمال في اسماء الرجال:

صحاحِ ستہ کے رجال کے تراجم پر سب سے قدیم کتاب "الكمال في اسماء الرجال" ہے جو حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی الجماعیلی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے (متوفی ۶۰۰ھ)۔

یہ کتاب اس کے بعد آنے والے مؤلفین کے لیے تراجمِ رجال کے سلسلے میں اصل کا درجہ رکھتی ہے، ہاں مصنف میں اس کتاب میں طوالت سے کام لیا ہے، بعض تراجم پر استدراک کی بھی ضرورت ہے، بعض مسائل پر کچھ تحریر کرنے کی بھی حاجت ہے اور بے شمار امثال واقوال میں حذف واضافے اور تہذیب وتنقیح کی بھی ضرورت ہے، ان تمام باتوں کے باوجود علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے بقول "یہ کتاب حاملین حدیث وآثار کے بارے میں معلومات کے لیے حقیقتاً ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے اور واقعتاً اہلِ بصیرت کی دانش مندیوں کے لیے ایک بڑی تصنیف ہے۔

(۲) چوں کہ اس میں اکمال اور تہذیب وتحریر کی ضرورت تھی اس لیے حافظ ابوالحجاج یوسف بن زکی مزّیؒ (متوفی/۷۴۲ھ) نے تہذیب واکمال کا بیڑا اٹھایا اور "تہذیب الکمال" نام کی کتاب لکھی اس کتاب میں بڑے کمال اور حسن سلیقہ سے تہذیب واکمال کا کام انجام دیا ہے، جیسا کہ حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے بیان فرمایا ہے، لیکن اس میں بھی مصنف نے طوالت سے کام لیا ہے، علامہ ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کی

تعریف میں کہتے ہیں "اجمع علی انه لم یُصنف مثله، و لا یُستطاع" اس بات پر اجماع ہے کہ اس جیسی کتاب نہ لکھی گئی اور نہ لکھی جا سکتی ہے۔

(۳) إکمال تهذیب الکمال:

علامہ مزیؒ کی کتاب پر علامہ حافظ علاؤ الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۶۲ھ) نے حاشیہ لکھا ہے اور تکمیل فرمائی ہے، اسی تحشیہ و تکمیل کا نام انہوں نے "إکمال تہذیب الکمال" رکھا ہے، یہ ضخیم کتاب ہے اور نفع بخش بھی زیادہ ہے، علامہ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے علامہ مغلطائی کی اس کتاب سے بہت استفادہ کیا ہے۔

علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تہذیب الکمال" میں حسب ذیل باتیں ملحوظ رکھی ہیں:

(۱) صحاح ستہ کے رجال پر کلام کیا ہے، اسی طرح صحاحِ ستہ کے مصنفین نے جو دیگر کتبِ احادیث لکھی ہیں ان کے رجال پر بھی کلام کیا ہے، ہاں اصحاب صحاحِ ستہ نے جو کتبِ تواریخ تصنیف کی ہیں ان کے رجال کو ترک کر دیا ہے، کیوں کہ کتبِ تواریخ میں آنے والی احادیث سے دلائل پیش کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

(۲) ہر ترجمے میں ایسے رموز و اشارات اپنائے ہیں جو ان مصنفات کو بتلاتے ہیں جو صاحب ترجمہ کی سند سے حدیث نقل کرتی ہیں۔

(۳) ہر راوی کے حالات میں اس کے اساتذہ اور شاگردوں کا بھی بالاستیعاب ذکر کیا گیا ہے، جتنا مصنفؒ سے ہو سکا اتنا کیا ہے، اسی لیے اکثر رواۃ میں اس کو ملحوظ رکھا ہے، اس لیے کہ تمام رواۃ میں ان کے شیوخ و اساتذہ اور شاگردوں کا بالاستیعاب ذکر محال نہیں تو متعسّر ضرور ہے۔

(۴) رواۃ کے اساتذہ اور شاگردوں کا ذکر بھی حروف معجم کی ترتیب پر کیا گیا ہے۔

(۵) راوی کا سن وفات، اختلاف اور علمائے کرام کے اقوال کا اس سلسلے میں تفصیلی ذکر کیا ہے۔

(۶) کچھ تراجم ایسے ذکر کیے ہیں جن میں احوالِ رواۃ مذکور نہیں، صرف اتنا کہا ہے کہ: "روی عن فلان، روی عنه فلان، أخرج له فلان" ظاہر یہی ہے کہ کچھ رواۃ کے احوال پر کلام نہیں کیا ہے، اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے کیوں کہ ہزاروں راویوں کے احوال پر کلام کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے، اس کے باوجود جن راویوں کے احوال ذکر نہیں کیے ہیں ان کی تعداد ذکر کردہ راویوں کے احوال کی بہ نسبت بہت کم ہے۔

(۷) اُن احادیث کو ذکر کر کے کتاب طویل کر دی ہے جو موافقات اور ابدال وغیرہ اقسامِ علو میں شمار ہوتی ہیں اور وہ ان کی مرویات ہیں، کتاب کے حجم کے اعتبار سے ایسی احادیث کتاب کی سائز کا ایک تہائی تو ضرور ہوں گی، اس کا اندازہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تہذیب التہذیب" کی مقدمے میں ص/۳ ر میں لگایا ہے۔

(۸) تراجم رجال کے اسماء کو حروفِ معجم پر ترتیب دیا ہے جس میں صحابہ کے اسماء دوسروں کے ساتھ ملے جلے ہیں، اس کے برعکس، الکمال کے مصنف نے صحابہ کے اسماء کو الگ سے بیان کیا، دوسروں کے ناموں کو ان میں مخلوط نہیں کیا ہے، البتہ حرف ہمزہ میں اپنے نام احمد سے اور حرف میم میں اپنے نام محمد سے آغاز فرمایا ہے۔

(۹) بعض اقوال جرح وتعدیل میں، ائمہ جرح وتعدیل میں سے ان کے قائلین کی طرف، سند کے ساتھ منسوب کیے گیے ہیں۔ ان اقوال میں سے بعض اقوال بغیر سند کے ذکر کیے گیے ہیں اور اس سلسلے میں فرمایا ہے: جن اقوال کو ہم نے اپنی اس کتاب میں بلا سند

ذکر کیا ہے، اگر اس کو معروف اور جزم ویقین کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے تو ان اقوال میں کوئی خرابی نہیں اور اگر وہ اقوال بغیر سند کے، صیغہ مجہول (اور تمریض) کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ وہ محل نظر ہیں۔

(۱۰) مبہم اسماء اور کنیت والے بعض ناموں کی ترتیب پر تنبیہ فرمائی ہے چناں چہ فرماتے ہیں:

''اگر کنیت والے اصحاب میں ایسے راوی ہیں جن کے اسماء بغیر کسی اختلاف کے معروف ومشہور ہیں تو ہم نے ان کو اسماء میں ذکر کیا ہے پھر کنیت والوں میں اس پر تنبیہ کر دی ہے، اور اگر ان میں وہ راوی ہیں جن کے اسماء غیر معروف ہیں یا اس میں اختلاف ہے تو ہم نے ان کا ذکر کنیت میں کیا ہے اور اسماء میں جو بھی اختلاف ہے اس کو بیان کیا ہے۔

اسی طرح خواتین راویوں کے اسماء میں بھی کیا ہے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اسماء دو یا دو سے زیادہ تراجم میں داخل ہو جاتے ہیں تو ہم ان کو پہلے ترجمے میں ذکر کر دیتے ہیں پھر دوبارہ ترجمے میں اس پر تنبیہ کر کے گذر جاتے ہیں۔ بعدازاں ان راویوں کے لیے فصلیں ہیں جو اپنے باپ یا دادا، یا ماں یا چچا کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے ہیں، اسی طرح اپنے قبیلے، شہر یا پیشے وغیرہ کی طرف نسبت کر کے جانے جاتے ہیں، یا اپنے لقب وغیرہ سے مشہور ہوئے یا ایسے راوی جن کا مبہم انداز میں تذکرہ ہے مثلاً: فلان عن أبيه، يا فلان عن جده أو امه أو عمه أو خاله، او فلان عن رجل أو إمرأة وغیرہ، ان کے ساتھ اسماء کا اگر پتہ چل جائے تو ان کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہی حال خواتین رواۃ میں بھی کیا ہے۔

(۱۱) کتاب میں تین فصلیں ذکر کی ہیں: ایک ائمہ ستہ کی شرائط کے بارے میں، دوسرے

روایت عن الثقات کی ترغیب کے سلسلے میں اور تیسری فصل نبوی ترجمے کے بارے میں۔

(۱۲) ''الکمال'' اصل کے متعدد تراجم کو تہذیب الکمال میں حذف کر دیا ہے، اس لیے کہ مصنفِ ''الکمال'' نے ان کے تراجم ذکر کیے ہیں، کیوں کہ بعض اصحاب ستہ نے ان کے تراجم ذکر کیے ہیں، لیکن کتب ستہ میں سے کسی پر بھی ان کے راویوں کی روایت پر انحصار نہیں کیا ہے۔

علامہ مزی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں کل ۲۷ر رموز واشارات استعمال کیے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ع : مجموعہ اصحاب ستہ

(۲) ع : چار اصحاب سنن: ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ

(۳) خ : بخاری شریف

(۴) م : مسلم شریف

(۵) د : سنن أبی داؤد

(۶) ت : ترمذی شریف

(۷) س : نسائی شریف

(۸) ق : ابن ماجہ

(۹) خت : بخاری فی التعالیق

(۱۰) بخ : بخاری فی الادب المفرد

(۱۱) ی : فی جزء رفع الیدین

(۱۲) عخ : خلق افعال العباد

(۱۳)	ز	:	جزء القرأۃ خلف الامام
(۱۴)	مق	:	مقدمہ مسلم
(۱۵)	مل	:	ابوداؤد فی المراسیل
(۱۶)	قد	:	فی القدر
(۱۷)	خد	:	فی الناسخ والمنسوخ
(۱۸)	ف	:	کتاب التفرد
(۱۹)	صل	:	فی فضائل الأنصار
(۲۰)	ل	:	فی المسائل
(۲۱)	کد	:	مسندِ مالک
(۲۲)	تم	:	ترمذی فی الشمائل
(۲۳)	ی	:	نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ
(۲۴)	کن	:	مسندِ مالک
(۲۵)	ص	:	خصائص علی
(۲۶)	عس	:	مسند علی
(۲۷)	فق	:	ابن ماجہ فی التفسیر

اس طرح کل ۲۷ ؍ رموز واشارات ہیں، یہ کتاب اور "الکمال" دونوں ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی ہیں۔

(۴) تذہیب التہذیب:

اس کے بعد حافظ ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ھ)

آئے، آپؒ نے اپنے شیخ علامہ مزیؒ کی کتاب پر دو کتابیں تصنیف کیں، ایک بڑی ضخیم ہے جس کا نام "تــذهيــب التهـذيــب" ہے اور دوسری نسبتاً چھوٹی ہے اس کا نام ہے "الكــاشف في معــرفة من لـه رواية في الكتب الستة" پہلی کتاب تذہیب التہذیب کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا کہنا ہے کہ "مصنف نے اس کتاب میں طویل عبارتیں استعمال کی ہیں، اکثر و بیشتر "التہذیب" میں جو کچھ ہے اس سے تجاوز نہیں فرمایا ہے، ہاں اگر کہیں کچھ اضافے کیے بھی ہیں تو وہ چند وفیات اور ان کے سن کی تعیین فرمادی ہے، لیکن وہ بھی ظن و تخمین ہے، بعض تراجم رجال میں مناقبِ صاحب الترجمہ بھی ذکر فرمائے ہیں، لیکن جرح و تعدیل کو نہیں بیان فرمایا جب کہ اس فن میں جرح و تعدیل ہی پر اعتماد کرتے ہوئے تضعیف و تصحیح کے احکام لگائے جاتے ہیں، البتہ بعض تراجم کا علامہ ذہبیؒ نے اضافہ کیا ہے، یہ علامہ مزیؒ پر استدراک ہے، اس سلسلے میں حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں:

"میں نے اس مختصر کتاب "تهـذيـب التهـذيب" میں علامہ ذہبیؒ کی کتاب "تـذهيب التهذيب" سے کچھ ہی چیزیں اخذ کی ہیں کیوں کہ انہوں نے بہت کم اضافہ کیا ہے"۔

(۵) الکاشف:

"الکاشف" نام کی یہ کتاب، علامہ مزیؒ کی کتاب "تہذیب الکمال" کا اختصار ہے، مصنفؒ نے اس کتاب میں ہر راوی کے حالات میں، راوی کا نام، والد کا نام کبھی دادا کا نام بھی اور کنیت و نسبت پر اکتفا کیا ہے، راوی کے مشہور شیوخ اور مشہور شاگردوں کو بھی بیان کیا ہے، پھر ایک کلمے یا ایک جملے میں راوی کی توثیق یا جرح کی ہے، پھر سن وفات بیان کیا ہے۔ صاحبِ ترجمہ کے نام کے اوپر کچھ رموز و اشارات ذکر کیے ہیں، جس کا مقصد ان کو بتلانا ہے جنہوں نے ان کے لیے روایت کیا ہے اور صحاح ستہ کے اصحاب میں سے

ہیں، اور انہوں نے اصحابِ ستہ کے تراجم پر اکتفا کیا ہے اور اسماء کی ترتیب حروفِ معجم کے مطابق ہے لیکن حروف ہمزہ کی ابتدا ان ناموں سے کی ہے جن کو ''احمد'' کہا جاتا ہے جیسا کہ میم کی ابتدا ان راویوں سے کی ہے جن کا ''محمد'' نام ہے اور مقدمۃ الکتاب میں حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ''یہ مختصر کتاب ہے صحاح ستہ کے رجال کے سلسلے بہت مفید ہے، یہ کتاب ''تہذیب الکمال'' سے اخذ کر کے لکھی گئی ہے، تہذیب الکمال شیخ حافظ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، ان راویوں کے ذکر پر میں نے اکتفا کیا ہے جن کی روایت کا ذکر کتبِ ستہ (صحاح ستہ) میں ہے، صحاح ستہ کے علاوہ تالیفات جو تہذیب الکمال میں شامل ہیں ان کے رواۃ کا ذکر نہیں کیا ہے، نہ ان کا ذکر ہے جو تمییز یا تنبیہ کے لیے ذکر کیے گئے ہیں۔

رموز واشارات

خ	:	بخاری	م	:	مسلم
ت	:	ترمذی	س	:	نسائی
د	:	ابوداؤد	ق	:	ابن ماجہ
ع	:	صحاحِ ستہ	ع	:	اصحابِ سننِ اربعہ

کتاب کا ایک نمونہ:

''د: أحمد بن أبراهم الموصلي، أبو علي عن شريک وحماد بن زيد وطبقتهما، وعنه، والبغوي وأبويعلي وخلق، وثقي، مات ۲۳۶''

اس نمونہ سے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ترجمہ راوی کے حالات کی ایک واضح

تصویر کھینچتا ہے، اگر چہ نہایت مختصر ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا کہنا کہ الکاشف کے ترجمہ کو میں نے بس ''عنوان کی طرح'' پایا ہے، یہ محل نظر ہے، اور یہ نہ کہا جائے کہ لوگ ان اشیاء کے مشتاق ہوتے ہیں، جو پوشیدہ ہوتی ہیں، اس لئے کہ جن کو تفصیلی بحث درکار ہو وہ بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے، اور جسے مختصر معلومات کی ضرورت ہو اس کے لئے یہ کتاب کافی ہے، اس کے باوجود ''الکاشف'' ترجمہ پیش کرنے میں وسیع تر ہے اور حافظ ابن حجرؒ کی ''تقریب التہذیب'' کی اکثر معلومات کو اس میں سمو دیا گیا ہے، لہٰذا اگر دونوں کتابوں پر یہ کہہ کر اعتراض ممکن ہے کہ ان کے تراجم بس عنوان کی طرح ہیں تو یہ اعتراض حافظ ابن حجرؒ کی کتاب ''تقریب التہذیب'' پر زیادہ وارد ہوگا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۶) تہذیب التہذیب:

بعد ازاں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو انہوں نے ''تہذیب الکلام'' کا اختصار پیش کیا اور اس کا نام ''تہذیب التہذیب'' رکھا، جس کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہے:

(۱) جرح وتعدیل پر اکتفا کیا ہے۔

(۲) ان احادیث کو حذف کر دیا ہے جن کو علامہ ذہبیؒ نے اپنی عالی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سے تہذیب الکمال کا ایک حصہ کم ہو گیا ہے۔

(۳) صاحب ترجمہ کے اکثر شیوخ وتلامذہ جن کو علامہ مزیؒ نے بالاستیعاب ذکر کیا ہے، اس کتاب میں انہیں حذف کر دیا ہے، ان میں جو زیادہ مشہور، قوی الحفظ اور معروف ہیں ان کے ذکر پر اکتفا کیا ہے، بشرطیکہ راوی سے احادیث بکثرت مروی ہوں۔

(۴) اکثر و بیشتر مختصر تراجم میں سے ایک بھی حذف نہیں کیا ہے۔

(۵) صاحبِ ترجمہ کے شیوخ وتلامذہ کو حروفِ معجم کی ترتیب پر نہیں بیان کیا ہے، ان کو عمر درازی، حفظ میں پختگی، اسناد میں علو اور قرابت وغیرہ کی وجہ سے مقدم ومؤخر کیا ہے۔

(۶) بعض تراجم کے درمیان میں ایسی لمبی گفتگو آ گئی ہے جن کا جرح وتعدیل سے کوئی تعلق نہیں، ایسی باتوں کو حذف کر دیا ہے۔

(۷) تراجم میں، جرح وتعدیل کے سلسلے میں، اگر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال دوسری کتابوں سے ملے ہیں تو ان کا اضافہ فرما دیا ہے۔

(۸) بعض مقامات پر، اصل کے بعض کلام کو معنی کے اعتبار سے پیش کیا ہے جس میں اس بات کی پوری رعایت ہے کہ مقاصد نہ بدلیں، اور بعض جگہ کسی مصلحت سے معمولی الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے۔

(۹) راوی کی وفات کے سلسلے میں سنِ وفات میں اختلاف کو حذف کر دیا ہے، ہاں کہیں مصلحتاً حذف کے بجائے ذکر ہی کو مناسب خیال کیا ہے۔

(۱۰) "تہذیب الکمال" کے کسی ایک راوی کے حالات کو بھی حذف نہیں کیا ہے، سب کے تراجم ذکر فرمائے ہیں۔

(۱۱) بعض ایسے تراجم کو بڑھا دیا ہے جن کو اپنی شرط پر پایا ہے، اپنے اضافہ کردہ تراجم کو اصل کتاب کے تراجم سے ممتاز رکھا ہے، بایں طور کہ صاحبِ ترجمہ اور ان کے والد کا نام سرخ قلم سے تحریر فرمایا گیا ہے۔

(۱۲) بعض تراجم کے درمیان کچھ ایسی باتیں بڑھا دی ہیں، جو اصل کتاب میں نہیں تھیں، اس طرح جہاں جہاں کیا ہے وہاں قُلتُ: (میں کہتا ہوں) لکھ کر اپنی بات لکھی ہے تا کہ پڑھنے والے کو معلوم رہے کہ آگے آنے والی باتیں علامہ ابن حجرؒ کی ہیں۔

(۱۳)　علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ رموز کا التزام کیا ہے، ہاں ان میں تین کو حذف کر دیا ہے، اور وہ ''مق''، ''سی'' اور ''ص'' ہیں، اسی طرح علامہ مزیؒ کی ترتیب کے مطابق، اپنی کتاب میں بھی تراجمِ رجال کی وہی ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

(۱۴)　علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے آغاز میں تین فصلیں ذکر کی ہیں جن کا تعلق ائمہ ستہ کی شرطوں سے ہے، اس کتاب میں مصنف نے ان تینوں فصلوں کو حذف کر دیا ہے، ان فصلوں میں ثقات سے روایت نقل کرنے کی ترغیب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت طیبہ تھی۔

(۱۵)　علامہ ذہبیؒ کی کتاب ''تذہیب التہذیب'' اور علامہ علاء الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اکمال تہذیب الکمال'' سے بعض ضروری باتیں لے کر اس کتاب میں اضافہ فرمایا ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے ''تذہیب التہذیب'' لکھی اور تذہیب الکمال کا اختصار کیا، ان دو کتابوں کے لکھنے کے بعد، حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''الکاشف'' بہت مختصر ہے، اس میں تراجمِ رجال بالکل عنوان کی طرح ہیں، اور علامہ ذہبیؒ کی ''تذہیب التہذیب'' میں عبارت بڑی طویل ہوتی ہے، اور جو کچھ تہذیب میں ہے غالباً اس سے زیادہ اس میں کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اور جب میں نے یہ کتابیں بغور دیکھیں تو میں نے الکاشف کے تراجم کو عنوان کی طرح پایا، عنوان دیکھ کر طبائع ان کی معلومات کی طرف راغب ہوتی ہیں، پھر میں نے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب دیکھی جس کا نام انہوں نے ''تذہیب التہذیب''

رکھا ہے اس کتاب میں علامہ ذہبیؒ نے بڑی لمبی عبارتیں استعمال کی ہیں اور اکثر وبیشتر جو کچھ ''تذہیب التہذیب'' میں ہے اتنا ہی پھیلا کر بیان کیا ہے، اگر کہیں کسی کے ترجمے میں کچھ اضافہ ملتا ہے تو وفیات کا، وہ بھی ظن وتخمین سے، اور بعض جگہ تراجمِ رجال میں کچھ مناقب کا اضافہ ہے، لیکن اکثر مقامات پر جرح وتعدیل سے بڑی غفلت پائی جاتی ہے، حالاں کہ جرح وتعدیل ہی پر اس فن کا مدار ہے۔

البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب ''تہذیب التہذیب'' بڑی قیمتی اور نفع بخش کتاب ہے، جس کی تالیف میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بڑی محنت صرف کی ہے، جہاں اختصار کی ضرورت تھی وہاں اختصار فرمایا ہے، اور جہاں اضافے کی ضرورت تھی وہاں اضافہ کیا ہے، اور اس کتاب کی تیاری میں بہت ساری معرکۃ الآراء تصنیفات سے استفادہ کیا ہے، جس سے ایک بہترین کتاب تیار ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ آپؒ کو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کا ٹھکانہ جنت بنائے۔ آمین یارب العالمین!

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی یہ کتاب تہذیب التہذیب ان تمام کتابوں میں سب سے عمدہ اور دقیق مباحث پر مشتمل ہے، جو حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے اختصار میں تیار کی گئی ہیں، حتیٰ کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ کی ''تذہیب التہذیب'' سے بھی عمدہ ہے کیوں کہ ایسی بے شمار خصوصیات ہیں، جو تہذیب التہذیب میں پائی جاتی ہیں اور تذہیب التہذیب الذہبیؒ میں نہیں پائی جاتیں، اور ''الکاشف'' نامی کتاب کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا ذکر ابھی کچھ ہی پہلے ہو چکا ہے۔

البتہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے حافظ مزیؒ کی کتاب کو مختصر تو کیا ہے، لیکن مقاصدِ کتاب کی بہت ساری اہم اہم چیزیں بھی حذف کردی ہیں، جس

سے خلل آگیا ہے، اور بعض حضرات تو ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ ابن حجر عسقلانیؒ نے کتاب کو گویا مسخ کر دیا ہے، کیوں کہ تراجم رجال کے بہت سارے اساتذہ وتلامذہ کو انہوں نے حذف کر کے کتاب میں بہت بڑا خلل پیدا کر دیا ہے، اور اس میں دورائے نہیں کہ شیوخ واساتذہ اور تلامذہ کا ذکر بڑا فائدہ رکھتا ہے جسے محدثین اور ماہرین فن اسماء الرجال اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ کہ شیوخ وتلامذہ کا ذکر واقعی فائدے سے خالی نہیں، لیکن اختصار کا موضوع ہی یہ ہے کہ کچھ ضروری چیزیں بھی حذف کی جائیں تب اختصار ہوگا، اور مختصر کتاب میں استفادہ کرنے والا مختصر باتیں ہی جاننے کا متمنی ہوگا، ہر ہر شیخ اور ہر ہر شاگرد کے بارے میں تفصیل سے جاننا، اس کا مقصود ہی نہیں ہوگا، ہاں! تفصیل سے جاننے کی ضرورت اور خواہش ہے تو اصل کتاب کی طرف رجوع کرلے، کیوں کہ دستور یہی ہے کہ مختصر رسالے یا کتابچے کسی چیز کی مکمل معلومات فراہم نہیں کرتے۔

نیز دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو کتاب میں اس کے علاوہ اور کوئی تنقیدی پہلو نہیں ہے، مزید برآں اور حضرات نے بھی کتابوں کا اختصار پیش کیا ہے، جس میں اساتذہ وطلبہ کا حذف واقع ہوا ہے، یہ کوئی تنہا علامہ ابن حجرؒ کی خطا نہیں ہے۔

لہٰذا اگر کوئی انصاف سے کام لے تو ابن حجرؒ کی اس کتاب کی بے شمار خوبیاں بیان کرے گا خاص طور پر حافظ ابن حجرؒ نے ان احادیث کی کثیر تعداد کو حذف کر دیا ہے، جو احادیث عالیہ علامہ مزیؒ نے اپنی سند سے ذکر کی ہیں، اگر انصاف کا دامن نہ چھوٹے تو یہی اقرار کرنا پڑے گا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں بہت عمدہ اور مفید کام کیا ہے، اور ان کی یہ کتاب صحاح ستہ کے رجال پر ایک مفید ترین کتاب ہے۔

(۷) تقریب التہذیب:

یہ بہت مختصر کتاب ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' کا اختصار، اس کتاب میں پیش کیا ہے، یہ کتاب تہذیب التہذیب کا ایک سدس (چھٹا حصہ) ہے، اپنے مقدمے میں اس کتاب کا سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ کچھ شاگردوں نے درخواست کی کہ تہذیب التہذیب کے رواۃ کے اسمائے کو صرف علاحدہ کر دیجیے، ابتدا میں علامہؒ نے ان کی درخواست کو منظور نہیں کیا، پھر مناسب سمجھا کہ طلبہ کی درخواست کو اس حقیقت کے مدنظر منظور کر لینا چاہیے کہ اسماء کو کچھ مفید معلومات کے ساتھ علیحدہ جمع کر دیا جائے، پھر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر راوی کے ترجمے کو پیش کرنے میں اپنا طریقہ ذکر فرمایا ہے، اس سلسلے میں مصنفؒ نے جو کچھ فرمایا ہے ہم انہیں کے الفاظ میں یہاں آپ کی معلومات کی خاطر پیش کیے دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں ''تہذیب التہذیب'' لکھ کر فارغ ہوا، اور یہ کتاب طلبہ میں خوب مقبول ہوئی کیوں کہ اس میں اصل کتاب پر ایک تہائی اضافہ بھی تھا جو اچھا خاصا اضافہ ہے، اسی اثنا میں کچھ طلبہ نے مجھ سے درخواست کی کہ اس کتاب سے تراجم رجال کے صرف اسماء کو علاحدہ کر دیا جائے، تو ان کی یہ بات مجھے کچھ زیادہ مفید نہیں معلوم ہوئی کیوں کہ اسما کا علیحدہ کر کے طبع کرانا کچھ زیادہ مفید مطلب نہ لگا، پھر کچھ دنوں کے بعد مجھے ایسا لگا کہ تراجم رجال کے اسماء کو علاحدہ کر کے چھاپنا اس وقت فائدے مند ہو سکتا ہے جب تمام اسماء کے ساتھ مختصر ترین عبارت میں کچھ ضروری اضافے بھی کر دیے جائیں اور ہر راوی پر معتدل، صحیح اور مناسب تبصرہ تحریر کر دیا جائے جس میں یہ لحاظ رکھا جائے کہ کسی راوی کا ترجمہ حتی الامکان ایک سطر سے زیادہ پر مشتمل نہ ہو، الا ماشاء اللہ!

اس ترجمۂ راوی میں، راوی کا نام، والد اور دادا کا نام راوی کی مشہور نسبت اور نسب، کنیت اور لقب اور مشکل الفاظ کو اعراب اور حرکات کی تصحیح کے ساتھ ذکر کیا جائے اس کی وضاحت بھی ہو کہ جرح وتعدیل کی کس صفت کے ساتھ راوی متصف ہے، راوی کا زمانہ بھی مذکور ہو جس سے حذف کردہ شیوخ واساتذہ کے عصر کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مگر التباس سے امن نہ ہو تو الگ بات ہے۔

چناں چہ اس کتاب میں مؤلفؒ نے مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کیا ہے:

(۱) ''تہذیب التہذیب'' کے تمام تراجم کو ذکر فرمایا ہے۔

صحاحِ ستہ کے رواۃ کے تراجم پر اکتفا نہیں ہے جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے ''الکاشف'' میں کیا ہے اور اپنی ترتیب تراجم کو ملحوظ رکھا ہے جس پر ''التہذیب'' پر بھی عمل کیا ہے۔

(۲) انہیں رموز واشارات کو اختیار کیا ہے، جو ''تہذیب التہذیب'' کے رموز واشارات ہیں، ہاں سننِ اربعہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے (''۴'') چار کا عدد استعمال کیا ہے، اور اس کتاب میں ''عم'' کے ذریعہ اشارہ کیا ہے، نیز اس کتاب میں ایک رمز کا اضافہ کیا ہے جو ''التہذیب'' میں نہیں ہے، اور وہ کلمہ ''تمیز'' ہے، اس سے اس راوی کی طرف اشارہ ہے، جس کی روایت مصنفات میں نہیں ہے، جو کتاب کا موضوع ہے۔

(۳) مقدمے میں رواۃ کے مراتب بیان کیے ہیں، اور ان کے کل ۱۲ر مراتب ذکر کیے ہیں اور ہر مرتبے کے مقابل میں آنے والے الفاظِ جرح وتعدیل بیان کیے ہیں، لہٰذا مستفیدین کے ذمے داری ہے کہ ان مراتب اور ان کے بالمقابل الفاظِ جرح وتعدیل سے واقفیت ہو تا کہ التباس یا غلطی نہ ہو، کیوں کہ اس کتاب میں کہیں کہیں اپنی مخصوص اصطلاح ذکر کی گئی ہے۔

(۴) کتاب کے مقدمے میں، ان رواۃ کے طبقات کا بھی ذکر کیا ہے جن کے تراجم ذکر کیے ہیں، لازمی طور پر، کتاب کی مراجعت سے پہلے، ان طبقات کی معلومات بھی ضروری ہے، تاکہ قارئین اس کتاب میں استعمال کردہ، ابن حجرؒ کی یہ خاص اصطلاح بھی جان سکیں۔

(۵) "التھذیب" پر کتاب کے آخر میں ایک فصل کا اضافہ ہے جو عورتوں میں سے مبہمات سے متعلق ہے، ان کی ترتیب پر جنھوں نے ان عورتوں سے روایت نقل کی ہے، خواہ ناقلین مرد ہوں یا عورتیں۔

یہ کتاب بڑی نفع بخش ہے، اس فن کے مبتدی طلبہ کے لیے کافی ہے، خاص طور پر جہاں جرح وتعدیل کا کسی شخص پر حکم لگاتا ہو، کیوں کہ رجوع کرنے والے کو تمام اقوال کا خلاصہ یہاں مل جاتا ہے، البتہ پیچیدگی بہت ہے، راوی کے استاذ یا شاگرد کا پوری کتاب میں ذکر نہیں ہے، اسی وجہ سے علامہ ذہبیؒ کی کتاب ''الکاشف'' اور علامہ خزرجیؒ کی کتاب ''الخلاصۃ'' سے مصنف کی کتاب ''التقریب'' ممتاز ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم!

راوی کے حالات کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

''عبداللہ بن عاصم حِمّانی حائے مہملہ کے کسرے اور میم کی تشدید کے ساتھ، ابو سعید بصری، صدوق ہیں، طبقۂ عاشرہ سے ہیں۔

''قاسم بن لیث بن مسرور الستعنی، کنیت ابوصالح، تنیس میں مقیم ہو گئے تھے، ثقہ راوی ہیں، بارھویں طبقہ میں شمار ہے، ۳۰۴ھ میں وفات ہوئی''۔

(۸) خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال:

اس کے بعد حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی انصاری ساعدیؒ آئے جن کی پیدائش ۹۰۰ھ میں ہوئی، آپؒ نے علامہ ذہبیؒ کی کتاب ''تذہیب التھذیب'' کا اختصار کیا،

۹۲۳ھ میں یہ کام انجام دیا اور کتاب کا نام ''خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال'' رکھا، ایک ضخیم جلد میں، ۱۳۰۱ھ میں، مطبع میریہ قاہرہ سے چھپ کر منظرِ عام پر آئی۔

مصنفؒ نے اپنے مختصر مقدمے میں تحریر فرمایا ہے، حمد وصلاۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ مختصر رسالہ ہے جو اسماء الرجال کے موضوع پر ترتیب دیا ہے، درحقیقت یہ رسالہ ''تذہیب تہذیب الکمال الذہبی'' کا اختصار ہے، جس میں اسماء کو حتی الامکان ضبط کیا گیا ہے، اور اکثر وبیشتر ناموں کو اعراب لگا کر پیش کیا گیا ہے، کچھ مفید اضافہ بھی کیے گئے ہیں، جس میں مختلف وفیات ہیں، اور قابلِ اعتماد کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مفید تر بنائیں اور صراطِ مستقیم کی توفیق بخشیں۔ (آمین)

اس کتاب میں مصنفؒ نے مندرجہ ذیل اسلوب اختیار فرمایا ہے:

(۱)　صحاحِ ستہ کے راویوں کے حالات درج فرمائے ہیں اور صحاحِ ستہ کے مصنفین کی دیگر مشہور کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، صحاحِ ستہ کے رجال کے تراجم کو علامہ ذہبیؒ نے بھی اپنی کتاب ''تذہیب......'' میں بیان فرمایا ہے، اصولی کتابیں صحاحِ ستہ کے ساتھ انھیں حضراتِ محدثین کی دیگر کتبِ حدیث کو ملا کر شمار کیا جائے تو پچیس کی تعداد بنتی ہے، انھیں کتابوں کا ذکر علامہ مزیؒ نے اپنی کتاب ''التہذیب'' میں ذکر فرمایا ہے۔

(۲)　مذکورہ کتب کے رموز واشارات کو مصنفؒ نے اپنے مقدمے میں ذکر فرمایا ہے، جن کی تعداد ستائیس ہے، یہی رموز واشارات علامہ مزیؒ پھر علامہ ذہبیؒ نے ''تذہیب'' میں ذکر فرمائے ہیں، لیکن مصنفؒ نے اس میں ایک اشارہ ''کلمۂ تمیز'' کا اضافہ کیا ہے اور اس راوی کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کی روایت ان مذکورہ کتابوں میں موجود نہیں ہے، جن کے رجال کے

تراجم اس کتاب میں مذکور ہیں، اور کلمۂ تمیز کے اشارے کا مطلب یہ ہے کہ دو راوی اپنے نام اور اپنے والد کے نام میں یکساں ہیں، لیکن ان میں سے ایک صحاحِ ستہ کے رواۃ میں سے ہے اور دوسرے نہیں تو ان دونوں راویوں میں فرق وتمیز پیدا کرنے کا اشارہ دیا ہے۔

(۳) اپنی کتاب کو دو کتابوں میں تقسیم کیا: الکتاب الاول، والکتاب الثانی۔ الکتاب الاول میں رجال کے تراجم اور الکتاب الثانی میں عورتوں کے تراجم ذکر کیے ہیں۔

پھر "کتاب الرجال" کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ایک خاتمہ ذکر کیا ہے۔ دونوں اقسام میں سے قسم اول میں راویوں کے اسماء کو ترتیب سے بیان کیا ہے اور قسم ثانی میں راویوں کی کنیتیں ترتیب سے بیان کی ہیں اور اس کی دو انواع ذکر کی ہیں۔

پھر خاتمے کو ۸ر فصلوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) **فصل اول:** یہ فصل ان راویوں کے بیان میں ہے جو ابن فلاں سے جانے جاتے ہیں، ابن سے پہلے ان کا نام نہیں لیا جاتا، یا نام کبھی کبھی لیا جاتا ہے، البتہ نام کے ساتھ شہرت نہیں ہے۔

(۲) **فصل دوم:** ان رواۃ کے بیان میں ہے جن کا نام ابن سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۳) **فصل سوم:** ان رواۃ کے بیان میں ہے جو نسبت سے مشہور ہیں، نام سے نہیں، اور ان کا نام شروع میں نہیں آتا۔

(۴) **فصل چہارم:** ان راویوں کے بیان میں جو نسبت سے مشہور ہیں اور ان کا نام بھی مختلف ناموں میں مقدم کیا جاتا ہے۔

(۵) **فصل پنجم:** القاب کے بیان میں۔

(۶) **فصل ششم:** ان راویوں کے بارے میں جن کی کنیت ہی لقب بن گئی ہو۔

(۷) **فصل ہفتم:** ان رواۃ کے بارے میں جن کی نسبت لقب میں تبدیل ہوگئی ہو۔
(۸) **فصل ہشتم:** مبہم راویوں کے بیان میں۔

اس کے بعد ''کتاب النساء'' کو بھی ''کتاب الرجال'' کی طرح تقسیم کیا ہے، البتہ خاتمے کو تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) **فصل اول:** ان راویات کے بارے میں جو ''ابنۂ فلان'' کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ان کی دو اقسام ہیں:

۱) **النوع الاول:** ان راویات کے بیان میں جن کے اسماء ابنۂ فلاں سے پہلے نہیں آتے۔

۲) **النوع الثانی:** ان راویات کے بارے میں جن کے نام ابنۂ فلاں سے پہلے آتے ہیں۔

(۲) **فصل ثانی:** القاب کے بیان میں۔
(۳) **فصل ثالث:** مجہول راویات کے بارے میں۔
(۴) اسمائے رواۃ کو حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کیا ہے لیکن حرف ہمزہ کو ان رواۃ سے شروع کیا ہے جن کا نام ''احمد'' ہے اور حرف میم کو ان رواۃ سے شروع کیا ہے جن کا نام ''محمد'' ہے۔

پھر داخلِ حرف واحد میں کہا ہے ''وہ رواۃ جن کے اسماء عمر ہیں'' اس عنوان کے تحت تمام عمر نامی رواۃ کو ذکر کیا ہے، اسی طرح سلسلہ چلا گیا ہے، اور جب بعض ایسے راوی آجاتے ہیں جن کا ہم نام کوئی دوسرا راوی نہیں ہے تو اسے آخری حرف کی فصل میں ذکر کرتے ہیں، اس فصل کا نام ہے ''متفرقات کا بیان'' لیکن اگر حرف معجم کی ترتیب پر ہی

اسے بھی ذکر کردیتے تو رجوع کنندہ کے لیے آسانی رہتی، متفرقات کی فصل قائم کرنے کا فائدہ خدا معلوم کیا تھا۔

(۵) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں جتنے تراجم تھے ان پر بعض تراجم کا اضافہ فرمایا ہے، اسی کی طرف کلمہ "تمییز" کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے۔

(۶) رہی بات اس کتاب کی تراجم رجال کے لیے مختص ہونے کی، تو اس میں کسی معین خط کی پیروی نہیں کی ہے، جیسا کہ ابن حجرؒ نے "التقریب" میں کیا ہے، چناں چہ کبھی کسی راوی کے بارے میں جرح یا تعدیل ذکر کرتے ہیں، کبھی نہیں کرتے، کبھی راوی کی کوئی بات ہی نہیں ذکر کرتے، کبھی سن وفات بیان کرتے ہیں، کبھی وہ بھی نہیں کرتے۔ اکثر راوی کی تمام احادیث کو جو اس کتاب میں ہے ذکر کردیتے ہیں۔

مصنفؒ نے جس چیز کا دائمی طور پر التزام کیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بعض شیوخ اور بعض تلامذہ کو ذکر کرتے ہیں، اور اکثر و بیشتر ایک اور تین کے درمیان میں شیوخ اور تلامذہ میں سے ہر ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

صاحب ترجمہ کے سلسلے میں منقول اقوالِ ائمہ فی الجرح والتعدیل کی تلخیص نہیں کرتے، اور بعض اقوال کو تو صاحب قول کی طرف منسوب کر کے یوں بیان کرتے ہیں "وثّقه فلانٌ" "ضعّفه فلانٌ" ظاہری بات ہے کہ جرح وتعدیل کے سلسلے میں وہی قول نقل فرماتے ہیں جو خود ان کے نزدیک راجح ہو۔ واللہ اعلم!

مقدمہ الکتاب میں بس اتنی باتیں مصنفؒ نے ذکر کی ہیں اگر اور بھی ضروری باتیں ذکر فرمادیتے تو اچھا ہو جاتا۔

آخری بات:

اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ خزرجیؒ نے علامہ ذہبیؒ کی ''تذہیب التہذیب'' کی تلخیص میں بڑی جانفشانی سے کام لیا ہے، لیکن یہاں پر دو باتیں ملحوظِ خاطر رکھنے کے لائق ہیں:

(۱) اکثر تراجم میں جرح وتعدیل کے اقوال نہیں ذکر کیے، یہ نقص صاف نظر آتا ہے، اور جرح وتعدیل کے اقوال کے عدم ذکر سے علمی کتابوں کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے، کیوں کہ اس طرح کی کتب تراجم دیکھنے والے کا اہم مقصد یہی ہوتا ہے کہ صاحب ترجمہ کے متعلق جرح وتعدیل کے اقوال جانے۔

(۲) دوسری بات جو اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے کہ اکثر رواۃ کے تراجم میں تاریخِ وفات مذکور نہیں ہے، یہ نقص پہلے نقص سے اگرچہ کم درجے کا ہے لیکن اس کے باوجود یہ بھی اہم ہے، اس لیے ''الکاشف'' (للذہبی) اور ''تقریب التہذیب'' (لابن حجرؒ) یہ دونوں کتابیں اس کتاب سے فائق ہیں، کیوں کہ ان دونوں کتابوں میں جرح وتعدیل کے اقوال اور سن وفات دونوں کا ذکر موجود ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ علامہ ذہبیؒ اور علامہ ابن حجرؒ نے ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کو ملخص کرکے پیش کیا ہے، جن کے لیے الفاظِ جرح وتعدیل کو اپنی طرف پیش کیا ہے، گویا کہ یہ دونوں حضرات فقہائے کرام کی طرح ہیں جو احکام کو نصوص سے مستنبط کرکے بیان کرتے ہیں، لیکن علامہ خزرجیؒ نے الفاظ جرح وتعدیل میں من وعن نقل کر دیا ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔

کتاب کا نمونہ:

(۱) (خ ع) زيد بن اخزم الطائي أبو طالب البصري الحافظ، عن يحيىٰ القطان و مسلم بن قتيبة و معاذ بن هشام و عنه (خ ع) و ثقة أبو حاتم قتله الزيخ بالبصرة سنة سبع و خمسين و مائتين.

(۲) (ت س) زيد بن ظبيان الكوفي، عن أبي ذر و عنه ربعي ابن خراش.

(۳) (ع) عاصم بن ضمرة السلولي الكوفي عن علي و عنه جياب ابن أبي ثابت و الحكم بن عتيبة، و ثقة ابن المديني و ابن معين ،و تكلم فيه غيرهما، قال خليفة :مات سنة أربع و سبعين و مائة.

(۴) (د) عبد الرحمن بن قيس عتكي، أبو روح البصري عن يحيى بن يعمر و عنه يحيى القطان.

التذكرة برجال العشرة :

بقلم: ابوعبداللہ محمد بن علی الحسینی الدمشقیؒ (۷۶۵ھ)۔

یہ کتاب بھی فن اسماء الرجال پر تصنیف کی گئی ہے، اس میں حدیث کی دس کتابوں کے راویوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں ،حدیث کی دس کتابوں سے مراد چھ تو وہ کتابیں ہیں جو علامہ مزیؒ نے اپنی کتاب ’’تہذیب الکمال‘‘ میں اپنا موضوع بنا کر تراجم رجال کو اس میں ذکر کیا ہے،اور چار کتابیں وہ ہیں جو ائمہ اربعہ کی حدیث کی کتابیں ہیں: (۱) امام مالکؒ کی مؤطا امام مالک (۲) مسند امام شافعیؒ (۳) مسند احمدؒ (۴) مسند امام ابوحنیفہؒ ،اس مسند کی حسین بن محمد بن خسروؒ نے تخریج کی ہے۔

لیکن اصحابِ صحاحِ ستہ کی بعض مصنفات کے رواۃ پر کلام نہیں کیا ہے جیسا کہ اس کے شیخ مزیؒ نے کیا ہے، اور بس صحاحِ ستہ کے رجال کے احوال پر اکتفا کیا ہے، مذکورہ کتب اربعہ کو بھی شامل کیا ہے۔

امام مالکؒ کے لیے (ک) کا رمز مقرر کیا ہے اور امام شافعیؒ کے لیے ''فع'' کا رمز، امام ابوحنیفہؒ کے لیے ''فہ'' کا اشارہ طے کیا ہے اور امام احمدؒ کے لیے ''أ'' کا اور عبداللہ بن احمد عن غیر ابیہ نے جس کے لیے تخریج کی ہے اس کا اشارہ ''عب'' مقرر فرمایا ہے اور صحاحِ ستہ کے رموز کو علی حالہ چھوڑ دیا ہے جیسا کہ امام مزیؒ نے کیا ہے۔

اس تصنیف کا مقصد یہ ہے کہ قرون ثلاثہ کے ان مشہور بڑے بڑے راویوں کو جمع کر دیا جائے جن پر صحاحِ ستہ کے مصنفین اور ائمہ اربعہ نے اعتماد کیا ہے۔

یہ ایک مفید ترین کتاب ہے، اس کے مخطوطہ نسخے مکمل طور پر ملتے ہیں، لیکن ابھی تک یہ کتاب چھپ نہیں سکی۔

(ز) تعجیل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة:

از: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔

اس کتاب میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان راویوں کے حالات درج کیے ہیں جو ائمہ اربعہ کی حدیث کی مشہور کتابوں میں مذکور ہوئے ہیں، جن کے حالات علامہ مزیؒ نے اپنی تہذیب میں ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مولف علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے علامہ حسینیؒ کی کتاب ''التذکرة'' کو بڑی عرق ریزی سے حاصل کر کے، اس سے استفادہ کیا ہے، اسی کتاب سے ان راویوں کے احوال وتراجم حاصل کیے ہیں جن کو حافظ مزیؒ نے اپنی تہذیب میں ذکر نہیں کیا ہے؛ البتہ بعض مقامات پر اعتراض بھی کیا ہے، بعض تراجم کا

اضافہ بھی کیا ہے جو "الغرائب عن مالک" نامی کتاب سے ماخوذ ہیں، جس کو امام دار قطنیؒ نے جمع کیا ہے، اسی طرح امام بیہقیؒ کی "معرفة السنن" سے بھی ماخوذ ہیں، اسی طرح ان کتابوں سے بھی جو اصحاب مذاہب اربعہ کی کتابوں میں سے نہیں ہیں جن کا ذکر علامہ حسینیؒ نے فرمایا ہے۔

اور الشریف الحسینیؒ کے اپنی کتاب "التذکرة" میں اختیار کرنے کے مطابق ائمہ اربعہ کے رموز کو رہنے دیا ہے اور ایک رمز "هب" کا اضافہ کیا ہے، یہ رمز ہر اس راوی کا ہے جس کا استدراک نور الدین ہیثمیؒ نے حسینیؒ پر اپنی کتاب "الاکمال" — "عن من في مسند احمد من الرجال ممن ليس في تهذيب الكمال" میں کیا ہے۔(۱)

مؤلف کتابؒ نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے "........................ وبانضمام هذه المذكورات يصير (تعجيل المنفعة) إذا انضم إلى رجال التهذيب حاديا ان شاء الله تعالىٰ لغالب رواة الحديث في القرون الفاضلة إلى رأس الثلاث مائة (۲) وهو كما قال رحمه الله و أثابه، والحافظ الحسيني وأمثالها من علماء المسلمين.

---

(۱) ۱۴ر شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۲ر جون ۲۰۱۵ء کو جامعہ اکل کوا سے سالانہ تعطیل میں اکل کوا سے چل کر ۱۶ر شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۳ر جون ۲۰۱۵ء بدھ کے دن خلیل آباد سنت کبیر نگر یوپی اپنے آبائی وطن پہنچے اور بدھ ہی کے دن یہ تحریر یہاں سے لکھنی شروع کی گئی۔

(۲) تعجیل المنفعۃ ج۱ص۱۲، پورا مقدمہ ص۸ سے ص۱۲ تک ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، اس میں سب کا پورا تعارف آگیا، یہ کتاب مصر سے طبع ہو چکی ہے، عبداللہ ہاشم یمانی نے تحقیق وتصحیح اور نشر واشاعت کا کام ۱۳۸۶ھ میں انجام دیا۔ ۱۶ر شعبان ۳۶ھ ۴ر جون ۲۰۱۵ء بدھ بوقت چاشت۔

۵- المصنفات في الثقة خاصةً:

اس نوع کی اسماء الرجال کی تصنیفات میں، ان کے مؤلفین نے ایسے رواۃ کے حالات کو جمع کیا ہے جو محدثینؒ کے نزدیک ثقہ ہیں، ثقہ راویوں کے لیے علیحدہ تصنیف لکھنا، علمائے جرح وتعدیل کا ایک مستقل اور نادر کارنامہ ہے، جس سے ثقہ راوی کی تلاش حد درجہ آسان ہوجاتی ہے۔

اس نوعیت کی تصنیفات متعدد ہیں، جس میں مشہور کتابیں یہ ہیں:

الف) **کتاب الثقات:** از ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلیؒ (متوفی:۲۶۱ھ)۔

ب) **کتاب الثقات:** از محمد بن احمد بن حبان البستیؒ (متوفی:۳۵۴ھ)

مؤلفؒ نے اس کتاب کو طبقات کی ترتیب پر لکھا ہے، پھر ہر طبقے کے راویوں کے نام حروفِ معجم کی ترتیب پر دے گئے ہیں۔ اس کتاب کو تین جلدوں میں تصنیف کیا ہے: پہلی جلد میں طبقۂ صحابہ کا ذکر ہے، دوسری جلد میں طبقۂ تابعین کا اور تیسری میں طبقۂ تبعِ تابعین کا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ ابن حبانؒ کی تعدیل وتوثیق ادنیٰ درجے کی مانی جاتی ہے، علامہ کتانیؒ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''اس کتاب میں فاضل مولف نے ایک بڑی تعداد مجہول راویوں کی ذکر فرمائی ہے جن کے احوال مولف کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس راوی کا تذکرہ کرتے ہیں جن کے بارے میں کوئی جرح نہیں جانتے، اور اگر راوی مجہول ہے تو اس کا حال نہیں معلوم، تو اس پر متنبہ رہنا مناسب ہے۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ صاحبِ کتاب کی توثیق راوی کے تعلق سے، محض اس کتاب میں ذکر کر دینے سے، ادنیٰ درجے کی ہوتی ہے، فاضل مولف نے اپنے اثنائے کلام میں فرمایا ہے: تعدیل و توثیق مانی جاتی ہے جس کے بارے میں کوئی جرح نہیں معلوم، کیوں کہ جرح تعدیل کی ضد ہے؛ جن کے بارے میں کوئی جرح نہیں معلوم وہ عادل قرار دیا جائے گا، تا آں کہ کوئی جرح معلوم ہو جائے۔ جرح و تعدیل میں فرق کرنے کا یہی طریقہ ہے، جس سے بعض نے اتفاق ہے، البتہ اکثر نے اس کی مخالفت کی ہے۔(۱)

ج) **تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنہم العلم**: عمر بن احمدؒ بن شاہینؒ (متوفی: ۳۸۵ھ)۔

مؤلفؒ نے اس کتاب کو حروفِ معجم پر ترتیب دیا ہے، راوی کے احوال میں صرف راوی کا نام اور والد کا نام ذکر کیا ہے، اور ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال، راوی کے سلسلے میں جو بھی ہیں، انہیں نقل کیا ہے، بعض مقامات پر راوی کے تلامذہ و شیوخ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

۲- المصنفات في الضعفاء خاصة:

راویوں کے حالات پر، اس نوع کی تالیفات کو محدثین نے ضعیف راویوں کے لیے خاص کیا ہے، ضعیف راویوں کے حالات پر لکھی گئی کتابوں کی تعداد، ثقہ راویوں کے حالات پر لکھی گئی کتابوں سے زیادہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ضعیف رواۃ پر لکھی گئی کتابوں کی ایک بڑی تعداد ان راویوں پر مشتمل ہے جن پر ذرا بھی کلام کیا گیا ہے، چاہے درحقیقت وہ ضعیف نہ ہوں، اور جن راویوں پر کلام کیا گیا ہے وہ بہت ہیں۔

---

(۱) تفصیل کی لیے ملاحظہ ہو الرسالۃ المستطرفۃ: ص ۱۴۶، دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد سے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔

اس نوع کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱) **الضعفاء الکبیر:** از امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔

۲) **الضعفاء الصغیر:** از امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔

یہ کتاب حروفِ معجم کی ترتیب پر مدون کی گئی ہے، جس میں نام کے حرف اول کا صرف اعتبار کیا گیا ہے۔

۳) **"الضعفاء والمتروکون":**

یہ امام نسائیؒ کی تالیف ہے، حروفِ معجم کی ترتیب پر ہے، جس میں نام کے پہلے حرف کا صرف اعتبار ملحوظ رکھا گیا ہے، البتہ امام نسائیؒ جرح کے باب میں متشددین میں شمار کیے گئے ہیں۔

۴) **کتاب الضعفاء:**

ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلیؒ (۳۲۲ھ) کی تصنیف ہے، یہ ضخیم کتاب ہے، جس میں طرح طرح کے واضعین حدیث، ضعفاء اور کذاب رواۃ کو جمع کر دیا گیا ہے۔

۵) **معرفۃ المجروحین من المحدثین:**

ابو حاتم محمد بن احمد بن حبان البستیؒ (۳۵۴ھ) کی تصنیف ہے، حروفِ معجم پر ترتیب دی گئی ہے، مولف نے اس کتاب میں ایک قیمتی مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس میں ضعیف راویوں کے حالات کی اہمیت اور ان میں جرح کے جواز کو بالخصوص ذکر کیا ہے، اسی مقدمے میں اس کتاب کی تدوین کا طریقہ بھی ذکر کیا ہے، امام نسائیؒ کی طرح ابن حبان بھی جرح کے حوالے سے متشددین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

۶) **الکامل في ضعفاء الرجال:**

یہ کتاب ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانیؒ (۳۶۵ھ) کی تصنیف ہے، کافی ضخیم کتاب ہے جس میں ہر متکلّم فیہ راوی کا ذکر ہے، اگرچہ راوی پر کلام صحیح نہ ہو اور ثقہ راوی ہو، تراجم کو حروفِ معجم کی ترتیب پر بیان کیا ہے اور کتاب میں ایک طویل مگر عمدہ مقدمہ لکھا ہے۔

۷) **میزان الاعتدال في نقد الرجال:**

علامہ ذہبیؒ کی یہ تصنیف ہے، مجروحین کے تراجم میں سب سے جامع کتاب ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "لسان المیزان" ۱/۴ کے مقدمے میں تحریر فرمایا ہے، کیوں کہ اس کتاب میں ۱۱۰۵۳ راویوں کے حالات درج ہیں جیسا کہ مطبوعہ نسخے سے پتہ چلتا ہے؛ اگرچہ بعض تراجم دوبارہ آگئے ہیں، مثلاً انساب کی فصل میں ایک راوی کا ذکر ہے تو اسماء کی فصل میں بھی اس کا ذکر مکرر آگیا ہے، منہج کے اعتبار سے یہ کتاب ابن عدی کی "الکامل" کے (ایک حد تک) مشابہ ہے۔

کیوں کہ علامہ ذہبیؒ نے اس میں ہر متکلّم فیہ راوی کو ذکر کیا ہے؛ اگرچہ وہ راوی ثقہ ہو، یہ طریقہ کار اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ راوی کی طرف سے دفاع ہو اور اس پر وارد اعتراض دور کیا جاسکے، ایک مقدمہ بھی کتاب میں لکھا ہے جس میں منہجِ کتاب کو واضح کیا ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنی کتاب "المغني في الضعفاء" کی بعد تصنیف کی ہے جس میں طویل طویل عبارت استعمال کی ہے، اور اس میں "مغنی" کے اسماء پر اضافہ بھی کیا ہے، پھر متکلّم فیہ راویوں کی اقسام بیان کی ہے، جس کا ذکر کتاب کے آخر تک چلا گیا ہے۔

اپنی کتاب حروفِ معجم پر، نام کی طرف اور والد کے نام کی طرف نسبت کرتے ہوئے مرتب کی ہے، اس راوی کے نام پر، اس مصنف کا رمز استعمال کیا ہے جو ائمہ ستہ میں

سے ہیں اور انہوں نے اس راوی کی تخریج کی ہے، اس کے لیے ائمہ ستہ کا مشہور رمز استعمال کیا ہے، چناں چہ اگر ائمہ ستہ نے اجتماعی طور پر کسی راوی کی تخریج کی ہے تو اس کا رمز ''ع'' استعمال کیا ہے اور اگر اصحاب سنن اربعہ نے صرف اتفاق کیا ہے تو اس کے لیے ''عو'' کا رمز استعمال کیا ہے۔

روایت کرنے والے مردوں اور عورتوں کے ناموں کو حروفِ معجم پر ترتیب دیا ہے، پھر مردوں کی کنیت ذکر کی ہے، پھر ان رواۃ کا ذکر کیا ہے جو باپ کے نام سے معروف ہیں، پھر نسبت یا لقب سے، پھر مجہول رواۃ کو ذکر کیا ہے، پھر مجہول راوی عورتوں کو، پھر عورتوں کی کنیت کو، پھر ان راویوں کو جن کا نام نہیں مذکور ہے۔

کتاب نہایت مفید ہے، متکلم فیہ راویوں کے سلسلے میں بہترین مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

۸) لسان المیزان:

یہ کتاب حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تالیف ہے، اس کتاب میں مولفؒ نے ''میزان الاعتدال'' سے ان تراجم کو اخذ کیا ہے جو ''تہذیب الکمال'' میں نہیں ہیں، اور متکلم فیہ راویوں کا اچھا خاصا اضافہ بھی فرمایا ہے۔

جن راویوں کے حالات وتراجم کو زیادہ کیا ہے، ان کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ''ز'' کی علامت مقرر کی ہے، اور جن تراجم کا اضافہ ''ذیل الحافظ العراقی علی المیزان'' نامی کتاب سے کیا ہے، ان کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ''ذ'' کی علامت تحریر کی ہے، پھر جو باتیں بعض رجال کے تراجم کے درمیان میں ''میزان الاعتدال'' (للذہبی) سے اخذ کرکے بڑھائی ہیں، وہ علامہ ذہبیؒ کی ہیں، پھر علامہ ذہبیؒ کی عبارت ختم کرکے ''انتہی'' لکھ

دیا ہے، اس کے بعد جو تحریر ہے وہ مصنفؒ کی ہے۔(۱)

پھر مصنفؒ لوٹ کر اس طرف آئے ہیں کہ جن اسماء کو ''میزان الاعتدال'' سے نہیں لیا تھا انہیں صرف ناموں کے ساتھ کے تراجم ذکر کیا ہے، اس کے لیے کتاب کے آخر میں ایک فصل قائم کی ہے جس میں ''میزان الاعتدال'' کے اسماء آگئے ہیں تا کہ کتاب ''میزان'' کے تمام ناموں پر مشتمل ہو جائے۔(۲)

اس آخری فصل میں مؤلفؒ نے یہ عنوان لکھا ہے:

''فصل في تجريد الأسماء التي حذفتها من الميزان'' اكتفاءً بذكرها في تهذيب الكمال'' و قد جعلت لها علاماتها في التهذيب الخ.

یعنی یہ فصل ان اسماء کے بارے میں ہے جن کو میزان سے میں نے حذف کر دیا ہے، ''تہذیب الکمال'' میں ان کو ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے ایسا کیا ہے، جن رواۃ کے سامنے ''صح'' لکھا ہے تو وہ ایسے راوی ہیں جن پر بلا دلیل کلام کیا گیا ہے، اور جس راوی کے سامنے ''مج'' لکھا ہے وہ مختلف فیہ راوی ہے، راوی کی توثیق کو ''کذا ذلک'' سے بیان کیا ہے، اس کے علاوہ راوی حسب درجات ضعیف ہیں، رہی بات ان ناموں کی جو علامہ ذہبی کے ''کاشف'' نامی کتاب میں ذکر کردہ ناموں سے زائد ہیں اس کا مؤلفؒ نے مختصراً ترجمہ ذکر کر دیا ہے تا کہ جس نے تہذیب الکمال نہ دیکھی ہو اس کو اس ترجمے سے فائدہ ہو جائے۔

پھر مؤلفِ کتاب نے اس فصل کے آخر میں فرمایا ہے کہ تجرید یعنی راویوں کے صرف ناموں کے آخر میں ذکر کرنے کا فائدہ ۲/ باتیں ہیں:

---

(۱) لسان المیزان:۱/۴ (۲) لسان المیزان:۱/۲۹۸

(۱) ان تمام راویوں کا احاطہ کرنا مقصود ہے جن کو مؤلف نے اصلِ کتاب یعنی ''میزان الاعتدال'' میں ذکر کیا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس شخص کی مدد کرنا ہے جو راوی کے حالات کی معلومات چاہتا ہے، چناں چہ اگر اس نے راوی کو اصل کتاب ''میزان الاعتدال'' میں جان لیا ہے تب تو اچھا ہے ورنہ اُس کو اِس فصل میں دیکھ لے گا کہ وہ یا تو ثقہ ہوگا یا مختلف فیہ یا ضعیف، اگر اسے اب تفصیلی حالات چاہیے تو ''مختصر التہذیب'' مطالعہ کرنے سے تفصیل معلوم ہوگی، جس کو مؤلف نے جمع کیا ہے، کیوں کہ ''تہذیب الکمال'' کی تمام باتیں اس کتاب میں موجود ہیں جو امام مزیؒ کی ہے اور راوی کے حالات کی تشریح اور ان پر اضافہ اس میں موجود ہے، اگر اس کتاب کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہوسکے تو علامہ ذہبیؒ کی ''تذہیب التہذیب'' کافی ہے، کیوں کہ اپنے موضوع پر یہ ایک اچھی کتاب ہے، اگر اس میں بھی نہ مل سکے تو راوی ثقہ ہوگا یا مستور ہے۔(۱)

بعد ازاں معلوم ہونا چاہئے کہ مؤلف نے تراجم کو حروفِ معجم پر ترتیب دیا ہے، اسمائے رواۃ کے بعد کنیتِ رواۃ ذکر کی ہے، اس کو حروفِ معجم کی ترتیب پر بیان کیا ہے، پھر مبہم راویوں کو ذکر کیا ہے جن کو تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے؛ پہلی فصل میں ''منسوب راویوں'' کو ذکر کیا ہے، دوسری فصل میں ان راویوں کو جو قبیلے یا صنعت وحرفت سے مشہور ہیں، اور تیسری فصل میں ان راویوں کو بیان کیا ہے جو اضافت کے ساتھ مذکور ہیں۔

یہ کتاب ۶ / جلدوں میں دائرہ المعارف عثمانیہ حیدر آباد سے ۱۳۲۹ھ میں چھپ چکی ہے۔

---

(۱) لسان المیزان: ۶/ ۸۶۲

۷-مخصوص علاقوں کے رواۃ پر تصنیفات

اس نوع کی تصنیفات میں ان کے مؤلفین نے کسی خاص شہر یا کسی خاص علاقے کے مشاہیر علماء، مفکرین، شعرا، ادبا اور ریاضیین وغیرہ کو جمع کرنے کا التزام کیا ہے، خواہ وہ لوگ وہاں پر آ کر آباد ہو گئے تھے، یا اصلی باشندے تھے، ان کتابوں میں مصنفین نے رجال حدیث کے تراجم تحریر کرنے کا اہتمام پہلے نمبر پر کیا ہے، اسی لیے ان کتابوں پر اس نوع کی کتابیں، تاریخ رجال اور راویوں کے مقبول وضعیف کی معرفت میں ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس موضوع پر بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں، چند کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

الف: تاریخ واسط: از ابوالحسن اسلم بن سہل جو "بحشل واسطی" کے نام سے مشہور ہیں (۲۸۸ھ)

ب): مختصر طبقات علمائے افریقہ وتونس: از صاحب الاصل ابوالعرب محمد بن احمد القیروانیؒ (۳۳۳ھ) اس کا اختصار ابوعمر احمد بن محمد المعافری الطلمنکیؒ (۴۲۹ھ)

ج): تاریخ الرقہ (۱): از محمد بن سعید القشیریؒ (۳۲۶ھ)

د): تاریخ داریا (۲): از ابوعبداللہ عبدالجبار بن عبداللہ الخولانی الدارانیؒ (۳۷۰ھ)

ھ): ذکر اخبار اصفہان: از ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانیؒ (۴۳۰ھ)

و): تاریخ جرجان: از ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمیؒ (۴۲۷ھ)

ز): تاریخ بغداد: از احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادیؒ (۴۶۳ھ)

مندرجہ بالا اکثر کتابیں حروفِ معجم کی ترتیب پر لکھی گئی ہیں۔

(۳رشوال ۱۴۳۶ھ شب دوشنبہ خلیل آباد سنت کبیر نگر یوپی)

---

(۱) یہ کتاب مطابع الاصلاح شہر حماۃ میں طاہر نعسانی کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ (۲) مجمع علمی عربی دمشق "مطبع ترقی" نے سعید الافغانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں چھاپ کر منظر عام پر پیش کیا ہے۔

تیسری فصل

دراسۃ الاسانید کے مراحل

تمہید:

بعض احادیث، کتبِ حدیث کے ذخیرے میں، ایسی ہوتی ہیں جن کی سندوں کی جانچ پڑتال کی چنداں حاجت نہیں ہوتی (۱) کیوں کہ ماہرینِ حدیث اور ناقدینِ فن نے، پوری عرق ریزی اور مکمل توجہ کے ساتھ، اپنی مُسلَّم مہارت اور وسیع معلومات کے ساتھ ان احادیث میں بحث فرمائی ہے۔

ان محدثین کرامؒ کی بحثیں اتنی مکمل ہیں کہ اب ان احادیث پر بحث کرنے کا بوجھ اٹھانا، لایعنی ہے کیوں کہ جن احادیث ومتون اور اسانید پر بحث فرما کر ان پر جو بھی حکم لگا دیا وہی حرفِ آخر ہے، اس پر از سرِ نو بحث کرنے کی مطلق ضرورت نہیں، اگر کوئی اب ان احادیث واسانید پر بحث کرنے کی جرأت کرتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو دریا کے پانی کو ناپنے کی کوشش کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کا یہ عمل کوئی فائدہ نہیں رکھتا اور وہ اس کی استطاعت بھی نہیں رکھتا۔

وہ احادیث جن کے متون واسانید میں ائمہ سابقین نے بحث کی ہے وہ حسبِ ذیل ہیں:

---

(۱) آج ۱۰ر شوال ۱۴۳۶ھ بروز دوشنبہ مطابق ۲۷ر جولائی ۲۰۱۵ء اکل کوا پہنچ گئے، اور آج ہی سے، یہاں سے آگے کی تحریر لکھی جارہی ہے۔

۱)وہ احادیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یا دونوں میں سے کسی ایک میں ہیں:

چناں چہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے احادیثِ صحیحہ کے درج فرمانے کا، اپنی اپنی کتابوں میں، سختی سے التزام فرمایا ہے، جن کی سندیں صاف ستھری، ضعیف یا متروک راویوں سے پاک ہیں، نیز صحتِ حدیث میں عیب پیدا کرنے والی مخفی علل سے دور ہیں، لہٰذا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سے کسی ایک میں حدیث کا پایا جانا ہی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، اس کی سند میں بحث کرنے کی چنداں حاجت نہیں، کیوں کہ حدیث کی سندوں میں بحث کرنے کا مقصد حدیث کی صحت یا عدمِ صحت تک پہنچنا ہے اور یہ مقصد یہاں، پہلے ہی سے حاصل ہے۔

علمی بحث کے نام سے آج کل جو اعتراضات بعض حضرات پیش کر رہے ہیں کہ صحیحین یا کس ایک میں بعض ضعیف احادیث بھی پائی جاتی ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ اصولِ حدیث اور علومِ حدیث کے قواعد کی روشنی میں یہ بات کہی جا رہی ہے اور بعض احادیث کو اپنی عقل کے خلاف یا طبی علوم یا بعض سائنسی علوم کے خلاف بتلاتے ہیں تو اس طرح کی باتوں سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا چاہیے اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے علمی اشتغال اور حدیث میں اپنی مہارت کو بتلانے کے لیے اور خود کو بڑے بڑے علما و محدثین میں شامل کرنے کے لیے ائمۂ حدیث پر اعتراضات کرتے ہیں اور ان کی غلطیاں نکال کر اپنی نام نہاد اہمیت و مہارت کا لوہا منوانا چاہتے ہیں، ان لوگوں کا حال بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

وَاِنِّيْ وإن كُنْتُ الأَخِيرَ زمانه

لَآتٍ بما لا تستطعه الأوائل

میں اگرچہ ان کے زمانے کے بعد دنیا میں آیا ہوں لیکن میں نے وہ کام انجام دے دیا ہے جسے میرے پیش روانجام نہ دے سکے۔

رہی بات ان لوگوں کی جو دشمنانِ اسلام کی طرف سے اعتراضات کے لیے اجرت پر رکھے گئے ہیں ان کی بڑی تعداد حدیث اور علمِ حدیث سے کوری ہے، یہ لوگ جو کچھ بولتے ہیں اسے کسبِ حرام کی غرض سے بولتے ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں اس میں ملمع کاری اور دھوکہ دہی شامل ہوتی ہے، ان کے مقالات ومضامین اوران کی تصنیفات فریب کاری کا پلندہ ہوتی ہیں جن کا ظاہر تو تابناک نظر آتا ہے لیکن ان کے باطن میں عقائد واخلاق کی گندگی بھری پڑی ہوتی ہے، وہ کتاب وسنت کی خدمت کے سنہرے عنوان سے طرح طرح کی گندگیاں، زہرناکیاں اوراسلام کے خلاف مضامین خاموشی سے پھیلاتے رہتے ہیں، لہٰذا ایسی تحریروں سے اجتناب ضروری ہے۔

مثلاً: ایسے لوگ اپنی کتابوں کا نام خوب اچھا رکھتے ہیں اوراندرون میں زہر اگلتے ہیں، جیسے ایک کتاب کا نام ہے **"أضواء على السنة المحمدية"**؛ اسی طرح ایک کتاب کا نام ہے(۱)**"دفاع عن الحديث"** اورایک کتاب کا نام ہے(۲) **"الأضواء**

---

(۱) اس کتاب کے مصنف کا نام "محمود ابو ریۃ" ہے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مصر سے چھپا ہے جس پر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء کی تاریخ ہے اس پر بیشتر علما نے اعتراض کیا ہے، بالخصوص شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ نے اس کی تردید میں "ظلمات ابی ریۃ" نام سے ایک کتاب لکھی ہے اسی طرح اس کتاب (دفاع عن الحدیث) کی تردید میں شیخ عبدالرحمن المعلمی نے "الأنوار الكاشفة" نامی کتاب تحریر فرمائی ہے۔

(۲) اس کتاب میں "سید صالح ابوبکر" نے گوناگوں افتراپردازیوں سے کام لیا ہے، ۱۹۷۴ء میں یہ کتاب مصر سے چھپی ہے، اس کتاب میں مصنف نے بخاری کی ۱۴۰/حدیثوں کو اسرائیلی روایات بتلایا ہے جن سے صرف اپنی آخرت برباد کرکے، اپنے چہرے کو اس دن میں کالا سیاہ کرنے کا سامان تیار کیا ہے جس میں بعض چہرے بارونق وتابناک ہوں گے اور بعض چہرے بالکل کالے سیاہ، اورایسی ایسی باتیں لکھ ڈالی ہیں جن کا تعلق نہ تو دین سے ہے نہ علم سے، اگر سنت نبویہ کے لیے حفاظت وصیانت کی ضمانت نہ ہوتی تو پھر آخر اس گندی تصنیف کی رہنمائی ہرگز نہ کرتا۔

القرآنية في اكتساح الأحاديث الإسرائيلية وتطهير البخاري منها" یہ کتابیں درحقیقت تہ بہ تہ تاریکیوں کا مجموعہ ہیں اگرچہ ان کا نام بہت خوبصورت ہے۔

یہاں بڑے بڑے محدثین عظامؒ کے کچھ مقولے حوالۂ قرطاس کیے جارہے ہیں جن سے معلوم ہوجاتا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تمام احادیث صحیح ہیں، ان میں بحث وتمحیص کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

علامہ نوویؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم کی شرح کے مقدمے میں تحریر فرمایا ہے:

"وإنما يفرق الصحيحان وغيرهما من الكتب في كون ما فيهما صحيحًا إلى النظر فيه بل يجب العمل به مطلقا، وما كان في غيرهما لا يعمل به حتى ينظر وتوجد فيه شروط الصحيح". (مقدمہ شرح صحیح مسلم: ۲۰/۱)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم حدیث کی دیگر کتابوں سے اس بات میں امتیاز رکھتی ہیں کہ ان دونوں کتابوں کی احادیث صحیح ہیں، اس میں کوغور وفکر کی بالکل ضرورت نہیں، ان پر مطلقاً عمل کرنا ضروری ہے، اور ان دونوں کتابوں کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں آئی ہوئی حدیثوں پر مطلقاً عمل نہیں کیا جائے گا، بل کہ دیکھا جائے گا کہ اس میں صحیح کی شرائط موجود ہیں یا نہیں۔

علامہ ابن صلاحؒ اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں لکھتے ہیں "وهذه نكتة نفيسة نافعة، ومن فوائدها: القول بأن ما انفرد به البخاري أو مسلم مندرج في قبيل ما يُقْطَعُ بصحته، لتلقي الأمة كل واحد من كتابيهما بالقبول على الوجه الذي فصّلناه من حالهما فيما سبق. (۱)

---

(۱) علوم الحديث: ص۲۵: وأما قوله بعد ذلك: "سوى أحرف يسيرة تكلم عليها بعض أهل النقد من الحفاظ كالدار قطني وغيره، وهي معروفة عند أهل الشأن" فلايتوهمن أحد أن =

یہ ایک مفید اور قیمتی بات ہے، اس کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ جس حدیث کو امام بخاریؒ یا امام مسلمؒ نے تنہا نقل کیا ہو وہ ان احادیث کی فہرست میں داخل ہوگی جن کی صحتِ قطعیت ثابت ہے کیوں کہ امت نے دونوں کتابوں کو بالعموم قبول کرلیا ہے اور بالکل اسی طرح قبول کیا ہے جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

یہاں پر علامہ ابن الصلاحؒ نے صرف اس بات کے کہنے پر اکتفا نہیں کیا ہے کہ بخاری اور مسلم کی تمام احادیث صحیح ہیں بل کہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ بھی فرمایا ہے کہ بخاری و مسلم کی تمام احادیث قطعی طور پر صحیح ہیں، یہ واقعتاً صحیحین کی احادیث کی صحت میں مزید تاکید کی بات ہے جس سے صحیحین کی احادیث کی صحت میں کسی ادنیٰ شائبے کی بھی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

یہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ علامہ ابن الصلاحؒ تنہا اس بات کے قائل ہیں کہ صحیحین کی جملہ احادیث قطعاً صحیح ہیں، بل کہ اس قول میں ان کے ساتھ ائمۂ متقدمین کا ایک جمِ غفیر ہے بل کہ کہنا چاہیے کہ جمہور محدثینؒ اور جمہور سلفؒ کا یہی مذہب ہے۔(۱)

= ابن الصلاح يقصد بذلك أنه يوجد في الصحيحين أحاديث يسيرة ضعيفة، وإنما مراده أن أحاديث يسيرة انتقد بعض الحفاظ رجالا في أسانيدها فخرجت عن كونها في المرتبة العليا عن الصحيح في نظر من انتقدها من الحفاظ، فاستثنيت من كونها مقطوعا بصحتها لامن كونها صحيحة وذلك لأنه لم يقع الإجماع على تلقيها بالقبول على الوجه الذي سبق ، بدليل ما نقله الحافظ السخاوي في فتح المغيث عن أبي إسحاق الإسفرائيني أنه قال: "أهل الصنعة مجمعون على الأخبار التي اشتمل عليها الصحيحان مقطوع بصحة أصولها ومتونها ولا يحصل الخلاف فيها بحال، وإن حصل فذلك اختلاف في طرقها ورواتها (انظر فتح المغيث: ۱/۴۷) إذن فالإجماع في نهاية الأمر حاصل على القطع بصحة أصول ومتون الأحاديث التي في الصحيحين: والخلاف في اليسير منها ليس في تصحيحها أو عدم قبولها وإنما في أمور فنّيّة يعرفها أهل الفن فكل ما يثار الآن من القول بأنه يوجد بعض الأحاديث الضعيفة في الصحيحين إنما هو تشويش لبلبة أفكار الناشئة والباحثين. (۱) ۲۰/شوال ۱۴۳۶ھ مطابق ۵/اگست ۲۰۱۵ء بدھ جمعرات کی درمیانی شب۔

حافظ ابن کثیرؒ علامہ ابن صلاحؒ کے مذکورالصدر قول کے نقل فرمانے کے بعد "اختصار علوم حدیث" میں کہتے ہیں کہ "اس معتمد بات میں، مَیں علامہ ابن صلاحؒ کے ساتھ ہوں"۔ واللہ اعلم!

پھر علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ اُس حدیث کی صحت کی قطعیت کو ائمۂ فن کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے جس حدیث کو امت نے قبول کرلیا ہے، اس جماعت کے چند نام حسبِ ذیل ہیں:

۱) قاضی عبدالوہاب مالکیؒ

۲) شیخ ابوحامد اسفرائینیؒ

۳) قاضی ابوالطیب طبریؒ

۴) شیخ ابواسحاق شیرازی شافعیؒ

۵) ابن حامدؒ

۶) ابویعلی بن الفراء

۷) ابوالخطاب

۸) ابن الزاغونی اور ان جیسے دیگر حنبلی علمائے کرامؒ۔

۹) شمس الائمہ سرخسی حنفیؒ۔

شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا ہے کہ متکلمین اشاعرہ وغیرہ کی اکثریت بھی اسی کی قائل ہے، مثلاً: ابواسحاق اسفرائینیؒ اور ابن فورکؒ کا قول ہے کہ جمہور محدثینؒ کا یہ مذہب ہے، اور جمہور اسلافؒ اسی کے قائل ہیں۔

مذکورہ بالا حضرات کا مذہب وہی ہے جو ابن صلاحؒ نے مندرجہ بالا سطروں میں ذکر کیا ہے۔

۲) صحیح احادیث پر مشتمل کتب حدیث:

وہ کتابیں جن میں صرف صحیح احادیث درج کرنے کا اہتمام والتزام کیا گیا ہے، وہ بہت ساری ہیں، جن میں کچھ مشہور کتابیں یہ ہیں:

الف: الزیادات و التمات التي في المستخرجات علی الصحیحین:

اور یہ اس لیے کہ مستخرجات کے مصنفین، صحیحین کی احادیث کے تتمات یا زیادات ہی کو صحیح سندوں سے نقل کرتے ہیں۔

علامہ ابن صلاحؒ کہتے ہیں ''اسی طرح ان احادیث کا بھی درجہ ہے جو بخاری اور مسلم کی مستخرجات میں پائی جاتی ہیں جیسے: (۱) کتاب ابوعوانہ اسفرائینیؒ (۲) کتاب ابی بکر الاسماعیلیؒ (۳) کتاب ابی بکر البرقانیؒ۔

یہ کتابیں بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کی محذوف باتوں کا یا تو تتمہ ہیں یا شرح و بسط میں مزید اضافہ۔

ب) صحیح ابن خزیمہ: صحیح ابن خزیمہ حدیث کی ایسی کتاب ہے، جس میں حدیث کا پایا جانا، حدیث پر صحیح کا حکم لگانے کے لیے کافی ہے، کیوں کہ اس کتاب کے مصنف نے اس کا التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں صحیح احادیث ہی جمع کریں۔

علامہ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں: "و یکفي مجرد کونہ موجودا في کتب من اشترط منھم الصحیح فیما جمعہ، ککتاب ابن خزیمة"(۱)

حدیث کی صحت کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان حضراتِ محدثین کی

---

(۱) علوم الحدیث: ۱۷

کتابوں میں پائی جائے جنھوں نے اپنی کتابوں میں صحیح احادیث کے جمع کرنے کی شرط لگائی ہے، جیسے کہ صحیح ابن خزیمہ، علامہ ابن خزیمہ کی کتاب جس میں صحیح احادیث کے جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان سے رتبے میں بڑھی ہوئی ہے، کیوں کہ علامہ ابن خزیمہؒ نے چھان بین کا زیادہ اہتمام کیا ہے، یہاں تک کہ سند میں تھوڑا بھی کلام ہو تو تصحیح میں توقف فرمایا ہے، چناں چہ ان کا طرزِ کلام ایسے موقع پر اس طرح ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں: "إن صَحّ الخبر" اگر حدیث صحیح ہو، یا کہتے ہیں: "إنْ ثبت كذا" اگر ایسا ثابت ہو جائے، وغیرہ وغیرہ۔(۱)

ج) صحیح ابن حبان: اس کا نام ''التقاسیم والأنواع'' بھی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بخاری ومسلم کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' ہے پھر ''صحیح ابن حبان'' لیکن ابن حبانؒ نے تصحیحِ احادیث میں تساہل سے کام لیا ہے، البتہ امام حاکمؒ کی طرح تساہل نہیں برتا ہے، کیوں کہ علامہ ابن حبانؒ نے تساہل یہ برتا ہے کہ حسن احادیث پر صحیح کا حکم لگا دیا ہے، جیسا کہ حازمیؒ نے کہا ہے، کیوں کہ ابن حبانؒ کے نزدیک توثیق کی شرائط میں سہولت ونرمی پائی جاتی ہے۔(۲)

د) صحیح ابن السکن (۳):

اس کتاب کا ایک نام ''الصحیح المنتقی'' بھی ہے، اور ایک نام ''السنن الصحاح المأثورة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' بھی ہے، اس کتاب میں حدیث کی سندیں

---

(۱) تدریب الراوی: ۱/۱۰۹ (۲) تدریب الراوی: ۱/۱۰۸ (۳) ابن السکن کا نام سعید ہے، والد کا نام ''عثمان''، دادا کا نام سعید اور پردادا کا نام ''السکن'' ہے، کنیت ابو علی ہے، بغداد میں پیدا ہوئے اور مصر میں جا بسے۔ (تدریب الراوی: ۳۵۲)

محذوف ہیں، مؤلفؒ نے کتاب میں تمام ضروری احکام کے لیے ابواب مقرر فرمائے ہیں، جن کے تحت ان احادیث کونقل فرمایا ہے جوان کے نزدیک صحیح ہیں۔

ہ) المستدرک علی الصحیحین للحاکم: علامہ ابن صلاحؒ کہتے ہیں کہ حاکم ابوعبداللہ الحافظ نے بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث پر کچھ صحیح حدیثوں کا اضافہ کیا ہے، ان صحیح حدیثوں کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے، اسی کتاب کا نام ''المستدرک'' ہے، اس میں وہ احادیث تحریر فرمائی ہیں جو بخاری ومسلم میں سے کسی میں بھی پائی نہیں جاتیں، لیکن بخاری ومسلم کی شرائط ان احادیث میں پائی جاتی ہیں اور وہ اس بات کی مستحق تھیں کہ انہیں بخاری ومسلم میں درج کیا جاتا، کیوں کہ شیخینؒ نے ان احادیث کے راویوں سے احادیث، صحیحین میں نقل فرمائی ہیں، یا وہ حدیث صرف بخاری، یا صرف مسلم کی شرائط پر پوری اترتی ہے، اسی طرح ان احادیث کو بھی مستدرک میں ذکر کیا ہے، جن کو امام حاکمؒ نے اپنے اجتہاد سے صحیح قرار دیا ہے، اگرچہ بخاری ومسلم میں سے کسی کی شرطیں ان احادیث میں نہیں پائی جاتیں۔

امام حاکمؒ صحیح کی شرط میں توسع پسند واقع ہوئے ہیں اور کسی حدیث پر صحیح کا حکم لگانے میں سہولت پسندی برتی ہے(۱) موصوف کی سہولت پسندی میں ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ امام حاکم عمر دراز ہوگئے تھے، اس لیے غفلت کا شکار ہوجاتے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسودے کو صاف کرنے سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہوگئے تھے اور تنقیح کا موقع نہ مل سکا۔

بدرالدین بن جماعۃؒ کہتے ہیں: ''حاکم مستدرک کی اتباع کی جائے گی اور ان کی حدیثوں پر حسن، صحیح اور ضعیف کا وہی حکم لگایا جائے گا، جو اس کے حال کے مناسب ہو، یہی درست فیصلہ ہے۔(۲)

(۱) الرسالۃ المستطرفۃ: ص ۲۵ (۲) التقیید والایضاح: ص ۳

علامہ ذہبیؒ نے حاکمِ مستدرک کی بہت ساری ان احادیث کی چھان بین کی جن پر امام حاکمؒ نے صحت کا حکم لگایا ہے، تو بعض پر وہی حکم لگایا جو حدیث کے مناسبِ حال تھا، جس میں حاکمؒ کی بعض صحیح احادیث کو علامہ ذہبیؒ نے بھی صحیح قرار دیا لیکن بعض احادیث پر حسن، یا ضعیف یا منکر کا حکم لگایا حتیٰ کہ ان کی بعض احادیث صحیحہ پر موضوع تک کا حکم لگایا۔

اس کے باوجود مستدرک کی بعض حدیثوں پر علامہ ذہبیؒ نے سکوت فرمایا ہے جن کے چھان بین کی ضرورت اب بھی باقی ہے تاکہ ان کے مناسبِ حال، ان پر حکمِ حدیث لگایا جا سکے۔

(۳) وہ احادیث جن کی صحت کی معتمد محدثین اور ائمہ فن نے صراحت فرمائی ہے:

یہ صراحت ان احادیث کی صحت کے سلسلے میں ہے جو حدیث کی قابلِ اعتماد مشہور کتابوں میں پائی جاتی ہیں، مثلاً سنن ابی داود، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن دار قطنی وغیرہ۔ البتہ اس میں ایک شرط ہے کہ ان کتابوں کے مؤلفین ان احادیث کی صحت کی صراحت کریں، احادیث کا ان کتابوں میں محض پایا جانا، ان کے صحیح ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، کیوں کہ ان کتابوں کے مؤلفین نے صرف صحیح احادیث کے جمع کرنے کا التزام نہیں کیا ہے۔

یا کم از کم ائمۂ حدیث میں سے کسی نے صحت حدیث کی صراحت کی ہو اور اس سے صحیح سند سے منقول ہو، جیسا کہ احمد بن محمد بن حنبلؒ کے سوالات میں ہے اور اسی طرح یحییٰ بن معین وغیرہ کے سوالات میں بھی ہے، تو اس طرح کی صراحت تصحیحِ حدیث کے لیے کافی ہے۔(۱)

---

(۱) التقیید والایضاح: ص ۳۸

(۴) وہ احادیث جن پر ائمہ محدثین نے کوئی حکم لگا کر ان کے مراتب کی تعیین فرمائی ہے:

ذخیرۂ حدیث میں بے شمار ایسی احادیث ہیں جن کی سندوں کو ماضی کے ائمہ حدیث نے بغور دیکھا اور ان کے مناسب حال حدیث پر حکم لگایا، اور اس طرح حدیث کے مراتب میں حسن، ضعیف، منکر اور موضوع کی وضاحت فرمائی۔

ان احادیث پر اگر ائمہ حدیث میں کسی بڑے اور قابلِ اعتماد امام نے کوئی حکم لگایا ہے تو اس امام اور اس کے حکم علی الحدیث کی تفتیش نہیں کی جائے گی بشرطیکہ امام سہولت پسندی میں معروف نہ ہو، اسی طرح اس حدیث کی سندوں میں بھی چھان بین سے گریز کیا جائے گا، مثلاً وہ احادیث جن کی امام ترمذیؒ نے تحسین یا تضعیف فرمائی ہے یا ائمہ حدیث نے جن احادیث پر وضع کا حکم لگایا ہے۔(۱)

---

(۱) لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس حدیث کی سندوں پر بالکل بحث ہی نہیں کی جائے گی، بل کی بحث کا حق اس شخص کو ہوگا جو فن حدیث کا امام ہو، بالخصوص اس وقت جب محدثین کا کلام کسی حدیث کے سلسلے میں متعارض ہو، یا اس کو کسی حکم سے متعارض معلوم ہو، ایسے حالات میں حدیث میں بحث وتحقیق کی گنجائش ہوگی، خاص طور پر اگر ایسے محدث سے متعارض حکم علی الحدیث صادر ہو جو سہولت پسند ہو تو اس کی زیادہ گنجائش ہوگی، مثلاً: علامہ ابن الجوزیؒ حدیث کو موضوع بتلانے میں بڑی سہل انگاری سے کام لیتے ہیں، لیکن یہ بات تاکیداً کہی جاری ہے کہ یہ کام صاحب فن اور ماہر حدیث کا ہے، ہر کس و ناکس کو اس میں پَر مارنے کی گنجائش نہیں، اس موقع پر علامہ سخاویؒ کی وہ بات نقل کرنا قرین قیاس ہے جو انہوں نے علامہ ابن صلاحؒ کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے کہی ہے۔ علامہ ابن صلاحؒ کا کلام یہ ہے کہ وہ متاخرین کو اپنے زمانے میں اور بعد والوں کو تصحیح وتضعیف کا حق دینے کے روادار نہیں۔ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں: "شاید علامہ ابن صلاحؒ نے فتنے کو جڑ سے ختم کرنا چاہا ہے تاکہ وہاں تک بعض نقل اتارنے والے راہ نہ پاسکیں جو ان کتابوں کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں جن سے مطلب برآری تک رہنمائی نہیں ملتی، جن سے آدمی اپنی ذمے داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

وللحديث رجال يعرفون به   وللدواوين كتاب و حساب

حدیث کے لیے مخصوص افراد ہوتے ہیں جس سے ان کی شناخت وابستہ ہوتی ہے، اور بڑے رجسٹروں کا مستقل حساب وکتاب ہوتا ہے۔ ==

صحت وضعف کے حکم سے خالی احادیث:

جن احادیث پر ابھی تک صحت وضعف کا کوئی حکم نہیں لگا، ان کی اسانید میں بحث وتمحیص کی ضرورت ابھی باقی ہے، لہٰذا ہمیں ایسی احادیث کی تلاش میں رہنا چاہیے جن کی سندوں پر ائمہ حدیث اور علمائے فن نے صحت وضعف کا کوئی حکم نہیں لگایا ہے، ایسی حدیثیں کافی تعداد میں ہیں، حدیث سے شغف رکھنے والے مخلص علمائے امت کی ذمے داری ہے کہ کمرِ ہمت باندھ کر اس طرف توجہ فرمائیں اور حدیث وسنت کی خدمت کے لیے تیار ہوں۔

جس کا طریقۂ کار یہ ہوسکتا ہے کہ متقدمین ائمۂ حدیث کی کسی حدیث کی کتاب کا انتخاب کرکے، یہ دیکھا جائے کہ اس کتاب کی احادیث پر متقدمین ائمۂ حدیث نے کوئی حکم لگایا ہے یا نہیں اگر کوئی حکم نہیں لگایا ہے، تو اب ضرورت اس بات کی ہے کہ احادیث کو پڑھا جائے، ان کی سندیں تلاش کی جائیں، پھر انہیں کے حسب حال حدیث پر حکم لگایا جائے، اس طرح حدیث پاک کی ایک عظیم خدمت انجام دی جاسکے گی، کیوں کہ حدیث شریف اور سنت نبویہ شریعت کی چار دلیلوں میں سے قرآن کے بعد دوسرے نمبر کی دلیل ہے۔

== اس لیے اس موقع پر بعض ائمہ حدیث نے فرمایا ہے کہ درحقیقت محدث کا نام اس کو زیب دیتا ہے جس نے حدیث کی وادیٔ پُرخطر میں رہ نوردی کرے حدیث کو لکھا ہو اور ان کو اسے اچھی طرح محفوظ کیا ہو، مختلف بلاد وامصار میں تحصیل علم حدیث کے لیے سفر کرتا ہوا پہنچا ہو، وہاں جاکر اصول حدیث کے فن کی کما حقہٗ تحصیل کی ہو، مسانید وعلل اور تواریخ سے متعلق کتابوں پر تعلیق وحاشیہ لکھا ہو اس طرح ہزاروں تصنیفات تک اس کا علمی سفر ہوا ہو، اگر یہ بات ہے تب تو محدث کا نام زیب دیتا ہے۔ اس کے برعکس سر پر دستار، لمبا کرتا، رونق بدن اچھے قیمتی جوتوں کا استعمال اور امرائے زمانہ کی مصاحبت اور سونے چاندی میں کھیلتے رہنے والی فانی زندگی، رنگ برنگے جوڑوں کا شوق، یہ ساری باتیں محدث کے لیے مناسب نہیں ہوسکتیں وہ تو حدیث کی صحیح ترجمانی کیا کرے گا، وہ بہتان تراشی اور کذب بیانی کے سوا کچھ نہیں کرسکتا، اس نے اپنے آپ کو بچوں کا کھلونا بنالیا اور خواہشات کا بندہ بن گیا، اس پر محدث کا نام کیا انسان کا نام بھی زیب نہیں دیتا، جہالت کی ظلمت کے ساتھ وہ حرام کھانے والا کہلا سکتا ہے اور اگر اس عمل کو حلال اعتماد کرتا ہے تو اس کے کفر میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ (فتح المغیث للسخاوی: ۱/۴۰، ۴۱)

مدارسِ اسلامیہ اور جامعاتِ دینیہ میں سے کوئی ادارہ اگر اپنے یہاں حدیث پاک کی اس خدمت کی انجام دہی کا انتظام کرلے تو بڑا اہم دینی کام انجام پذیر ہوگا۔

دراسۃ الاسانید کا طریقۂ کار:

علمائے اصولِ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث کی ۵ر شرطیں ہیں:

(۱) راوی کا عادل ہونا۔

(۲) راوی کا ضابط ہونا۔

(۳) سند میں اتصال ہونا۔

(۴) سند ومتن کا شاذ نہ ہونا۔

(۵) سند ومتن میں علت کا نہ ہونا۔

دراستہ الاسناد یا سند کے مطالعے میں یہ بات ضروری ہے کہ سند میں دیکھا جائے کہ مذکورہ پانچوں شرطیں پائی جاتی ہیں یا بعض شرائط پائی جاتی ہیں، تاکہ اسی مطالعے کی روشنی میں حدیث پر کوئی حکم لگایا جائے اور حدیث کی درجہ بندی کی جائے۔

اسی بنا پر دراستہ الاسناد یا سند کے مطالعے میں سب سے پہلی چیز جو ماسبق کی روشنی میں ناگزیر حد تک ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ سند کے رجال کے تراجم کی جانکاری حاصل کی جائے، تاکہ پتہ چلے کہ علمائے جرح وتعدیل نے راوی کی عدالت اور ضبط کے بارے میں کیا کیا فرمایا ہے، اس طرح ہمیں سند میں عدالت وضبط کی پہلی اور دوسری شرط کے بارے میں صحیح معلومات ہوجائے گی۔

راوی کے حالات معلوم کرنے کا طریقہ

پیچھے "أنواع الكتب المؤلفة في الرجال" کی بحث میں گزر چکا ہے کہ ائمہ حدیث نے ''تراجم رجال'' (راویوں کے حالات) کے سلسلے میں بے شمار کتابیں لکھی ہیں، جن کی تبویب وترتیب میں مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں، بعض کتب میں تمام رواۃ کے تراجم ہیں تو بعض میں مخصوص کتابوں کے راویوں کے حالات درج ہیں، بعض کتابوں میں ثقہ راویوں کے تراجم ہیں، تو بعض میں ضعیف راویوں کے حالات۔

کسی راوی کے حالات معلوم کرنے والے کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ راوی کے بارے میں جو کچھ معلومات پہلے سے رکھتا ہو اس میں غور کرے، مثلاً راوی کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ صحاحِ ستہ کے راوی ہیں، یا متکلم فیہ ہیں یا کسی مخصوص شہر یا متعین طبقے سے تعلق ہے، اس طرح اس راوی کے حالات کم وقت میں معلوم ہو سکتے ہیں۔

اور اگر بالفرض راوی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، صرف راوی کا نام معلوم ہے، تب بھی راوی کے حالات تک رسائی بآسانی ممکن ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ حروفِ معجم کی ترتیب پر ہی کتب رجال کو جمع کیا گیا ہے، راوی کا نام اور والد کا نام حروفِ تہجی کی ترتیب پر اس کتاب میں تلاش کیا جائے، ایک کتاب میں نہ ملے تو دوسری میں تلاش کیا جائے یہاں تک کہ کسی نہ کسی کتاب میں تو ضرور مل جائے گا۔ انشاء اللہ!

دراستہ الاسناد کی عملی مثال:

دراستہ الاسناد یعنی سند پر بحث کرنے کی مثال ملاحظہ فرمائیں نسائی شریف کی ایک حدیث لے لیجیے: **قال النسائي: "أخبرنا إسماعيل بن مسعود قال حدثنا خالد بن الحارث قال: حدثنا حسين المعلم، عن عمرو بن شعيب أن أباه حدثه عن عبد اللّٰه بن عمرو قال: لما فتح رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة قام خطيبا فقال في خطبته لايجوز لامرأة عطية إلا باذن زوجها".** (سنن نسائی: ۵/۴۹)

یہ حدیث سند اور متن کے ساتھ پوری ہوئی، اس حدیث کی سند میں ۶ / راوی ہیں:

(۱) اسماعیل بن مسعود

(۲) خالد بن الحارث

(۳) حسین المعلم

(۴) عمرو بن شعیب

(۵) شعیب (عمرو کے والد)

(۶) عبداللہ بن عمرو بن العاص

مذکورالصدر راویوں کے تراجم وحالات پر بحث کرنے سے پیشتر عرض ہے کہ یہ سنن نسائی کی سند ہے، ان تمام راویوں کے حالات ان کتابوں میں دستیاب ہوجائیں گے جن میں صحاح ستہ کے راویوں کے حالات جمع کیے گئے ہیں، ان کتب کے علاوہ دیگر کتابوں میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، صحاح ستہ کے راویوں کے حالات

جاننے کے لیے حسب ذیل کتابیں لکھی گئی ہیں:

(۱) **تہذیب التہذیب:** از ابن حجر عسقلانیؒ

(۲) **تقریب التہذیب:** از ابن حجر عسقلانیؒ

(۳) **الکاشف:** از علامہ ذہبیؒ

(۴) **خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال:** علامہ خزرجیؒ

یہ تمام کتابیں حروفِ معجم کی ترتیب پر لکھی گئی ہیں۔

تو لیجیے! ''تقریب التہذیب'' کھولتے ہیں اور راویٔ اول کے حالات جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

پہلے راوی: سند میں ''اسماعیل بن مسعود'' ہیں، حرف ہمزہ میں مل گیا لیکن والد کا نام تلاش کرتے ہیں، لیجیے اسماعیل نام ص ۶۵/ جلد: ا پر چند اوراق پلٹ کر دیکھتے ہیں تاکہ والد کا نام ''مسعود'' مل جائے، اب ص ۷۴ پر اسماعیل بن مسعود مل جاتا ہے، لیکن اس نام کے دو راوی ہیں ایک ''اسماعیل بن مسعود زرقی'' دوسرے اسماعیل بن مسعود جحدری'' دونوں میں امتیاز کرنا ہے کہ کون سے راوی مراد ہیں۔ اس کے لیے امام نسائی کے استاذ اسماعیل بن مسعود جحدری کو لینا ہے جس کا اندازہ دو طرح سے ہوگا، ایک یہ ہے کہ مؤلف نے ''جحدری'' کے لیے ''س'' کی علامت لکھی ہے جس کا مطلب ہے کہ جحدری سے امام نسائی نے سنن نسائی میں حدیث نقل کی ہے، جب کہ زرقی کے لیے ''عس'' کا حرف لکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ امام نسائی نے ان سے روایت ''مسند علی'' میں نقل کی ہے۔

یہ ایک طریقہ مذکور ہوا، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے الزرقی کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''پانچویں طبقے'' میں شمار کیے جاتے ہیں، یہ طبقہ صغار تابعین کا ہے، اور امام

نسائی کے لیے ممکن نہیں ہے کہ ان سے لفظ ’’حدثنا‘‘ سے نقل کریں جب کہ وہ تبع تابعین کے طبقۂ صغار سے تعلق رکھتے ہیں اور ’’جحدری‘‘ کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ’’دسویں طبقے‘‘ سے تعلق رکھتے ہیں، تو یہی ہوں گے جن سے امام نسائی کا نقل کرنا ممکن ہے۔

دوسرے راوی: خالد بن حارث ہیں، ہم ان کا نام حرف ’’خا‘‘ میں تلاش کرتے ہیں تو ہمیں سب پہلا نام ’’خالد‘‘ ص ۲۱۱ر پر پہلی جلد میں مل جاتا ہے، لیکن یہ خالد بن ایاس ہیں، اس لیے اِدھر اُدھر صفحات پلٹ کر نظر دوڑاتے ہیں اور مختلف تراجم رجال کو دیکھتے ہیں تو ہمیں چار تراجم کے بعد اسی صفحے میں ’’**خالد بن حارث الهُجَيْمِيْ**‘‘ ملتا ہے، اب یہی طے ہو جاتا ہے، کیوں کہ صحاح ستہ کے رجال میں ’’خالد بن حارث‘‘ نام کے اکیلے راوی ہیں۔

تیسرے راوی: حسین نام ہم تلاش کریں گے حرف ’’حا‘‘ میں، چناں چہ ج ۱/ ص ۱۷۳ر پر ہمیں یہ عنوان ملتا ہے ’’**ذکر مَن اسمه الحسين**‘‘ ان رواۃ کا ذکر جن کا نام ’’حسین‘‘ ہے، اس لیے حسین نام کے تمام راویوں کو پڑھنا ضروری ہے، اس طرح ’’حسین المعلم‘‘ لکھا ہوا ج ۱/ص ۱۷۵ میں ہم کو ملا، جس میں والد کے نام کے ساتھ ’’حسین بن ذکوان المعلم‘‘ درج ہے، اور ’’المعلم‘‘ وہی اصطلاح ہے کہ جو بچوں کو تعلیم دے، اس کو معلم کہتے ہیں۔

چوتھے راوی: عمرو بن شعیب چوتھے راوی ہیں، راوی کا نام ’’عمرو‘‘ حرف عین میں تلاش کرتے ہیں تو ہمیں جلد دوم ص ۶۵ر پر یہ عنوان ملتا ہے ’’**ذکر من اسمه عمرو بفتح أوله**‘‘ ان راویوں کا ذکر جن کا نام عمرو عین کے فتحے کے ساتھ ہے۔

پھر والد کا نام تلاش کرتے ہیں، ان کا نام ’’شعیب‘‘ ہے اسے ہم جلد دوم ص

۴۷؍ر پر پاتے ہیں، پورا نام ہے عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

پانچویں راوی: شعیب پانچویں راوی ہیں، آپ عمرو کے والد ہیں، حرف شین میں دیکھتے ہیں، تو ج ا/ص ۳۵۱ پر شعیب نام کے راوی کی ایک بڑی تعداد ہے، چوں کہ والد کا نام معلوم ہے کہ محمد ہے اس لیے جب بھی ان کے بیٹے عمرو کا ترجمہ اور حالات تلاش کریں گے اس وقت ان کے والد کا نام محمد بھی تلاش کریں گے، چناں چہ جلد ا/ص ۳۵۳ر پر راوی کا نام، والد کے نام کے ساتھ ملا، مؤلف نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ’’شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں، صدوق ہیں، ثبت وثقہ ہیں، دادا سے حدیث سننا ثابت ہے۔

چھٹے راوی: عبداللہ بن عمرو بن العاص ہے، آپ کا نام عبداللہ حرف عین میں تلاش کیا تو ج ا/ص ۴۰۰ر پر یہ عنوان لکھا تھا ’’ذکر من اسمہ عبداللہ‘‘ ان رواۃ کا ذکر جن کا نام عبداللہ ہے، پھر ہم نے ان کے والد عمرو کو تلاش کیا تو ہمیں اس طرح ملا: ’’عبداللہ بن عمرو بن العاص، آپ مشہور صحابی ہیں، ج ا/ص ۴۳۶۔

رواۃ کے ضبط وعدالت کا بیان:

جب ہم رواۃ کے تراجم واحوال معلوم کرلیں اور کتبِ تراجم میں ان کا مقام جان کر فارغ ہو جائیں تو اب اس بات کی ضرورت ہوگی کہ ان کی عدالت وضبط کے بارے میں معلومات حاصل کریں، اس کے لیے ہمیں علمائے جرح وتعدیل کی آراء جاننے کی حاجت ہوگی، جو انھوں نے رجال کے تراجم لکھنے کے دوران ظاہر کی ہوں گی۔ اس کی وضاحت کے لیے گزشتہ مثال ہی سے استفادہ کرتے ہیں:

(۱) پہلے راوی ہیں "اسماعیل بن مسعود":

(الف) "التقریب" (۱/۷۴) میں آپ کو "ثقہ" کہا ہے۔

(ب) "الکاشف" (۱/۱۲۸) میں آپ کو "ثقہ" کہا ہے۔

(ج) "الخلاصۃ" ص ۲۶ پر ابو حاتمؒ نے کہا ہے "صدوق" ہیں۔ اور حاشیے میں امام نسائی نے "ثقہ" کہا ہے۔

(۲) خالد بن زید: دوسرے راوی "خالد بن زید" ہیں۔

(الف) "التقریب" ۱/ ۲۱۱، ۲۱۲ پر ہے کہ آپ "ثقہ ثبت" ہیں۔

(ب) "الکاشف" ۱/ ۲۶۶، ۲۶۷ پر ہے، امام احمدؒ نے فرمایا ہے "إليه المنتهى في التثبت بالبصرة" اور امام قطانؒ نے فرمایا ہے "ما رأيت خيرًا منه و من سفيان"۔

(ج) "الخلاصۃ" ص ۹۹، ۱۰۰ پر ہے، امام نسائی نے آپ کو "ثقہ ثبت" کہا ہے، امام قطانؒ نے کہا ہے "ما رايت خيرا منه ومن سفيان"۔(۱)

(۳) حسین المعلم: تیسرے راوی "حسین المعلم" ہیں۔

الف) التقریب: ۱/ ۱۷۵، ۱۷۶ پر ہے کہ آپ ثقہ ہیں کبھی وہم بھی ہوتا ہے "ثقة ربما وَهِمَ"۔

ب) الکاشف: میں کہا ہے "الحسين بن ذكوان المعلم البصري الثقة"۔

ج) الخلاصہ میں ہے "وثقه ابن معين و أبو حاتم"۔

(۴) عمرو بن شعیب: آپ چوتھے راوی ہیں:

---

(۱) ۱۱ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ بدھ مطابق ۲۶ اگست ۲۰۱۵ء بعد نماز عشاء مفصلا۔

الف) "التقریب" (۲/۲۷) میں ہے "صدوق"۔

ب) "الکاشف" (۲/۳۳۲) میں ہے "قال القطان: إذا روی عنه ثقة فهو حجة" ثقہ آپ سے نقل کرے تو حجت ہے، قال القطان۔ اور امام احمدؒ کہتے ہیں: "ربما احتججنا به" و قال البخاري: "رأيت أحمد و عليا و إسحاق و أبا عبيدة و عامة أصحابنا يحتجون به و قال أبو داؤد: "ليس بحجة"۔

ج) "خلاصہ" (ص۲۹۰) میں ہے: قال القطان: إذا روى عنه الثقات فهو ثقة يحتج به" امام قطانؒ نے کہا ہے کہ جب عمرو بن شعیب سے ثقات نقل کریں تو عمرو ثقہ ہیں، یحییٰ بن معین کی ایک روایت میں ہے کہ جب عمرو اپنے والد کے علاوہ سے نقل کریں تو ثقہ ہیں، امام ابوداؤد فرماتے ہیں: عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده حجت نہیں۔ اور ابواسحاق کہتے ہیں کہ عمرو، ایوب عن نافع عن عمر کی طرح ہے۔ امام نسائی نے توثیق فرمائی ہے۔ حافظ ابوبکر بن زیاد کہتے ہیں کہ عمرو کا اپنے والد سے سماع صحیح ہے، اور شعیب کا ان کے دادا عبداللہ بن عمرو سے سماع صحیح ہے، اور امام بخاریؒ کا کہنا ہے کہ شعیب نے ان کے دادا عبداللہ بن عمرو سے سنا ہے۔

(۵) شعیب بن محمد: آپ عمرو کے والد ہیں۔

الف) "التقریب" ۱/۳۵۳، پر ہے کہ آپ 'صدوق' ہیں۔

ب) "الکاشف" ۲/۱۳، پر ہے کہ صدوق ہیں۔

ج) "الخلاصہ" (ص۱۶۷) میں ہے کہ ابن حبانؒ نے توثیق فرمائی ہے۔

(۶) عبداللہ بن عمرو بن العاص:

مشہور صحابی ہیں، صحابہ کے سلسلے میں عدالت وضبط پر بحث نہیں کی جاتی۔

خلاصۂ بحث

(راویوں کے سلسلے میں عدالت وضبط کی بحث کا خلاصہ) مذکورہ سند کے ۶ رراویوں کے سلسلے میں علمائے جرح وتعدیل کے اقوال کا جائزہ لینے سے یہ پتہ چلا کہ:

(۱) ابتدا کے تین راوی اسماعیل بن مسعود، خالد بن حارث اور حسین المعلم عدل و ضبط کی صفت کے ساتھ متصف ہیں، کیوں کہ ائمۂ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق فرمائی ہے، اوران کی عدالت اور ان کے ضبط پر کوئی جرح نہیں کی ہے اور یہ معلوم ہے کہ ثقہ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ راوی عدل وضبط کی صفت کے ساتھ متصف ہے۔

(۲) چھٹے راوی عبداللہ بن عمرو ہیں جو صحابی رسول ہیں لہٰذا وہ ثقہ یقیناً ہیں۔

(۳) چوتھے راوی عمرو بن شعیب ہیں جن کی توثیق میں اختلاف رہا ہے، لیکن جس امام نے توثیق نہیں کی ہے، اس نے عدالت وضبط میں جرح نہیں کی ہے، عدالت وضبط سے الگ ایک امر میں جرح کی ہے اور وہ امر یہ ہے کہ عمرو نے اپنے والد سے حدیث سنی ہے یا نہیں، اگر حدیث اپنے والد سے سن رکھی ہے تو کیا ہر ہر حدیث میں سماع ثابت ہے جس کو انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے؟ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر ائمہ جرح و تعدیل یہی کہتے ہیں کہ اپنے والد سے جو احادیث انہوں نے نقل کی ہیں ان کو چھوڑ کر دیگر تمام احادیث میں آپ ثقہ ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ عمرو بن شعیب درحقیقت ثقہ ہیں اور اپنے والد سے حدیث نقل کرنے کی صراحت کریں تو حدیث بھی حجت ہوگی، اس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۴) پانچویں راوی شعیب بن محمد ہیں: آپ کا معاملہ آپ کے بیٹے عمرو کی طرح ہے، تو آپ دراصل ثقہ ہیں، خطرے کی بات اُس وقت ہے جب وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو سے روایت کریں، کیوں کہ اگرچہ راجح قول کی بنیاد پر دادا سے ان کا سماع ثابت ہے، لیکن یہ سماع کثرت سے نہیں ہے، تو خطرہ ہے کہ جو حدیث بھی دادا سے روایت کی ہے اس میں کچھ نہ سنی ہو، اور یہ چیز عبد اللہ بن عمرو کے لیے صحیح ہے، اس کو شعیب نے وِجادتاً نقل کیا ہے اور ان کو سنا نہیں ہے، اور اگر مقصود ان کے دادا سے محمد بن عبد اللہ بن عمرو ہیں تو محمد صحابی نہیں ہیں، اس لیے حدیث مرسل ہوگی۔

اتصالِ سند کی بحث

سند کے راویوں میں عدالت وضبط کی دونوں شرطوں کی تفصیلات پر بحث مکمل ہونے کے بعد صحتِ حدیث کی پانچ شرطوں میں سے تیسری شرط اتصالِ سند پر بحث شروع کرتے ہیں:

چناں چہ عرض ہے کہ جو سند گزشتہ صفحات میں پیش کی گئی وہ امام نسائیؒ کی سند ہے:

(۱) امام نسائیؒ نے فرمایا ہے "أخبرنا" اسماعیل بن مسعود۔

(۲) اور اسماعیل بن مسعود نے فرمایا "حدثنا" خالد بن الحارث۔

(۳) اور خالد بن الحارث نے فرمایا "حدثنا" حسین المعلم۔

یہ عبارتیں اور صیغے ادائیگی حدیث یا بیانِ حدیث کے لیے محدثین اپنے شیخ سے پڑھنے اور سننے میں استعمال کیا کرتے ہیں، تو معلوم ہونا چاہیے کہ اس طرح استعمال کرنے سے یہاں تک کی سند "سندِ متصل" کہلائے گی۔

(۴) آگے سند میں ''حسین المعلم'' ہیں، آپ نے فرمایا: ''عن عمرو بن شعیب'' اس میں ''عن'' استعمال کیا ہے، اس کو ''عنعنہ'' کہا جاتا ہے اور ''حسین المعلم'' کا عنعنہ اتصالِ سند پر محمول ہے، کیوں کہ پہلی بات یہ ہے کہ حسین المعلم مدلس نہیں ہیں، اور عمرو بن شعیب سے ان کی ملاقات ممکن ہے، تراجم رجال کی کتابوں میں، حسین المعلم عمرو بن شعیب کے شاگرد کے نام سے معروف ومشہور ہیں۔

(۵) اب رہی بات عمرو بن شعیب کی، تو موصوف نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ان کے والد نے حدیث، ان سے بیان کی ہے، لہٰذا سند متصل رہے گی۔

(۶) اب آخر میں شعیب بن محمد بن عبداللہ راوی ہیں، انہوں نے فرمایا ہے: عن عبداللہ بن عمرو۔

یہاں پر اشکال ہے، اس لیے کہ شعیب مدلس ہیں، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ان کو مدلسین کے طبقۂ ثانیہ میں شمار کیا ہے، اور یہ طبقہ ایسا ہے جس کے بارے میں علامہ ابن حجرؒ کا کہنا ہے کہ اس طبقے کے مدلسین کو ائمہ محدثین نے نظر انداز کیا ہے، ان کی قلتِ تدلیس اور حدیث میں جلالتِ شان کی وجہ سے، محدثین نے ان کی احادیث کی تخریج کی ہے۔

اسی لیے شعیب کی تدلیس کو ہم نظر انداز کریں گے، اور قلتِ تدلیس کے پیشِ نظر، عنعنہ علی السماع کو برداشت کرلیں گے، اور اس لیے بھی شعیب کا سماع ان کے دادا عبداللہ سے ثابت ہے، اس لیے حدیث ان شاء اللہ متصل السند ہوگی۔

علت وشذوذ کی بحث

رہی بحث علت وشذوذ کی، تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ عدالت وضبط اور اتصالِ سند کی بحثیں آسان ہیں، لیکن علت وشذوذ کی بحث ان بحثوں کی بہ نسبت خاصی مشکل ہے، کیوں کہ علت وشذوذ پر مطلع ہونا ہر کس وناکس کا کام نہیں، اس کے لیے وسیع معلومات اور احادیث کے متون واسانید پر کافی مضبوط گرفت کا ہونا لابدی ہے، تاکہ یہ جاننا ممکن ہو سکے کہ اس حدیث کی سندیں حدیث کے دوسرے تمام طرق سے متفق ہیں یا نہیں۔

علمائے اصولِ حدیث نے یہ بات صاف طور پر ذکر فرمائی ہے کہ حدیث میں علت ونقص کی بات بعض مرتبہ ایسی حدیثوں میں در آتی ہے جن کے تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں اور حدیث ظاہری طور پر صحت کی تمام شرائط کی جامع ہوتی ہے، اس طرح یہ بات بھی بیان کی ہے کہ سندِ حدیث میں علت ونقص، متنِ حدیث کی بہ نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔

حدیث میں علت جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کی تمام سندیں جمع کی جائیں، پھر ان کے راویوں کے اختلاف میں غور کیا جائے۔

خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں: "**السبيل إلى معرفة علة الحديث أن يُجمع بين طرقه، وينظر في اختلاف رُواته، ويعتبر بمكانهم من الحفظ، ومنزلتهم في الإتقان والضبط**"۔ (علوم الحدیث: معرفۃ الحدیث المعلل، ص ۸۱)

حدیث میں علت جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی سندیں جمع کی جائیں، پھر اس کے راویوں کا اختلاف بہ نظرِ غائر دیکھا جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ راوی حفظ و اتقان اور ضبط میں کیا مقام رکھتا ہے۔

دیکھ ہی رہے ہیں کہ یہ کتنا مشکل کام ہے، بالخصوص ان حضرات کے لیے یہ کام اور زیادہ مشکل ہے جن کو حدیث کی متعدد سندوں کی معلومات اور اختلافِ طرق کا علم نہ ہو اور مختلف طرقِ احادیث کو جمع کرنے اور اختلافِ رُواۃ میں غور کرنے کی صلاحیت نیز ان میں سے راجح کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت مفقود ہو۔

حدیث پر حکم لگانا

''الحکم علی الحدیث'' یعنی حدیث پر حکم لگانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ حدیث صحیح ہے، یا حسن، ضعیف ہے یا موضوع۔ البتہ یہ کام وہی کر سکتا ہے جو حدیث کی سند کا بہ نظرِ غائر، اسی نہج پر مطالعہ کر چکا ہو جو اوپر بیان ہوا۔

ہاں! مذکورہ بالا حدیث پر حکم لگانے کے لیے درج ذیل باتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں:

(۱) سند کے تمام کے تمام چھ راوی ثقہ ہیں یعنی عادل وضابط ہیں یا بالفاظِ دیگر سند کے سارے رجال حدیثِ صحیح کے رجال ہیں، اگرچہ ان میں کے بعض مثلاً: عمرو بن شعیب اور ان کے والد شعیب حدیث صحیح کے اعلیٰ درجے کے راوی نہیں ہیں، بل کہ ادنیٰ درجے کے ہیں۔

(۲) حدیث کی سند متصل ہے، اگرچہ سند کے انقطاع کا شائبہ ہے اور وہ اس طرح کہ شعیب کا اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے عنعنہ ہوا ہے (یعنی عن کے ذریعے حدیث نقل کی ہے)۔

(۴) اپنی بساط بھر کوشش کے بعد، یہی معلوم ہوا کہ حدیث کی سند یا متن میں کوئی علت یا شذوذ کی بات نہیں ہے۔

مذکورہ باتوں کی روشنی میں کہا جائے گا کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے، ہاں اعلیٰ درجے کی صحیح نہیں ہے، بل کہ ادنیٰ درجے کی صحیح ہے یا اعلیٰ درجے کی ''حدیث حسن'' ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نیز یہ حدیث امام نسائی کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اپنے کتاب مسند احمد بن حنبل میں روایت کی ہے اور امام ابوداؤدؒ نے سننِ ابی داؤد میں نقل کی ہے، اور امام ابوداؤدؒ نے اس پر سکوت فرمایا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ ابوداؤد جس حدیث پر سکوت فرمائیں وہ قابلِ اعتماد اور قابلِ حجت ہوتی ہے۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ''حدیث حسن'' کے بھی مختلف درجات ہیں، سب سے اعلیٰ درجے کی حدیث حسن وہ ہے جو "بهز بن حكيم عن أبيه عن جده"، عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده" اور "ابن اسحاق عن التيمي" جیسی سندوں سے مروی ہو، اس طرح کی سندوں والی حدیث کو ''اعلیٰ درجے کی حدیث حسن'' اور ''ادنیٰ درجے کی حدیث صحیح'' بھی کہتے ہیں۔

صحیح الاسناد، حسن الاسناد یا ضعیف الاسناد

گذشتہ صفحات میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حدیث میں علت وشذوذ کا پایا جانا، یا نہ پایا جانا، ان دونوں کا پتہ لگانا بڑا مشکل کام ہے، ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، اس

لیے سندوں کی تحقیق کرنے والے شخص کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنی ساری تحقیق اور حدیث کی سندوں کے سلسلے میں محنت وجستجو کے بعد، حدیث پر حکم لگانے کے لیے یہ الفاظ استعمال کرے کہ حدیث ''صحیح الاسناد'' ہے، یا یہ کہے کہ حدیث ''حسن الاسناد'' ہے، اسی طرح کہے کہ حدیث ''ضعیف الاسناد'' ہے، یہی محتاط طریقہ ہے، اس لیے کہ اگر حدیث کے بارے میں کہا گیا کہ یہ حدیث صحیح ہے، یا حسن ہے، تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی دوسری حدیث اسی کے ہم معنی، متعارض ہوتی ہے اور اِس حدیث کی سند پہلی حدیث کی بہ نسبت قوی تر ہوتی ہے، تو پہلی حدیث جس پر صحیح کا حکم لگا چکے ہیں، اب دوسری متعارض حدیث کے آنے کی وجہ سے (جس کی سند قوی تر ہے) شاذ ہوگئی، اسی طرح کبھی کبھی حدیث میں کوئی غامض علت کا پتہ چلتا ہے، تو حدیث معلل یا معلول ہوگئی۔

اسی طرح کبھی کبھی حدیث ضعیف ہوتی ہے لیکن اس حدیث کے لیے کوئی حدیث ''تابع'' یا ''شاہد'' بن کر آتی ہے، تو ضعیف کا درجہ بلند ہو کر ''حسن لغیرہٖ'' ہوجاتا ہے، اس لیے حدیث کو ڈائرکٹ ''ضعیف'' کہنے کے بجائے ''ضعیف الاسناد'' کہنا زیادہ بہتر اور محتاط طریقہ ہے۔ اسی طرح ''صحیح'' کی جگہ ''صحیح الاسناد'' اور ''حسن'' کی جگہ ''حسن الاسناد'' کہنا اولیٰ ہے۔ حدیث کو صحیح الاسناد، حسن الاسناد یا ضعیف الاسناد کے بجائے حدیث پر صحیح، حسن یا ضعیف کا حکم لگانے کا عمل بہت سارے ائمہ سابقین مثلاً ابو عبداللہ حاکمؒ اور حافظ ہیثمیؒ وغیرہ نے ''مجمع الزوائد'' میں کیا ہے، ظاہر ہے کہ ان حضرات کو اپنے عمل میں دوبارہ تحقیق و جستجو اور احادیث پر نظرِ ثانی کا موقع نہ مل سکا کہ دوبارہ غور وفکر سے حدیث میں علت وشذوذ کو تلاش کر کے، حدیث کو صحت وحسن کے مرتبے سے نکال کر علت وشذوذ کی درجہ بندی تک پہنچاتے۔

البتہ علمائے اصولِ حدیث مثلاً علامہ ابن صلاحؒ وغیرہ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اگر محدث کسی حدیث کے بارے میں ''صحیح الاسناد'' یا ''حسن الاسناد'' یا ''ضعیف الاسناد'' کا حکم لگائے، صحیح، حسن، ضعیف نہ کہے، تو یہ مانا جائے گا کہ صحیح الاسناد کا درجہ ''صحیح'' سے حسن الاسناد کا درجہ ''حسن'' سے اور ضعیف الاسناد کا درجہ ''ضعیف'' سے فروتر ہے، کیوں کہ بہت ساری احادیث جن کو صحیح الاسناد کہا گیا وہ شاذ اور معلل پائی گئیں۔

ہاں مگر یہ بات بھی طے شدہ حقیقت ہے کہ جب قابلِ اعتماد مصنف حدیث کے متعلق ''صحیح الاسناد'' کا حکم لگائے اور کوئی علت و شذوذ نہ ذکر کرے، تو ظاہر یہی ہے کہ یہ حدیث دراصل صحیح ہی ہے، اس لیے کہ عدمِ علت اور قادح کی اصل ظاہر ہے۔(۱)

صحاحِ ستہ کے علاوہ حدیث کی ایک اور مثال

سند کی تحقیق کے لیے ایک اور مثال پیشِ خدمت ہے، ایک اور حدیث صحاحِ ستہ کے باہر سے منتخب کرتے ہیں تا کہ تحقیق کرنے والا، راوی کے بعض تراجم ان کتابوں سے بھی نکال کر مشق کرلے جو کتبِ ستہ کے رُواۃ کے تراجم کے علاوہ ہیں، یہ مثال سننِ دارقطنی کی ایک حدیث ہے:

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن محمد بن سعيد الجمال، نا هاشم بن الجنيد أبو صالح، نا عبدالمجيد بن أبي روّاد، نا مروان بن سالم، نا الكلبي عن

(۱) واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل ۲۶ رذی قعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵/۹/۱۰ء جمعرات گیارہ بجے شب۔

أبي صالح بن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما هلكت بنو إسرائيل حين حدث فيهم المُوَلَّدون أبناء سبايا الأمم فوضعوا الرأي، فضلوا". (۱)

حدیث مذکور کی سند کے تراجم کی تخریج:

سب سے پہلے سنن کے مؤلف کا ذکر کرتے ہیں، آپ امام "دار قطنی" کے نام سے جانے جاتے ہیں، آپ کی ولادت ۳۰۶ھ میں بغداد کے محلّہ "دار قطن" میں ہوئی، اور ۳۸۵ھ میں وفات ہوئی، صحاحِ ستہ کے مؤلفین کے بعد کے محدث ہیں؛ لہٰذا آپ کے اساتذہ میں کوئی راوی صحاحِ ستہ کے راویوں میں سے نہیں ہے، تو تراجم کے دوسرے مصادر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، تو لیجئے پہلے ہم دار قطنی کے علاقے کی تفصیل کرتے ہیں، یہ علاقہ بغداد کا ایک محلّہ ہے جس کا نام "دار قطن" ہے، جیسا کہ اوپر گذرا، اسی لیے آپ کو دار قطنی بغدادی کہتے ہیں، اس سے غالب گمان یہی ہے کہ آپ کے بلا واسطہ استاذ بغداد کے رہنے والے ہوں گے، اب یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ خطیب بغدادی کی ایک کتاب تراجمِ رجال پر موجود ہے، جس میں بغداد کے علما، محدثین اور معززین کا ذکر ہے، اس کتاب کا نام ہے "تاریخ بغداد"، اسی کتاب کو لیتے ہیں اور حرف "عین" نکالتے ہیں جس میں عبداللہ نام کے محدثین ملیں گے، کیوں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد بن سعید الجمال کو تلاش کرنا ہے، چناں چہ ج ۱۰/ص ۱۲۰ پر ہمیں یہ نام ملا: عبداللہ بن محمد بن سعید الجمال۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ ابو محمد المقری ہیں، ابن الجمال سے مشہور ہیں۔ اور خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں: أخبرنا محمد بن علي بن الفتح

(۱) سنن الدار قطني، باب النوادر والأحاديث المتفرقة: ۳/۱۳۶

قال: سمعت أبا الحسن الدارقطني ذكر أبا محمد بن الجمال فقال: كان من الثقات۔

خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی محمد بن علی بن الفتح نے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے ابوالحسن دارقطنیؒ سے، انہوں نے ذکر کیا ابومحمد بن الجمالؒ کا، پھر فرمایا کہ وہ ثقات میں سے ہیں، پھر روایت ہے کہ ان کا انتقال ۳۲۳ھ میں ہوا۔

(۲) **ہاشم بن جنید ابوصالح:** بہت چھان بین اور تفتیش کے باوجود مجھے آپ کا ترجمہ اور آپ کے حالات نہ مل سکے، بعض احباب و اساتذہ سے بھی دریافت کیا، ہوسکتا ہے بعد میں کبھی دستیاب ہوجائے۔ (ان شاء اللہ!)

(۳) **عبدالمجید بن رواد:** آپ کے بارے میں "میزان" میں ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ "صدوق مرجي" ہیں اپنے باپ کی طرح، امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے، امام ابوداؤدؒ نے کہا ہے کہ ثقہ ہیں، البتہ ارجاء کی دعوت دیتے تھے، ابوحاتمؒ کہتے ہیں: قوی نہیں ہیں، ان کی حدیث لکھی جائے گی، دارقطنیؒ نے کہا ہے: ان سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، ان پر اعتماد کیا گیا ہے، آپ کی وفات ۲۰۶ھ میں ہوئی۔

(۴) **مروان بن سالم الجزری:** علامہ ذہبیؒ نے میزان میں کہا کہ احمدؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ ثقہ نہیں ہیں، امام دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ متروک ہیں، بخاریؒ و مسلمؒ اور ابوحاتمؒ کہتے ہیں: منکر الحدیث ہیں، ابوعروبہ حرانیؒ کا قول ہے کہ حدیث گھڑتے تھے، ابن عدیؒ کا قول ہے کہ آپ کی اکثر احادیث کی، ثقات متابعت نہیں کرتے۔

(۵) **الکلبی (محمد بن سائب):** ابوالنضر، النسابۃ، المفسر

آپ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ میزان میں کہتے ہیں، ابن معینؒ سے منقول ہے

کہ آپ ثقہ نہیں، جوز جانیؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ کذاب تھے، امام دار قطنیؒ اور ایک جماعت کے نزدیک متروک ہیں، التقریب میں ابن حجرؒ سے منقول ہے "متهم بالكذب ورمي بالرفض"۔

(۶) **ابوصالح (باذام) مولی ام ہانی تابعی ہیں:** امام ذہبیؒ نے میزان میں کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے ابوصالح کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں "باذام" ثقہ نہیں، ابن معینؒ نے کہا ہے کہ "ليس به بأس" تلاش کرنے کے لیے کنیت کے باب میں پہلے جائیں گے تو میزان (۴/۵۳۸) میں ان کی تفصیل ملے گی۔

حافظ ابن حجرؒ "التقريب" میں خلاصے کے طور پر کہتے ہیں کہ "ضعيف مدلس"۔

(۷) **ابوہریرہ:** نام عبدالرحمٰن بن صخر دوسی، ایک مشہور صحابی ہیں۔

حدیث پر حکم لگانا:

پہلے راوی ثقہ ہیں، دوسرے کے بارے میں کچھ معلومات نہ مل سکی، تیسرے صدوق ہیں، فرقۂ مرجیہ کی طرف منسوب ہیں، چوتھے متروک الحدیث اور متہم بالوضع ہیں، پانچویں متہم بالکذب ہیں اور رافضی بھی کہا گیا ہے، چھٹے ضعیف مدلس ہیں، گذشتہ تفصیل سے پتا چلا کہ حدیث کی سند متروک ہے، کیوں کہ دو راوی متروک ہیں، اور ایک متہم بالکذب، اور ضعیف حدیث میں "متروک حدیث" ضعیف احادیث کی اقسام میں بہت زیادہ ضعیف مانی جاتی ہے۔

علت وشذوذ کے لیے کتابیں:

علمائے کرام نے بہت ساری کتابیں ''عللِ حدیث'' کو بیان کرنے کے لیے تصنیف فرمائی ہیں، ایسی کتابوں کو ''کتب العلل'' کہا جاتا ہے، کتب العلل کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ ان میں احادیثِ معلل کو بیان کیا جاتا ہے، پھر احادیث کی علتوں کو بھی ذکر کیا جاتا ہے، اس کے لیے حدیث کی سند کو بھی بیان کرنا ضروری ہوتا ہے، حدیث کی مختلف سندوں کو بیان کر کے اس کا بغور جائزہ لیا جاتا ہے، تب جا کر کہیں حدیث کی علت کا پتہ چلتا ہے، اس موضوع پر ابن ابی حاتمؒ نے ''علل الحدیث'' نام کی کتاب لکھی ہے، جو ابواب پر ترتیب دی گئی ہے، اسی طرح دار قطنیؒ نے بھی ایک کتاب ''العلل'' لکھی ہے، یہ کتاب مسانید پر مرتب کی گئی ہے۔

بعض مصنفینؒ نے اس موضوع پر ایک نیا اسلوب اپنایا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ فلاں راوی نے فلاں سے حدیث نہیں سنی ہے، یا اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ فلاں راوی کی حدیث فلاں راوی سے منقطع ہے، کیوں کہ انہوں نے فلاں سے ملاقات نہیں کی ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ کا اپنی کتاب "العلل ومعرفة الرجال" میں یہی طرز رہا ہے، چناں چہ اس طرح کی کتابوں سے علل الحدیث کی توضیح میں مدد لی جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ کیا علمائے کرام نے ایسی کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں، جن میں احادیث شاذہ سے گفتگو کی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علما نے شاذ احادیث کے موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب! البتہ یہ بات ہے کہ شذوذ اپنے ظاہر ہونے سے پہلے ''علل'' ہی کی ایک قسم ہوتا ہے، اسی لیے اکثر وبیشتر ائمۂ حدیث،

حدیث میں اس طرح علت بیان کرتے ہیں کہ فلاں نے حدیث اس طرح نقل کی ہے کہ وہ پہلے راوی کے مخالف ہے، اور یہ زیادہ ثابت اور زیادہ قابلِ اعتماد ہے یعنی یہ اول سے ''اثبت'' اور ''اوثق'' ہے، معلوم ہوا کہ علل شاذ سے عام ہے، اور شذوذ علل کی ایک نوع ہے، جیسے کہ ''اضطراب'' اور ''قلب''۔

علل پر مشہور کتابیں:

علل پر حدیث کی جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں کچھ مشہور کتابیں حسبِ ذیل ہیں:

(۱) علل الحدیث: از: ابن ابی حاتمؒ

(۲) العلل ومعرفة الرجال: از: امام احمد بن حنبلؒ

(۳) العلل: از: علامہ ابن المدینیؒ

(۴) العلل الکبیر، والعلل الصغیر: امام ترمذیؒ

(۵) العلل الواردة في الأحادیث النبویة: از امام دار قطنیؒ یہ سب سے جامع اور مکمل ہے۔

۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ، جمعرات شب جمعہ ۱۱:۵۲

دراسۃ الاسانید کے مراحل کا خلاصہ

متنِ حدیث کی سندوں کی تحقیق کے چند مراحل ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل سطروں میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) تراجم کی کتابوں سے سند کے راویوں کے حالات معلوم کرنا۔

(۲) سند کے اتصال وانقطاع کا بالخصوص پتہ لگانا جس کا حسبِ ذیل طریقہ ہونا چاہیے:

(الف) راوی کے حالات میں، ان کی تاریخِ پیدائش اور تاریخِ وفات پر خصوصی نظر رہے، اسی طرح ان کی جائے پیدائش اور جن علاقوں میں ان کے اسفار ہوئے ہیں، ان کی بھی خبر ہونی چاہیے۔

(ب) مدلّس کے تراجم واحوال کی معلومات، خصوصاً جب وہ ''عن'' سے روایت کریں اور اپنے استاذ سے سماع کی صراحت نہ کریں۔

(ج) ایک راوی کے دوسرے راوی سے سماع کے ثابت ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں ائمۂ حدیث کے کیا کیا اقوال ہیں، ان کی خبر ہو، مثلاً فلاں کا فلاں سے سماع ثابت ہے، اور فلاں کا فلاں سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(۳) راوی کی عدالت اور اس کے ضبط کے حوالے سے حسبِ ذیل باتیں ملحوظ رکھی جائیں:

(الف) ہر راوی کے حالات میں جرح وتعدیل کے الفاظ معلوم کریں، چاہے الفاظ کا تعلق عدالت سے ہو یا ضبط (وحفظ) سے، پھر ان الفاظِ جرح وتعدیل کے مراتب کی تعیین ہو۔

(ب) ایک ہی راوی کے سلسلے میں جرح وتعدیل کا تعارض معلوم کیا جائے اور اس تعارض پر عمل کی کیفیت کا بھی پتہ لگایا جائے۔

(ج) الفاظِ جرح وتعدیل کے قائلین معلوم ہوں اور یہ خبر ہو کہ آیا اس محدث کی جرح وتعدیل کے سلسلے میں کوئی خاص اصطلاح تو نہیں ہے؟!

(د) جرح وتعدیل کے سلسلے میں کون سے ائمہ حدیث متشدد اور سخت گیر ہیں اور کون سے متساہل اور نرم روی اپنانے والے، یا بالفاظِ دیگر متشددین اور متساہلین کی خبر رکھی جائے۔

(ھ) بعض راویوں کے ہم عصروں کے اقوال کی خبر بھی رکھی جائے۔

(۴) کتاب العلل اور اس موضوع کی تمام کتابیں اچھی طرح دیکھنے سے پہلے کسی حدیث پر کوئی حکم لگانے سے کلی گریز کیا جائے، تاکہ علت وشذوذ کے ظاہر ہونے کے بعد صحیح حکم، حدیث پر لگایا جاسکے۔

(۵) حدیث پر حکم لگانے کے لیے باحث اور تحقیق کنندہ کے لیے مستحسن ہے کہ حدیث پر اِن الفاظ میں حکم لگائے کہ یہ حدیث ''صحیح الاسناد'' ہے، یہ حدیث ''حسن الاسناد'' ہے، اور یہ حدیث ''ضعیف الاسناد''۔

☆☆☆☆☆

(دراسۃ الاسانید کا یہ مختصر رسالہ یہاں پر مکمل ہوگیا)

فللّٰہ الحمد والمنة علی إسباغ آلائه عليّ و صلی اللّٰہ تعالٰی علی محمد وعلی آله و صحبه وسلم تسليمًا كثيرًا.

۴؍ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۸؍ستمبر ۲۰۱۵ء

شب جمعہ (جمعہ کا دن گزار کر) رات (۱۰:۳۰)

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر- الہند

بمقام اسٹاف کوارٹر جی بلاک نمبر ۱۶۴

''اصطلاحات دراسۃ الاسانید'' نامی یہ رسالہ کل ۷؍ماہ ۴؍دن میں مکمل ہوا۔